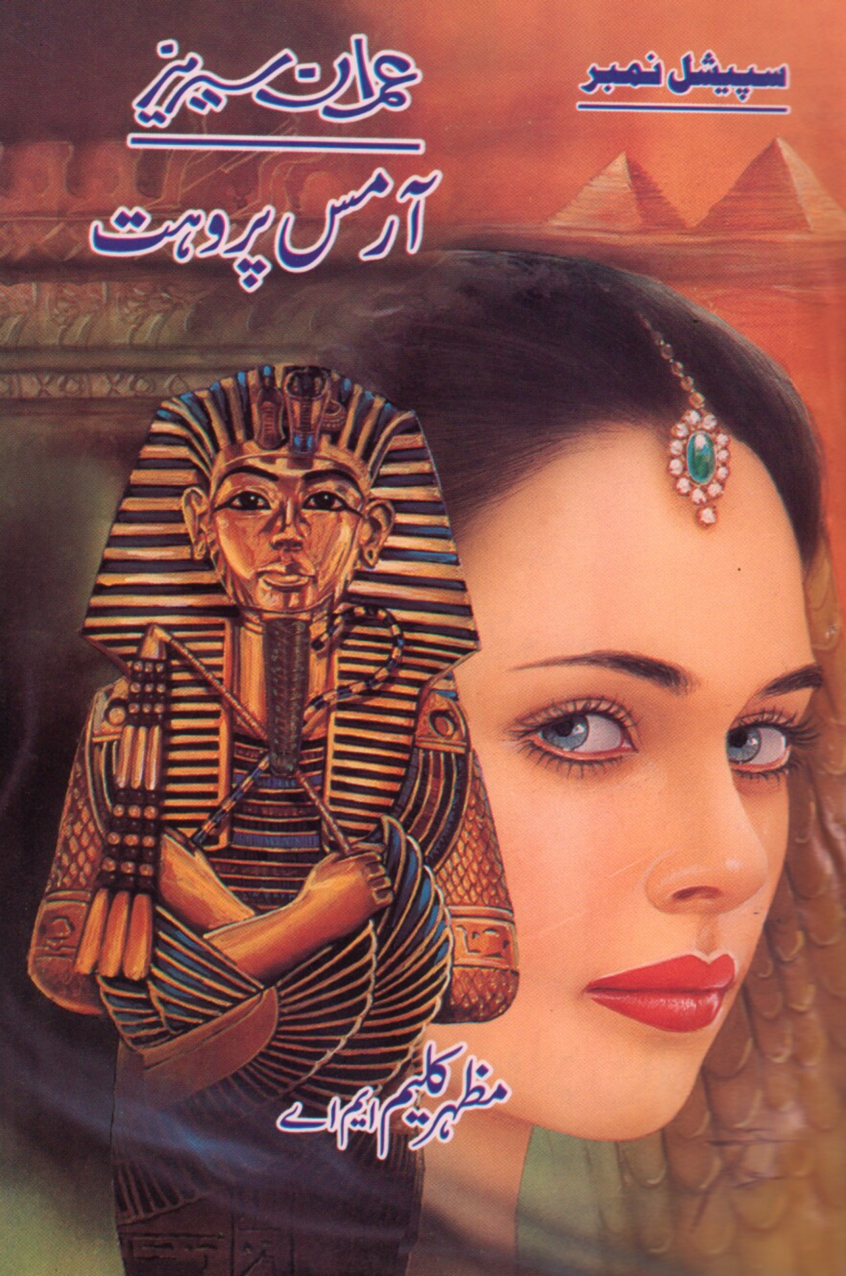

عمران سیریز

سپیشل نمبر

آرمس پروہت

مظہر کلیم ایم اے

ہوتا ہے جبکہ جو لوگ عمران اور اس کے ساتھیوں کو بے ہوش کرتے ہیں انہیں آئندہ نتیجے کا ابھی علم نہیں ہوتا۔ وہ یہی سمجھتے ہیں اور درست طور پر سمجھتے ہیں کہ بے ہوش اور راڈز میں جکڑا ہوا آدمی ہوش میں آنے کے بعد کیسے آزاد ہو سکتا ہے۔ ہم بھی اگر کسی خطرناک شے کو رسی یا زنجیر سے باندھ دیں تو مطمئن ہو جاتے ہیں کہ اب یہ خطرناک شے ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گی۔ اس طرح عمران کے مخالف بھی اپنی جگہ مطمئن ہوتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ انہیں بہت سی معلومات کی ضرورت ہوتی ہے جس کے لئے وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک نہیں کرتے پھر اکثر عمران اور اس کے ساتھیوں کے میک اپ واش نہیں ہوتے اس لئے مخالف الجھن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایسی اور بھی بے شمار وجوہات ہو سکتی ہیں جو ہر ناول کے ماحول اور حالات پر منحصر ہوتی ہیں اس لئے عمران اور اس کے ساتھی بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

اب اجازت دیجئے۔

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

E.Mail.Address
mazharkaleem.ma@gmail.com

عمران نے ناشتہ کر کے اخبارات اٹھائے ہی تھے کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

”یااللہ۔ یہ صبح صبح کس کی انگلی میں خارش اٹھی ہے“...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”دس بجے ہیں اور آپ ابھی صبح صبح کا وقت کہہ رہے ہیں“...... سلیمان جو ناشتے کے برتن اٹھانے آیا تھا، خاموش نہ رہ سکا۔

”دس بج چکے ہیں۔ ارے تو کیا تم مجھے ناشتہ دس بجے دیتے ہو۔ کیوں۔ میں تو سمجھا تھا کہ ابھی صبح صادق کا وقت ہے اور سلیمان بڑا فرض شناس شیف ہے کہ صبح صبح ناشتہ دے دیتا ہے“۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔

”آپ فون سنیں۔ مسلسل گھنٹی بج رہی ہے۔ پھر ناشتے کے

سامان کا بل میں آپ کے سامنے رکھوں گا۔ یہ مجھے ہی معلوم ہے کہ میں کس طرح منتیں کر کے ناشتے کا سامان ادھار لے کر آتا ہوں''...... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا اور ٹرالی جس پر وہ ناشتے کے برتن رکھ چکا تھا دھکیلتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ منکہ مسمی علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بغیر اخبارات پڑھے فون سننے پر مجبور ہو گیا ہے''...... عمران نے کہا۔

''سلطان بول رہا ہوں۔ فوراً میرے آفس پہنچو۔ ایک اہم ترین مہمان سے تمہاری ملاقات کرانی ہے۔ جلدی اور فوراً پہنچو''۔ دوسری طرف سے سرسلطان نے سلام کا مختصر جواب دیتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

''سرسلطان اب عقل مند ہو گئے ہیں۔ بس آرڈر دیتے ہیں اور رابطہ ختم۔ اب بے چارہ علی عمران سوائے تعمیل کے اور کیا کر سکتا ہے''...... عمران نے اونچی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اٹھ کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی سپورٹس کار تیزی سے سنٹرل سیکرٹریٹ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ سیکرٹریٹ پہنچ کر اس نے کار پارکنگ میں روکی اور تھوڑی دیر بعد وہ سرسلطان کے آفس کے ساتھ ہی موجود ان کے پی اے کے آفس

میں داخل ہوا۔

''عمران صاحب آپ''...... پی اے نے بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھتے ہوئے کہا۔

''سرسلطان نے کس کو اہم مہمان بنا رکھا ہے''...... عمران نے سرگوشیانہ انداز میں پوچھا۔

''مصر کے ڈپٹی سیکرٹری ہیں۔ سرسلطان انہیں اپنی رہائش گاہ سے ساتھ لے آئے ہیں۔ شاید ان کے ذاتی مہمان ہیں''...... پی اے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ذاتی مہمان۔ پھر تو خاصا سامان کھانے کو مل جائے گا ورنہ سرکاری مہمان کے لئے تو سرسلطان اس لئے کنجوس بن جاتے ہیں کہ سرکاری خزانے پر بوجھ نہ پڑے۔ اب جیب سے کھلائیں گے تو یقیناً حاتم طائی بھی شرمندہ ہو جائے گا''...... عمران نے کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر پی اے کے آفس سے باہر آ گیا۔ ساتھ ہی سرسلطان کا آفس تھا جس کے دروازے پر پردہ گرا ہوا تھا اور باہر سٹول پر ایک ادھیڑ عمر چپڑاسی موجود تھا لیکن عمران اسے نہ پہچانتا تھا لیکن عمران جیسے ہی دروازے کی طرف بڑھا تو چپڑاسی ایک جھٹکے سے اٹھا اور اس نے سلام کر کے خود ہی پردہ ہٹا دیا تو عمران نے مسکراتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر کمرے میں داخل ہو گیا۔

''وہاں سرسلطان تو اپنی مخصوص کرسی پر موجود تھے جبکہ میز کی

سائیڈ پر پڑی ہوئی کرسیوں میں سے ایک کرسی پر ایک ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا ہوا تھا جو اپنے چہرے مہرے سے مصری نژاد لگتا تھا۔ اس نے سوٹ پہن رکھا تھا۔

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ''...... عمران نے اندر داخل ہوتے ہی کہا تو سرسلطان اور ان کے ساتھ موجود مصری نژاد مہمان نے اس کی طرف گردن موڑ کر دیکھا۔ مہمان کے چہرے پر حیرت کے تاثرات نمایاں تھے۔

''وعلیکم السلام بیٹے۔ آؤ بیٹھو۔ ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے''۔ سرسلطان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ مجھے بیٹا بھی کہتے ہیں اور آپ نے میرے لئے رحمت و برکت کی دعا بھی نہیں کی۔ کیا زمانہ آ گیا ہے کہ بیٹوں کے لئے دعا میں بھی کنجوسی کی جاتی ہے''...... عمران نے میز کی دوسری طرف کرسی پر بیٹھتے ہوئے منہ بنا کر کہا۔

''یہ ہمارے معزز مہمان جناب یوسف رفاعی ہیں۔ یہ مصری محکمہ آثار قدیمہ میں ڈپٹی سیکرٹری ہیں اور رفاعی صاحب، یہ علی عمران ہے جس کا تفصیلی تعارف میں پہلے ہی آپ کو کرا چکا ہوں''۔ سرسلطان نے مہمان سے مخاطب ہو کر کہا۔

''خوشی ہوئی آپ سے مل کر''...... رفاعی صاحب نے رسمی سے لہجے میں کہا۔

''لیکن مجھے فی الحال محسوس نہیں ہو رہی۔ شاید بعد میں محسوس ہونے لگ جائے''...... عمران نے کہا۔

''کیا مطلب۔ کیا محسوس نہیں ہو رہی''...... رفاعی نے چونک کر اور حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''خوشی''...... عمران نے سپاٹ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا تو رفاعی کے چہرے پر یکلخت ناگواری کے تاثرات ابھر آئے۔

''عمران معاملات بے حد سنجیدہ ہیں اور رفاعی صاحب معزز مہمان بھی ہیں اور میرے ذاتی دوست بھی اور اسی ذاتی دوستی کی بنا پر یہ یہاں میرے پاس تشریف لائے ہیں اور میں نے ان کی مدد کا وعدہ کر لیا ہے''...... سرسلطان نے سخت اور قدرے غصیلے لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

''بڑی خوشی سے مدد کیجئے۔ مشکل وقت میں کسی کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کو بے حد پسند ہے۔ میں تو ویسے بھی مفلس اور قلاش آدمی ہوں لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کچھ نہ کچھ مدد میں کر سکتا ہوں''...... عمران بھلا کہاں آسانی سے باز آنے والا تھا۔

''آپ نے مجھے اس طرح ذلیل کرانا تھا تو مجھے پہلے بتا دیتے۔ آئی ایم سوری سرسلطان۔ میرے یہ تصور میں بھی نہ تھا''۔ رفاعی نے ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

''رفاعی صاحب پلیز۔ میں نے آپ کو پہلے ہی اس عمران کے بارے میں بتا دیا تھا۔ پلیز بیٹھیں''...... سرسلطان نے بھی ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”جمال پاشا کو کہنا پڑے گا سرسلطان۔ ان سے کم سطح پر رفاعی صاحب نہیں بیٹھیں گے۔ انہیں فون کر دیں۔ حوالہ بے شک میرا دے دیں لیکن میرے نام کے ساتھ میری ڈگریاں ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) ضرور بتائیں تاکہ انہیں معلوم ہو سکے کہ میں بھی ان جیسا تو نہیں البتہ کچھ پڑھا لکھا ضرور ہوں“...... عمران نے کہا۔

”تم۔ تم جمال پاشا کو کیسے جانتے ہو۔ کیا مطلب۔ کیا جمال پاشا کے ساتھ تمہاری بے تکلفی ہے“...... رفاعی نے چونک کر ایسے لہجے میں کہا جیسے عمران نے کوئی ایسی بات کر دی ہو جو ناقابل یقین ہو۔

”ہم اکٹھے محلے میں گلی ڈنڈا کھیلا کرتے تھے۔ وہی گلی ڈنڈا جس کی ترقی یافتہ شکل کرکٹ ہے“...... عمران نے جواب دیا تو رفاعی اس طرح مڑ کر سرسلطان کو دیکھنے لگا جیسے اب مزید کچھ کہنے کے قابل ہی نہ رہا ہو۔

آپ تشریف رکھیں“...... سرسلطان نے ان کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو رفاعی ہونٹ بھینچے دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھتے ہی سرسلطان بھی بیٹھ گئے۔

”عمران۔ تم نے کن جمال پاشا کا حوالہ دیا ہے“...... سرسلطان نے براہ راست عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”مصر کے سب سے بڑے عالم جو قدیم تاریخ مصر پر بھی

اتھارٹی ہیں۔ محکمہ آثار قدیمہ کے ڈائریکٹر جنرل بھی ہیں۔ وہ جب بھی کسی قدیم تختی پر موجود پانچ ہزار سال قدیم تحریر پڑھتے ہیں اور کسی لفظ پر اٹک جاتے ہیں تو وہ مجھے فون کرتے ہیں کہ میں آ جاؤں۔ اب میرے پاس تو ایئر پورٹ تک جانے کا کرایہ نہیں ہوتا۔ میں مصر کیسے جا سکتا ہوں اور ان کی مدد کرنا بھی فرض ہے اس لئے میں رات کو استخارہ کرتا ہوں اور خواب میں اس لفظ کا مطلب پانچ ہزار سال پہلے اس کے لکھنے والے سے پوچھ کر انہیں صبح کو فون پر بتا دیتا ہوں تو وہ بے حد خوش ہوتے ہیں“...... عمران کی زبان چل پڑی تو ظاہر ہے کہ وہ آسانی سے کب رکنے والی تھی۔

”انہی جمال پاشا صاحب نے رفاعی صاحب کو یہاں بھیجا ہے تاکہ رفاعی صاحب تم سے ملاقات کر سکیں۔ یہ چونکہ تمہارے بارے میں کچھ نہ جانتے تھے اس لئے یہ میرے پاس آ گئے اور میں نے نہ صرف تم سے ملاقات کرانے کا وعدہ کر لیا بلکہ یہ بھی وعدہ کر لیا کہ عمران جمال پاشا صاحب کی بات کو نہیں ٹالے گا“۔ سرسلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اچھا تو یہ نوبت آ گئی ہے۔ ویری سیڈ“...... عمران نے قدرے غمزدہ سے لہجے میں کہا۔

”کیا مطلب۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں“...... ایک بار پھر رفاعی صاحب اچھل پڑے۔

”جمال پاشا صاحب ظاہر ہے لکھنے پڑھنے والے لوگوں میں

سے ہیں اور لکھنے پڑھنے والے لوگ میری طرح مفلس اور قلاش ہی رہتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ان کا فون بھی نادہندگی کی وجہ سے کٹ گیا ہوگا اس لئے مجبوراً انہیں رفاعی صاحب کو بھیجنا پڑا''۔ عمران نے بڑے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

''جمال پاشا صاحب نے ایک خط بھجوایا ہے۔ رفاعی صاحب وہ خط عمران کو دے دیں''...... سرسلطان نے کہا تو رفاعی صاحب نے جیب سے ایک لفافہ نکالا اور اسے عمران کی طرف بڑھا دیا۔ عمران نے خط لے کر اسے کھولا تو لفافے میں ایک تہہ شدہ کاغذ موجود تھا۔ عمران نے لفافہ میز پر رکھا اور خط کھول کر پڑھنے لگا۔ جمال پاشا صاحب نے عمران کو مخاطب کر کے لکھا تھا کہ مصر کا قدیم آثار ایک شیطان اور خفیہ گروپ سے انتہائی خطرات میں گھر چکا ہے۔ یہ گروہ ہر وہ چیز حیرت انگیز طور پر چوری کر رہا ہے جس کی سب سے زیادہ تاریخ میں اہمیت ہوتی ہے۔ ہمیں سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ گروہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔ تم سے مدد کی اپیل ہے کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ تمہاری ذہانت ہی اس گروہ کو ٹریس کر کے ختم کر سکتی ہے۔ پلیز مصر کی قدیم تاریخ کو بچالو اور نیچے جمال پاشا کے دستخط تھے''...... عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا اور خط کو تہہ کر کے واپس لفافے میں ڈال دیا۔

''کیا لکھا ہے خط میں جمال پاشا صاحب نے''...... سرسلطان نے پوچھا تو عمران نے خط سرسلطان کی طرف بڑھا دیا۔ سرسلطان

نے لفافے میں سے خط نکال کر اسے پڑھنا شروع کر دیا۔

''مجھے بھی دکھائیں''...... رفاعی صاحب نے کہا تو سرسلطان نے خط ان کی طرف بڑھا دیا۔ عمران کے چہرے پر اب سنجیدگی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''رفاعی صاحب۔ آپ نے تو مجھے کہا تھا کہ کسی قومی چوری کا سلسلہ ہے لیکن جمال پاشا صاحب کا خط کچھ اور کہہ رہا ہے''۔ سرسلطان نے رفاعی صاحب کا خط پڑھنے کے بعد کہا۔

''حکومت کو جو رپورٹ کی گئی ہے اس کے مطابق قومی تاریخی میوزیم سے وہ ہیرا چوری کر لیا گیا ہے جو ایک بڑے اہرام میں سے برآمد ہوا تھا اور اس ہیرے کو قومی ورثہ قرار دیا گیا تھا اور اسے انتہائی سخت حفاظتی انتظامات میں میوزیم میں رکھا گیا تھا۔ اسے وہاں رکھے ہوئے آٹھ سال گزر چکے ہیں۔ اس دوران کئی بار اسے چوری کرنے کی کوششیں کی گئیں لیکن ہر بار انتہائی سخت حفاظتی انتظامات کی وجہ سے اسے چوری نہ کیا جا سکا اور ملزم گرفتار کر لئے گئے لیکن اس بار اس فنکارانہ انداز میں اسے چوری کیا گیا ہے کہ سب حیرت زدہ رہ گئے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ جمال پاشا صاحب نے خط میں اس بارے میں ہی لکھا ہوگا لیکن انہوں نے خط میں ہیرے کو فوکس نہیں کیا۔ بہرحال مصر کے سب لوگ بے حد پریشان ہیں''...... رفاعی صاحب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''عمران بیٹے۔ اب جمال پاشا صاحب کے خط کے جواب میں

تم کیا کہو گے''...... سرسلطان نے کہا۔

''جمال پاشا صاحب نے مجھ پر مہربانی کی ہے کہ مجھے براہ راست حکم نہیں دیا ورنہ وہ تو مجھے براہ راست حکم بھی دے سکتے تھے اور میری مجال نہیں کہ میں ان کے حکم کی تعمیل نہ کروں کیونکہ جمال پاشا صاحب جیسے عالم صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں اس لئے رفاعی صاحب، آپ انہیں بتا دیں کہ ان کے حکم کی تعمیل ہو گی''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میری طرف سے بھی چیف کو کہہ دینا کہ وہ اس مشکل میں مصر جیسے دوست مسلم ملک کا ضرور ساتھ دیں''...... سرسلطان نے کہا۔

''یہ کیس سیکرٹ سروس کا نہیں ہے۔ میں ذاتی طور پر اس پر کام کروں گا کیونکہ مجھے جمال پاشا صاحب نے حکم دیا ہے۔ رفاعی صاحب آپ بے فکر رہیں اور جمال پاشا صاحب کو بھی تسلی دیں۔ میں مصر کی تاریخ کو ضائع نہیں ہونے دوں گا۔ اب مجھے اجازت دیں''...... عمرن نے اٹھتے ہوئے کہا تو رفاعی صاحب بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے۔

''آپ تشریف رکھیں۔ اللہ حافظ''...... عمران نے کہا اور تیزی سے مڑ کر آفس سے باہر آ گیا۔ خط اس نے رفاعی صاحب سے واپس لے کر اپنی جیب میں ڈال لیا تھا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے جیسے کوئی بات اس کے ذہن میں کھٹک رہی ہو اور وہ اسے سمجھ نہ پا رہا ہو۔ خط میں جمال پاشا نے گروہ کے لئے شیطان کا لفظ استعمال کیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ جمال پاشا صاحب لفظ کے انتخاب میں بے حد محتاط رہتے ہیں۔ وہ تو بولتے ہوئے بھی ایک ایک لفظ کو سوچ سمجھ کر منہ سے نکالتے ہیں اور انہوں نے اس گروپ کے لئے شیطان کا لفظ لکھا تھا۔ یہ لفظ کیوں استعمال کیا گیا۔ عمران مسلسل یہی بات سوچ رہا تھا۔ آخرکار اس نے اس معاملے میں سید چراغ شاہ صاحب سے مشورہ کرنا زیادہ مناسب سمجھا کیونکہ اسے یقین تھا کہ اگر واقعی کوئی ایسا معاملہ ہوا تو شاہ صاحب اسے آگاہ کر دیں گے۔ پھر تھوڑی دیر بعد اس کی کار شاہ صاحب کے گاؤں کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ شاہ صاحب کے کچے سے مکان کے سامنے پہنچ گیا۔ اس نے کار روکی ہی تھی کہ شاہ صاحب کا صاحبزادہ باہر آ گیا۔ شاید کار کی آواز اندر تک پہنچ گئی تھی۔ اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں سلام کیا۔

''شاہ صاحب سے ملنا تھا''...... عمران نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔

''وہ مسجد میں ہیں۔ باہر سے کچھ ملنے والے آئے ہوئے ہیں اور آپ بھی وہیں چلے جائیں''...... شاہ صاحب کے صاحبزادے نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ کچھ فاصلے پر دیہاتی انداز کی چھوٹی سی مسجد موجود تھی۔ عمران اس مسجد کی طرف بڑھ گیا۔

مسجد میں داخل ہو کر اس نے کوٹ اتارا اور ٹائی کھول کر کوٹ کی جیب میں ڈالی۔ پھر بوٹ اتار کر جرابیں اتاریں اور وضو خانے کی اونچی چوکی پر بیٹھ کر اس نے وضو کیا۔ پھر جرابیں اور کوٹ پہن کر وہ مسجد کے ہال نما کمرے کی طرف بڑھا جہاں اس نے کچھ دیہاتی لوگوں کو بیٹھے دیکھا تھا۔ درمیانی دروازے سے وہ اندر داخل ہوا تو اس نے شاہ صاحب کو فرش پر بیٹھے دیکھا۔ ان کے سامنے چار افراد سر جھکائے دوزانوں بیٹھے ہوئے تھے اور شاہ صاحب انہیں کسی بات کے بارے میں سمجھا رہے تھے۔

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''...... عمران نے اندر داخل ہو کر بڑے ادب سے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عمران بیٹے۔ ابھی تم باہر برآمدے میں بیٹھو میں تمہیں خود ہی بلا لوں گا''...... سلام کا جواب دیتے ہوئے شاہ صاحب نے کہا۔

''جی اچھا شاہ صاحب''...... عمران نے کہا اور مڑ کر باہر برآمدے میں آ کر وہ فرش پر بچھی ہوئی دری پر بیٹھ گیا۔ تقریباً نصف گھنٹے بعد وہ چاروں افراد بڑے کمرے سے باہر آئے۔ انہوں نے عمران کو بھی سلام کیا اور پھر شاہ صاحب نے عمران کو اندر بلا لیا۔

''میں انتہائی معذرت خواہ ہوں کہ پاکیشیا کی سب سے طاقتور شخصیت ایکسٹو کو میں نے باہر بٹھا کر کچھ دیر انتظار کرایا ہے''۔ شاہ

صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ یہاں تو کسی عام سے افسر سے ملنا ہو تو وہ ملاقات کا وقت نہیں دیتا اور آپ سے ملنے کے لئے ہم جس وقت منہ اٹھائے چلے آتے ہیں اور آپ کے ماتھے پر شکن بھی نہیں آتی۔ ظاہر ہے آپ سے ملنے دور دور سے لوگ آتے ہوں گے اس لئے ان کا حق پہلے تھا''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے جمال پاشا کا تفصیلی تعارف کرانا شروع کیا ہی تھا کہ شاہ صاحب نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

''مجھے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں انہیں جانتا ہوں۔ وہ مصریات اور اس کی قدیم تاریخ کے بہت بڑے عالم ہیں اور میری ان سے کئی بار تفصیلی ملاقات ہو چکی ہے''...... شاہ صاحب نے کہا تو عمران کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

''آپ کی ان سے کس سلسلے میں ملاقات ہوتی رہی۔ آپ کا تو کوئی تعلق مصریات یا مصر کی قدیم تاریخ سے نہیں ہے''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو شاہ صاحب بے اختیار مسکرا دیئے۔

''میں تو ایک عام سا دیہاتی آدمی ہوں جبکہ جمال پاشا صاحب بڑے عالم ہیں۔ یہ تو ان کی مہربانی ہے کہ میں جب بھی کچھ دن کے لئے مصر جاتا ہوں تو وہ مجھ فقیر سے ملنے آ جاتے ہیں۔ بہرحال تم بتاؤ کہ جمال پاشا صاحب کا کیوں ذکر کر رہے تھے''۔

شاہ صاحب نے بات کرتے کرتے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔

''یہ ان کا خط پڑھ لیں جو مصر کے ڈپٹی سیکرٹری کے ذریعے انہوں نے میرے نام بھجوایا ہے''...... عمران نے جیب سے خط نکال کر شاہ صاحب کی طرف بڑھا دیا۔

''یہ انگریزی زبان میں ہو گا۔ تم مجھے بتا دو۔ مجھے یہ زبان زیادہ نہیں آتی''...... شاہ صاحب نے کہا تو عمران نے خط پڑھ کر ساتھ ساتھ اس کا ترجمہ بھی کر دیا۔ پھر اس خط میں گروہ کے لئے شیطان کے لفظ کے بارے میں بتا دیا۔

''جو گروہ جرائم کرتا ہو تو اسے شیطان کہنا کون سی نئی بات ہے عمران بیٹے۔ شیطان ہی تو ایسے کاموں کے لئے لوگوں کو اکساتا ہے''...... شاہ صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مجھے بار بار احساس کیوں ہوتا ہے کہ جمال پاشا صاحب نے اسے شیطان گروہ قرار دیا ہے۔ اس میں شیطانی قوتیں بھی ان کی پشت پر ہو سکتی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر مجھے اسے پکڑنے کے لئے روحانی طاقتوں کی مدد حاصل کرنا پڑے گی''...... عمران نے کہا تو شاہ صاحب بے اختیار مسکرا دیئے۔

''بہت خوب عمران بیٹے۔ جو بات دوسرے لوگ عام انداز میں لیتے ہیں تم ان کو عام انداز میں نہیں لیتے۔ میں گزشتہ ہفتے لابیا گیا ہوا تھا کہ جمال پاشا صاحب میرے پاس ملاقات کے لئے آئے۔ یہ ان کی مہربانی تھی۔ بہرحال انہوں نے مجھے بتایا کہ کس طرح کوئی

گروہ تاریخی تختیوں کو اور خصوصاً ان تختیوں کو چرا رہا ہے جن کی مدد سے نئے خفیہ اہراموں کو رائل ویلی میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔ میرے پوچھنے پر کہ اگر وہ ان تختیوں سے ان خفیہ اہراموں کو خود تلاش نہیں کر سکتے تو دوسرے کیسے کر لیں گے تو انہوں نے بتایا کہ یہ تختیاں قدیم دور کی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ ان زبانوں کو پوری طرح پڑھا نہیں جا سکا۔ البتہ آہستہ آہستہ ہم انہیں پڑھنے کے قریب پہنچ چکے ہیں لیکن انہیں خدشہ ہے کہ اس گروپ نے ان کی طرح اس خفیہ اہرام کو نکالنے میں احتیاط نہیں کرنی بلکہ وہ سب کچھ تباہ کر دیں گے جس سے مصر کی قدیم تاریخ کے ماخذ اور ثبوت تباہ ہو جائیں گے اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے بتایا کہ میوزیم کے چوکیداروں کو اچانک بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ وہ ہوش میں آئے تو انہوں نے بتایا کہ کچھ سائے سے انہیں آتے دکھائی دیئے تھے اور بس۔ پھر وہ دوسرے لمحے بے ہوش ہو گئے اس لئے جمال پاشا صاحب کا خیال تھا کہ کچھ پراسرار لوگوں کی تائید انہیں حاصل ہے اس لئے انہوں نے اس خط میں شیطانی گروپ کے الفاظ لکھ دیئے ہیں''...... شاہ صاحب نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''تو آپ کی اس سلسلے میں ان سے تفصیلی بات ہو چکی ہے تو پھر آپ بتائیں کہ کیا میرا خدشہ درست ہے یا نہیں''...... عمران نے کہا۔

''تمہارا خدشہ اس حد تک درست نہیں ہے جس حد تک تم سوچ

رہے ہو۔ غیر مرئی شیطانی طاقتیں اس میں ملوث نہیں ہیں۔ البتہ ان کو شیطان کی سرپرستی حاصل ہے کیونکہ یہ گروپ جس خفیہ اہرام کو تلاش کرنا چاہتا ہے وہ قدیم دور کے ایک پروہت کا مقبرہ ہے جسے قدرت نے ریت کے طوفان میں غائب کر دیا۔ اس طرح غائب کیا کہ جمال پاشا جیسے عالم بھی اس کا پتہ نہ چلا سکے اور تمہاری دنیا کی جدید ترین مشینری بھی اس اہرام کو ٹریس نہیں کر سکی۔ اب یہ گروہ اس کو ٹریس کرنے اور اس میں موجود شیطانی طاقتوں کی حامل اشیاء کو نکال کر اوپن کرنا چاہتا ہے۔ اس پروہت کا نام آرمس تھا۔ آرمس شاہی پروہت تھا لیکن وہ مکمل طور پر شیطان کا پیروکار تھا لیکن یہ گروپ ہے عام مجرموں کا''...... شاہ صاحب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ کیا تجویز کرتے ہیں کہ مجھے صرف وہ تختیاں واپس حاصل کرنے تک محدود رہنا چاہئے یا اس مقبرے کو بھی ٹریس کیا جائے''...... عمران نے کہا۔

''مجھ بوڑھے دیہاتی کو کیوں پریشان کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ میں دیہاتی ضرور ہوں لیکن مجھے جمال پاشا جیسے عالموں سے ملاقات کی وجہ سے معلوم ہے کہ تمام تختیوں کے فوٹوگراف موجود ہیں اس لئے تختیاں چوری کر لینے سے کوئی کام رک نہیں سکتا۔ جمال پاشا صرف ان تختیوں کی تاریخی حیثیت کو سامنے رکھ کر انہیں واپس لانا چاہتے ہیں ورنہ جو کچھ تختیوں پر موجود ہے وہ ان کے

پاس کیا بے شمار لوگوں کے پاس فوٹوگراف کی صورت میں موجود ہے''...... شاہ صاحب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''چلو ٹھیک ہے۔ تختیاں واپس ہو جائیں لیکن اس مقبرے کا کیا ہونا چاہئے''...... عمران نے بچوں کے سے انداز میں پوچھا۔

''اسے ٹریس کرو تاکہ اس میں موجود شیطانی طاقتوں کی حامل چیزوں کا خاتمہ کیا جا سکے اور اس میں موجود اشیاء کی تاریخی حیثیت بھی بحال رہے''...... شاہ صاحب نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آپ کا شکریہ۔ اب میری الجھن دور ہو چکی ہے اور مجھے اجازت دیجئے''...... عمران نے کہا تو شاہ صاحب نے مسکراتے ہوئے نہ صرف اسے اجازت دی بلکہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس کی کامیابی کے لئے دعا بھی کی۔ عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ مکمل طور پر مطمئن ہو کر یہاں سے جا رہا ہے۔

مصر کے شہر لاگور کی ایک رہائشی کوٹھی کے کمرے میں ایک آدمی اونچی پشت کی ریوالونگ چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ کمرے کو آفس کے انداز میں سجایا گیا تھا اور وہ آدمی ایک فائل کے مطالعہ میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس آدمی نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

’’یس۔ راجر بول رہا ہوں‘‘...... اس نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔

’’رچرڈ بول رہا ہوں باس‘‘...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔

’’یس۔ کوئی خاص رپورٹ‘‘...... راجر نے کہا۔

’’باس۔ مصر تختیوں کی واپسی کے لئے پاکیشیا سیکرٹ سروس کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے‘‘...... رچرڈ نے کہا تو باس بے اختیار چونک پڑا۔

’’صرف تختیاں یا ہیرا بھی واپس لینے کی کوشش کی جا رہی ہے‘‘۔ راجر نے کہا۔

’’تختیوں کے بارے میں جمال پاشا نے درخواست کی ہے جبکہ حکومت ہیرے کی واپسی میں بھی دلچسپی لے رہی ہے‘‘...... رچرڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’تمہیں کیسے اطلاع ملی ہے‘‘...... راجر نے پوچھا۔

’’وزارت آثار قدیمہ کے ڈپٹی سیکرٹری یوسف رفاعی خود پاکیشیا گئے اور کل وہ واپس آ گئے ہیں۔ انہوں نے حکومت کو جو تحریری رپورٹ دی ہے اس کی کاپی میں نے حاصل کر لی ہے‘‘...... رچرڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’لیکن یہ معاملات سیکرٹ سروس کے دائرہ اختیار میں تو نہیں آتے۔ ان معاملات سے پاکیشیا کی ملکی سلامتی کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا‘‘...... راجر نے کہا۔ وہ چونکہ سرکاری ایجنسی میں طویل عرصہ سے کام کر رہا تھا اس لئے اسے ان معاملات کا بخوبی علم تھا۔

’’رفاعی نے جو رپورٹ دی ہے اس میں اس نے لکھا ہے کہ شاید پاکیشیا سیکرٹ سروس کا چیف یہ کیس نہیں لے گا لیکن پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والا خطرناک ایجنٹ عمران اس پر کام کرنے پر آمادہ ہو چکا ہے‘‘...... رچرڈ نے کہا۔

’’اوہ۔ یہ واقعی خطرناک ایجنٹ ہے۔ بہرحال تم نے اچھی

رپورٹ دی ہے۔ میں ہیڈکوارٹر بات کرتا ہوں۔ وہ اس کا مناسب انتظام کر لیں گے''...... راجر نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبا کر اس نے رابطہ ختم کیا اور پھر ہاتھ ہٹا لیا۔ ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ نمبر پریس کرنے کے بعد جب دوسری طرف سے دوبارہ گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی تو اس نے رسیور رکھ دیا۔ اسے معلوم تھا کہ اب ہیڈکوارٹر خود رابطہ کرے گا۔ یہی ہیڈکوارٹر کا اصول تھا۔ اس طرح کے انتظامات کئے گئے تھے کہ ہیڈکوارٹر کے بارے میں کسی کو علم نہ ہو سکے۔ یہی وجہ تھی کہ اسے بھی اس تنظیم میں طویل عرصے سے کام کرنے کے باوجود ہیڈکوارٹر کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا حتیٰ کہ اسے ہیڈکوارٹر کے فون نمبر کا بھی علم نہیں تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اگر تیسری گھنٹی بج اٹھی تو پھر کسی مالی ادارے کے کسی آدمی سے بات ہو گی ہیڈکوارٹر سے بات نہیں ہو گی جبکہ دو گھنٹیوں کے بعد رابطہ ختم ہونے کے بعد کال خودبخود ہیڈکوارٹر منتقل ہو جاتی تھی اور پھر وہاں موجود جدید ترین مشینری کے ذریعے چیکنگ ہوتی ہے کہ کال کس نمبر سے کی گئی ہے۔ تمام امور پر تسلی ہو جانے کے بعد ہیڈکوارٹر سے خود اس نمبر پر کال کی جاتی تھی اس لئے راجر کو معلوم تھا کہ اب چیکنگ کے بعد ابھی فون کال آ جائے گی اور ویسے ہی ہوا۔ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو راجر نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''راجر بول رہا ہوں لاگور سے''...... راجر نے مؤدبانہ لہجے میں

کہا۔

''ہیڈکوارٹر''...... ایک مشینی سی آواز سنائی دی تو راجر نے رچرڈ کی دی ہوئی رپورٹ پوری تفصیل کے ساتھ دوہرا دی۔

''یہ جو بھی ہیں اور جس انداز میں کام کرتے ہیں یہ ہم تک نہیں پہنچ سکتے اور نہ ہی یہ تم تک پہنچ سکتے ہیں اس لئے تم نے خاموش رہ کر صرف ان کی مشینی نگرانی کرتے رہنا ہے''...... دوسری طرف سے اسی مشینی آواز اور لہجے میں کہا گیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی انسان نہ بول رہا ہو بلکہ گراریاں ایک دوسرے سے ٹکرا رہی ہوں اور ان کے ٹکرانے سے آواز پیدا ہو رہی ہو۔

''ان کی نگرانی کا آغاز پاکیشیا سے کرنا پڑے گا''...... راجر نے کہا۔

''نہیں۔ اس طرح وہ چوکنے ہو سکتے ہیں۔ ابھی ہیڈکوارٹر کو مین آپریشن میں کافی دیر ہے کیونکہ ان تختیوں پر جو کچھ لکھا ہوا ہے اور جس انداز میں انہیں پڑھا گیا ہے اس پر ہمارے ماہرین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جب تک یہ اختلاف دور نہیں ہو جاتا تب تک آرمس کا مقبرہ ٹریس نہیں ہو سکتا۔ جہاں تک ان تختیوں کا تعلق ہے تو آثار قدیمہ سے تعلق رکھنے والے تقریباً ہر شخص کے پاس ان کے فوٹوگراف موجود ہیں۔ ہم نے یہ تختیاں اس لئے اڑائی ہیں تاکہ ہمارے ماہرین کے سامنے اصل تختیاں ہوں۔ بعض اوقات فوٹوگراف میں کوئی معمولی سی لکیر آ جانے کی وجہ سے لفظوں کے

معنی بدل جاتے ہیں۔ تختیاں ہیڈکوارٹر میں ہیں اس لئے کوئی انہیں واپس حاصل نہیں کرسکتا۔ جہاں تک ہیرے کا تعلق ہے تو ہیرا بھی ہیڈکوارٹر میں ہے اور اسے محفوظ کرلیا گیا ہے۔ یہ ایسا ہیرا نہیں ہے کہ جسے عام مارکیٹ میں فروخت کیا جا سکے اس لئے ہمیں انتظار کرنا ہوگا۔ آرمس کا مقبرہ ٹریس ہونے کے بعد اس میں سے جو کچھ ملے گا اس میں اس ہیرے کو بھی شامل کر دیا جائے گا۔ اس طرح اسے اس دور کا ہیرا قرار دے کر فروخت کیا جائے گا اور اس سے ملنے والی خطیر رقم ہیڈکوارٹر کے کام آئے گی اس لئے ہمیں عمران یا پاکیشیا سیکرٹ سروس سے فوری طور پر کوئی خطرہ نہیں ہے''۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو راجر نے رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے کیونکہ جن لوگوں کو ہیڈکوارٹر اہمیت نہیں دے رہا وہ انہیں کیوں اہمیت دے۔ البتہ اسے ان کی نگرانی کا حکم دیا گیا تھا اس لئے اس نے ایک بار پھر رسیور اٹھایا اور دارالحکومت میں موجود رچرڈ کے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''رچرڈ بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی رچرڈ کی آواز سنائی دی۔

''راجر بول رہا ہوں لاگور سے''...... راجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''لیس باس۔ حکم''...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''ہیڈکوارٹر سے بات ہو گئی ہے۔ ہم نے کوئی ایکشن نہیں لینا

بلکہ انہیں مصر میں ٹریس کر کے صرف ان کی نگرانی کرنی ہے اور وہ بھی مشینی نگرانی جس میں ان کی آوازیں بھی ٹیپ ہو سکیں اور نگرانی کی رپورٹس ہیڈکوارٹر کو بھجوانی ہیں اس لئے اب یہ کام تم نے کرنا ہے''...... راجر نے کہا۔

''لیس باس۔ میں کر لوں گا''...... رچرڈ نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

''انہیں ٹریس کیسے کرو گے۔ میرا خیال ہے کہ اس کے لئے تمہیں پاکیشیا میں کسی گروپ سے رابطہ کرنا پڑے گا''...... راجر نے کہا۔

''نہیں باس۔ جو بھی وہاں سے آئے گا وہ لازماً جمال پاشا صاحب سے ملاقات کرے گا۔ جمال پاشا خاصے بوڑھے ہیں اس لئے وہ زیادہ وقت اپنی لائبریری میں لکھنے پڑھنے میں گزار دیتے ہیں۔ دوسروں کے ہاں بہت کم جاتے ہیں اور تمام آنے والوں سے ملاقاتیں بھی اپنی رہائش گاہ پر ہی کرتے ہیں اس لئے اس معاملے کے لئے جو بھی پاکیشیا سے آئے گا چاہے وہ عمران ہو یا کوئی اور وہ بہرحال جمال پاشا سے ملے گا اس لئے ہم جمال پاشا کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ ان کی لائبریری میں ان کے کسی ملازم کے ذریعے خصوصی چپ بھجوا دی جائے گی اس لئے ان کے اور کسی دوسرے کے درمیان ہونے والی بات چیت بھی ہمارے پاس ریکارڈ ہوتی رہے گی۔ جیسے ہی کوئی خصوصی بات چیت سامنے آئے گی تو ہم الرٹ ہو جائیں گے اور پھر اس ملنے والے کی نگرانی شروع کر

دی جائے گی''...... رچرڈ نے کہا۔

''گڈ۔ تم واقعی ہوشیار اور عقل مند آدمی ہو اس لئے ہیڈکوارٹر نے تمہیں خصوصی طور پر دارالحکومت کا چارج سونپا ہوا ہے''...... راجر نے ستائش بھرے لہجے میں کہا۔

''تھینک یو باس۔ ویسے ہیڈکوارٹر اس عمران اور اس کے ساتھیوں کے خاتمے کا حکم دے دیتا تو زیادہ لطف آتا''...... رچرڈ نے کہا۔

''ابھی ہیڈکوارٹر آرمس کے مقبرے کو ٹریس کرنے میں الجھا ہوا ہے۔ جب وہ اسے ٹریس کر لے گا تو پھر راستے کی ہر رکاوٹ دور کر دے گا''...... راجر نے کہا۔

''لیکن باس۔ کیا یہ بہتر نہیں تھا کہ ہم اس مقبرے کے ٹریس ہونے سے پہلے ہی ان کا خاتمہ کر دیتے''...... رچرڈ نے کہا۔

''ہم اس وقت تک سامنے نہیں آنا چاہتے جب تک کہ آرمس کے مقبرے کا محل وقوع حتمی طور پر معلوم نہ ہو جائے ورنہ ہمارے ذریعے یہ لوگ ہیڈکوارٹر تک پہنچ سکتے ہیں''...... راجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے باس۔ میں آپ کو ساتھ ساتھ بریف کرتا رہوں گا''۔ رچرڈ نے کہا تو راجر نے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔

ایک بڑے سے کمرے میں رکھے ہوئے صوفے پر ایک ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سر سے گنجا تھا لیکن اس کے سر کی دونوں سائیڈوں پر بال جھالروں کی طرح نیچے تک لٹکے ہوئے تھے اور یہی پوزیشن اس کے سر کے عقبی حصے کی تھی۔ اس کا چہرہ بڑا سا تھا اور اس پر سختی اور سفاکی کا تاثر نمایاں تھا۔ اس نے سوٹ پہنا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں شراب کا بھرا ہوا جام تھا جس میں سے وہ بار بار شراب کی چسکیاں لے رہا تھا۔ کمرہ خالی تھا۔ اس کا ایک دروازہ سامنے تھا اور ایک سائیڈ پر اور دونوں دروازے بند تھے۔ صوفے کے ساتھ ہی ایک تپائی رکھی ہوئی تھی جس پر سفید رنگ کا فون موجود تھا۔ ادھیڑ عمر مسلسل شراب کی چسکیاں لے رہا تھا کہ سامنے موجود دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر ادھیڑ عمر آدمی چونک کر سیدھا ہو گیا۔ ادھیڑ عمر یورپی تھا جبکہ آنے والا

نوجوان مصری تھا۔ اس نوجوان نے بھی سوٹ پہن رکھا تھا۔

''آؤ رافیل۔ اس وقت کیسے آنا ہوا۔ تمہاری کال سن کر میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا''...... ادھیڑ عمر نے آنے والے سے مخاطب ہو کر کہا۔

''باس۔ ایک اہم اطلاع مجھے ملی ہے۔ میں نے سوچا کہ اسے آپ تک خود پہنچاؤں''...... رافیل نے کہا تو باس بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''بیٹھو۔ شراب پیو اور کھل کر بتاؤ کہ کیا ہوا ہے۔ جس پر تم اس قدر تشویش میں مبتلا نظر آ رہے ہو''...... باس نے کہا۔

''تھینک یو باس''...... رافیل نے کہا اور سامنے رکھے ہوئے صوفے پر بیٹھ کر اس نے صوفے کے آگے موجود میز پر سے ایک خالی گلاس اٹھا کر اپنے سامنے رکھا۔ میز پر موجود شراب کی بوتل کا ڈھکن ہٹا کر اس نے شراب گلاس میں ڈالی اور پھر بوتل کو واپس میز پر رکھ کر اس نے اس کا ڈھکن لگایا جبکہ اس دوران باس خاموش بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔

''باس۔ ایک اہم اطلاع ہے''...... رافیل نے شراب کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔

''ہاں بولو''...... ادھیڑ عمر باس نے کہا۔

''مصری حکومت پاکیشیا سیکرٹ سروس کی مدد حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اس سلسلے میں وزارت آثار قدیمہ کا ڈپٹی سیکرٹری یوسف رفاعی

پاکیشیا گیا لیکن جو رپورٹ اس نے واپس آ کر حکومت کو دی ہے اس کے مطابق پاکیشیا سیکرٹ سروس کی بجائے وہاں کا خطرناک ایجنٹ عمران یہاں مصر آ رہا ہے''...... رافیل نے کہا۔

''کراؤن گروپ کو اس کی اطلاع ہے''...... ادھیڑ عمر باس نے پوچھا۔

''یس باس۔ رچرڈ نے باقاعدہ اپنے باس راجر کو تفصیلی رپورٹ دی ہے''...... رافیل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''عمران کراؤن گروپ کے خلاف کام کرنے تک محدود نہیں رہے گا۔ وہ تو ہمارے خلاف بھی کام شروع کر دے گا''...... باس نے قدرے فکرمندانہ لہجے میں کہا۔

''یس باس۔ اور اسی لئے میں خود یہاں آیا ہوں تاکہ اس سلسلے میں کوئی حتمی فیصلہ ہمیں ابھی کر لینا چاہئے تاکہ پہلے سے اس سلسلے میں بندوبست کر لیا جائے''...... رافیل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میں چیف سے بات کرتا ہوں''...... ادھیڑ عمر باس نے کہا اور سائیڈ تپائی پر موجود فون کا رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں چونکہ اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا تھا اس لئے دوسری طرف بجنے والی گھنٹی کی آواز سنائی دی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

''یس''...... ایک بھاری سی مردانہ آواز سنائی دی۔

''راڈرک بول رہا ہوں چیف''...... ادھیڑ عمر باس نے مؤدبانہ

لہجے میں کہا۔

''کوئی خاص بات''...... دوسری طرف سے اسی پہلے جیسے سپاٹ لہجے میں کہا گیا تو راڈرک نے رافیل کی رپورٹ دوہرا دی۔

''اوہ۔ یہ تو واقعی چونکا دینے والی اطلاع ہے۔ عمران جیسا خطرناک آدمی جب یہاں آئے گا تو وہ صرف چند معاملات تک محدود نہیں رہے گا اور اگر اسے ہمارے بارے میں اور ہمارے کام کے بارے میں اطلاع مل گئی تو لامحالہ وہ ہمارے خلاف بھی کام کرے گا''...... چیف نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

''یس چیف۔ اسی خدشہ کے لئے تو رافیل خود میرے پاس آیا ہے اور میں نے آپ کو کال کیا ہے کہ اس سلسلے میں کیا حکمت عملی اختیار کی جائے۔ کیا کام روک دیا جائے''...... راڈرک نے کہا۔

''نہیں۔ ہم چار چھوٹے اہراموں پر بیک وقت کام کر رہے ہیں اور ان چاروں کے خفیہ حصوں کے بارے میں صرف ہمیں ہی معلوم ہے۔ ہم ان اہراموں میں داخل ہو گئے تو ان خفیہ حصوں میں موجود سونا اور جواہرات ہماری ملکیت بن جائیں گے۔ پھر سونا تو پگھلا کر اوپن مارکیٹ میں فروخت کر دیا جائے گا جبکہ جواہرات بھی آسانی سے انتہائی بھاری قیمت پر فروخت ہو جائیں گے کیونکہ ان کو تاریخی قرار نہیں دیا گیا۔ اس مرحلے پر کام روکنے کا مطلب ہو گا کہ ہماری اب تک کی طویل محنت اور سرمایہ کاری سب ضائع چلی جائے گی۔ ریت فوراً ہی برابر ہو جائے گی اور بعد میں نجانے کیا حالات ہوں''...... چیف نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''باس۔ کراؤن گروپ کی طرف سے ہمارے بارے میں اس عمران کو کوئی اطلاع نہ مل جائے''...... راڈرک نے کہا۔

''کراؤن گروپ کے ساتھ ہمارا معاہدہ موجود ہے۔ جو کچھ ہم نکالیں گے اس میں سے اخراجات نکال کر نصف کے وہ مالک ہوں گے جبکہ خفیہ مقبروں کو ٹریس کرنا کراؤن گروپ کا کام ہے لیکن وہ ان کے اکیلے مالک ہوں گے اس لئے وہ نصف جو یقیناً اربوں کھربوں ڈالرز بن جائیں گے اس لئے ان کی طرف سے اطلاع کا تو سوچا بھی نہیں جا سکتا''...... چیف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''پھر کیا خاموشی اختیار کی جائے اور کام ہونے دیا جائے''۔ راڈرک نے کہا۔

''میں کراؤن گروپ سے بات کر کے پھر تمہیں کال کرتا ہوں''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو راڈرک نے رسیور رکھ دیا۔

''باس۔ اکیلا عمران تو دونوں گروپوں کے خلاف کام نہیں کر سکتا اور ہم چاہیں تو اسے آسانی سے ختم بھی کیا جا سکتا ہے''...... رافیل نے کہا۔

''دیکھو چیف اب جو فیصلہ کرے گا ہمیں اس کی ہی تعمیل کرنا ہو گی''...... راڈرک نے کہا تو رافیل نے بھی اثبات میں سر ہلا دیا۔

تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو راڈرک نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ راڈرک بول رہا ہوں''...... راڈرک نے کہا۔

''چیف فرام دس سائیڈ''...... دوسری طرف سے چیف کی آواز سنائی دی۔

''حکم چیف''...... راڈرک نے پہلے سے زیادہ مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''میری کراؤن سے بات ہو گئی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کے پاس جو تختیاں اور تاریخی ہیرا ہے وہ کراؤن ہیڈکوارٹر میں پہنچ گیا اس لئے عمران وہاں تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی اسے ہیڈکوارٹر کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکتا ہے اس لئے انہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ عمران آئے یا پاکیشیا سیکرٹ سروس آئے۔ البتہ انہوں نے مجھے تجویز دی ہے کہ ہم بھی خاموشی سے اپنا کام کرتے رہیں۔ جب وزارت کے بڑے بڑے لوگ ہماری پشت پر ہیں تو عمران کو کس نے اس بارے میں بتانا ہے اور پھر عمران کوئی سیاح تو نہیں ہے کہ وہ اہراموں کا تفصیل سے معائنہ کرے گا اور اگر معائنہ کرے گا تو وہاں موجود مشینری کے بارے میں اسے بتایا جا سکتا ہے کہ مزید خفیہ اہراموں کو ٹریس کیا جا رہا ہے لیکن اگر ہم نے اس کے خلاف کوئی کارروائی کی تو وہ ہمارے خلاف بھی کارروائی کر سکتا ہے''...... چیف نے کہا۔

''چیف۔ کراؤن گروپ کو اس عمران یا پاکیشیا سیکرٹ سروس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ ان کا کبھی واسطہ ہی نہیں پڑا جبکہ ہماری تنظیم سے وہ کئی بار ٹکرا چکا ہے اس لئے ہم جانتے ہیں کہ ان کی کارکردگی کیا ہے لیکن ان کی یہ بات بھی درست ہے کہ ہم ازخود اسے نہ چھیڑیں۔ البتہ ہم حفاظتی بندوبست کر لیں۔ اگر عمران ہماری طرف پلٹے تو پھر اس کے خلاف فوری اور تیز کارروائی کر کے اس کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے''...... راڈرک نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''تمہاری تجویز درست ہے۔ ایسا ہی کرو۔ البتہ جب تک عمران مصر میں موجود رہے اس کی نگرانی ضرور کی جائے تاکہ ہمیں بروقت علم ہو سکے کہ وہ کیا کر رہا ہے''...... چیف نے کہا۔

''یس چیف۔ حکم کی تعمیل ہو گی''...... راڈرک نے کہا تو دوسری طرف سے رابطہ ختم ہو گیا اور راڈرک نے رسیور رکھ دیا۔

''تم نے سن لی ہے باتیں اور احکامات''...... راڈرک نے سامنے بیٹھے رافیل سے کہا۔

''یس باس۔ آپ نے اچھا فیصلہ کیا ہے کیونکہ میرا خیال بھی یہی ہے کہ عمران کو نہ چھیڑا جائے ورنہ یہ آ بیل مجھے مار بن سکتا ہے۔ وہ صرف کراؤن گروپ کے خلاف کام کر کے واپس چلا جائے گا''...... رافیل نے کہا لیکن اس سے پہلے کہ راڈرک کوئی جواب دیتا فون کی گھنٹی بج اٹھی تو راڈرک نے رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ راڈرک بول رہا ہوں''...... راڈرک نے کہا۔

''چیف بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے چیف کی آواز سنائی دی تو راڈرک چونک پڑا۔ اس نے لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا تا کہ رافیل بھی کال کو بخوبی سن سکے۔

''یس چیف۔ حکم''...... راڈرک نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''میں نے عمران کے مسئلے پر بورڈ آف گورنرز کی میٹنگ کال کی ہے تا کہ اس سلسلے میں کوئی حتمی فیصلہ کیا جا سکے۔ دو گھنٹے بعد میں تمہیں فیصلہ سنا دوں گا۔ تم نے اور رافیل نے اس پر عمل درآمد کرنا ہے''...... چیف نے کہا۔

''یس چیف''...... راڈرک نے کہا اور دوسری طرف سے رابطہ ختم ہو جانے پر اس نے بھی رسیور رکھ دیا۔

''اس کا مطلب ہے کہ چیف اپنے فیصلے پر مطمئن نہیں تھا اس لئے اس نے بورڈ آف گورنرز کی میٹنگ کال کر لی ہے''۔ راڈرک نے رسیور رکھ کر گلاس اٹھاتے ہوئے کہا۔

''باس۔ معاملات اس وقت تک ہائی رسک میں ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہماری تنظیم کا بنیادی تعلق اسرائیل سے ہے اور تنظیم جو کچھ کماتی ہے اس کا بڑا حصہ اسرائیل کے دفاع پر خرچ کیا جاتا ہے۔ اب بھی جس مشن پر ہم کام کر رہے ہیں اس سے ملنے والے اربوں ڈالرز اسرائیل کی عظمت پر خرچ کئے جائیں گے۔ پاکیشیا اور عمران دونوں اسرائیل کے دشمن نمبر ایک ہیں۔ اگر عمران

کے کانوں میں بھنک پڑ گئی کہ ہمارا تعلق اسرائیل سے ہے تو وہ باقی سب کام چھوڑ کر ہمارے خلاف کام شروع کر دے گا۔ دوسری بات یہ کہ سب کہتے ہیں کہ عمران سے جو بات جتنی چھپائی جائے وہ اتنی ہی جلدی اس کو ٹریس کر لیتا ہے۔ اس کے ذرائع کا نیٹ ورک پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ تیسری بات یہ کہ معاملات اربوں کھربوں ڈالرز کے ہی نہیں ہیں تاریخ کے بھی ہیں کیونکہ یہ سونا اور جواہرات بہرحال مصری تاریخ کی نمایاں چیزیں ہیں۔ البتہ اگر تاریخی طور پر انہیں اوپن کیا جائے تو بے شمار کڑیاں سامنے آ جائیں گی اس لئے عمران اس بارے میں بھی چوکنا ہو سکتا ہے اور اگر عمران اچانک ہم پر چڑھ دوڑا تو ہم اس کا کسی صورت مقابلہ نہیں کر سکیں گے اس لئے ہمیں بہرحال کچھ نہ کچھ پلاننگ کر لینی چاہئے''...... رافیل نے تفصیل سے تجزیہ کرتے ہوئے کہا۔

''گڈ شو رافیل۔ مجھے تمہاری ذہانت پر فخر ہے۔ تم میرے نائب ہونے کے واقعی اہل ہو''...... راڈرک نے کہا۔

''آپ فکر مت کریں باس۔ جو فیصلہ ہو گا اس پر یقینی عمل درآمد ہو گا۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ میں مقامی ہونے کے باوجود یہودی ہوں حالانکہ بظاہر سب مجھے مسلم سمجھتے ہیں۔ البتہ انہیں معلوم ہے کہ میرے دادا جو یہودی تھے کارمن میں یہودیوں پر ہونے والے مظالم سے بچ کر مصر منتقل ہو گئے تھے اور انہوں نے اپنے آپ کو مسلم ظاہر کرنا شروع کر دیا تھا جبکہ حقیقتاً میرا باپ، والدہ سب

یہودی تھے۔ میں ان کا اکلوتا بیٹا ہوں۔ میں بھی دراصل یہودی ہوں اس لئے عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس میرے بھی دشمن نمبر ایک ہیں۔ ان کا خاتمہ میرا مذہبی فریضہ ہے"...... رافیل نے بڑے جذباتی لہجے میں کہا تو راڈرک نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً سوا دو گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو راڈرک نے رسیور اٹھا لیا۔

"یس"...... راڈرک بول رہا ہوں"...... راڈرک نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"چیف بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے چیف کی آواز سنائی دی۔ لاؤڈر کا بٹن چونکہ پہلے سے پریسڈ تھا اس لئے دوسری طرف سے آنے والی آواز رافیل کو بھی بخوبی سنائی دے رہی تھی۔

"یس چیف۔ حکم دیجئے"...... راڈرک نے کہا۔

"بورڈ آف گورنرز نے فیصلہ کیا ہے کہ عمران اور اس کے ساتھی جو بھی ہوں ان کا مصر میں تعاقب کیا جائے اور انہیں پہلی فرصت میں ہلاک کر دیا جائے۔ ہم کوئی رسک نہیں لے سکتے لیکن ایک شرط بھی ہے کہ اس پر حملہ کرنے والوں میں سے کسی کا کوئی تعلق ہماری تنظیم ریڈ لائٹ سے نہیں ہونا چاہئے اور اس گروپ کو مسلمان ہونا چاہئے۔ یہودی نہیں تاکہ عمران ہماری طرف کسی طرح سے بھی متوجہ نہ ہو سکے اور یہ بھی نوٹ کر لو کہ اس کے مقابل کسی عام سے گروپ کو ہائر مت کرنا۔ عمران دنیا کا خطرناک ترین ایجنٹ ہے اور وہ اسرائیل کو بھی کئی بار بڑے بڑے نقصانات پہنچا چکا ہے اور یہ

بھی نوٹ کر لو اور اس گروپ کو بھی خصوصی احکامات دے دینا کہ وہ عمران کو زندہ پکڑنے اور پوچھ گچھ کرنے اور بے ہوش کرنے کے چکر میں ہرگز نہ پڑے۔ بس اسے سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر گولی مار دی جائے"...... دوسری طرف سے تفصیلی ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"چیف۔ میرا نائب ہے رافیل جو بظاہر مسلمان ہے لیکن دراصل یہودی ہے۔ اس کا پورا گروپ ہے۔ رافیل خود بھی مصر کی سیکرٹ سروس میں کام کر چکا ہے۔ اس نے ایکریمیا میں ٹریننگ حاصل کی ہوئی ہے اور عمران کو وہ اپنا اور اسرائیل کا دشمن سمجھتا ہے۔ وہ عمران کے مقابلے میں بہترین کام کرے گا۔ اب بھی تمام معلومات رافیل نے ہی مہیا کی ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو رافیل کو اس مشن پر لگا دیا جائے۔ اس طرح ہر قسم کا رسک ختم ہو جائے گا"...... راڈرک نے کہا۔

"رافیل کے بارے میں ہمارے پاس فائل موجود ہے۔ میں وہ فائل چیک کر لوں پھر تمہیں فون کرتا ہوں لیکن یہ پہلے بتا دوں کہ اگر رافیل، عمران کے ہاتھ آ گیا تو وہ تمہارا نام لے دے گا اور پھر تم سے وہ ریڈ لائٹ کے بارے میں تمام تفصیل معلوم کر سکتا ہے اس لئے یہ سن لو کہ اگر رافیل ناکام رہا تو پھر تمہیں بھی ساتھ ہی ہلاک ہونا پڑے گا"...... چیف نے کہا۔

"چیف۔ اس کا ایک اور حل بھی ہے کہ رافیل کو میں یہاں اپنی جگہ دے دوں اور خود اس وقت تک مصر سے باہر ایسی جگہ چلا

جاؤں جس کا علم صرف ہیڈکوارٹر کو ہو اور رافیل کو بھی نہ ہو تو رافیل کی ناکامی کی صورت میں مجھ پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکے گا۔ یہ ایک امکانی صورت ہے ورنہ آپ جیسے حکم دیں''...... راڈرک نے کہا۔

''میں فائل دیکھ کر تمہیں دوبارہ فون کرتا ہوں''...... چیف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو راڈرک نے بھی رسیور رکھ دیا۔

''کاش چیف مجھے یہ مشن دے دیں تو عمران کو ہلاک کرنے کا میرا خواب پورا ہو جائے گا''...... رافیل نے کہا۔

''انہیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن وہ میرے اور تمہارے درمیان موجود تعلق سے خوفزدہ ہیں اور ان کی بات بھی ٹھیک ہے۔ وہ لوگ تمہارے ذریعے مجھے تک اور میرے ذریعے چیف تک پہنچ سکتے ہیں اور ان کا طریقہ بھی یہی ہے''...... راڈرک نے کہا۔

''وہ زندہ رہے گا تو پہنچے گا''...... رافیل نے جواب دیا۔

''تم فکر مت کرو۔ تمہاری جو فائل میں نے یہاں سے بھیجی ہوئی ہے وہ اس قدر بھرپور ہے کہ فائل پڑھنے کے بعد تمہارا نام ہی اس مشن کے لئے تجویز ہو گا''...... راڈرک نے کہا تو رافیل نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو رافیل اور راڈرک دونوں چونک پڑے۔ راڈرک نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ راڈرک بول رہا ہوں''...... راڈرک نے کہا۔

''چیف فرام دس اینڈ''...... دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

''یس چیف۔ حکم دیجئے''...... راڈرک نے کہا۔

''میں نے رافیل کی فائل کو بغور پڑھا ہے۔ اس میں واقعی ایسی صلاحیتیں موجود ہیں کہ یہ اگر ذہانت سے کام کرے تو عمران کا خاتمہ کر سکتا ہے۔ جہاں تک تمہارا تعلق ہے تو تمہاری تجویز مجھے پسند آئی ہے اس لئے میں یہ کیس رافیل کے حوالے کرتا ہوں۔ اگر رافیل عمران کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گیا تو اسے تمہاری جگہ مصر کا چیف بنا دیا جائے گا جبکہ تمہیں ہیڈکوارٹر کال کر لیا جائے گا۔ بہرحال اب تم رافیل کو اپنی جگہ دے کر ایکریمیا چلے جاؤ۔ تم نے وہاں اپنا نام، میک اپ، کاغذات سب کچھ تبدیل کر لینا ہے۔ تمہارا رابطہ صرف مجھ سے ہو گا اور کسی سے نہیں اور رافیل، عمران کو ہلاک کرے گا اور ریڈ لائٹ کے مفادات کی نگہبانی کرے گا''...... چیف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو راڈرک نے رسیور رکھ دیا۔

''مبارک ہو رافیل۔ اب تم مصر کے باس بن گئے ہو''۔ راڈرک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ سب آپ کی مہربانی ہے باس۔ میری درخواست ہے کہ جب تک عمران کا خاتمہ نہیں ہو جاتا آپ یہاں بطور باس رہیں۔ جب خاتمہ ہو جائے گا تب چیف جو فیصلہ کرے گا ویسے ہی ہو گا۔ میرے لئے باس بننے سے زیادہ مسرت اس عمران کو ختم کرنے کی

ہے''...... رافیل نے کہا۔

''تم میری فکر چھوڑو۔ مجھے بہرحال چیف کے حکم کی تعمیل کرنی ہے۔ تم اپنا کام کرو۔ کیا سوچا ہے تم نے۔ مجھے بتاؤ کہ اس کے لئے تمہاری کیا پلاننگ ہے''...... باس نے کہا۔

''باس۔ عمران کو جس قدر سادہ انداز میں ختم کیا جائے گا اتنی ہی اس کی موت یقینی ہو جائے گی۔ عمران چاہے کسی بھی میک اپ میں یہاں آئے وہ لازماً جمال پاشا سے اس کی رہائش گاہ پر ملاقات کرے گا اور میرے آدمی جمال پاشا کے نہ صرف گھر کی نگرانی کریں گے بلکہ جدید مشینری سے اس کے گھر کا فون بھی ٹیپ کریں گے پھر جیسے ہی وہاں عمران کی آمد کی اطلاع ملے گی میں خود وہاں پہنچ جاؤں گا اور عمران جیسے ہی ملاقات کر کے باہر آئے گا وہ چاہے کار پر ہو یا ٹیکسی پر اس کار یا ٹیکسی کو میزائل سے تباہ کر دیا جائے گا۔ اس طرح عمران کا خاتمہ یقینی ہو جائے گا''...... رافیل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یہی کام تم ایئر پورٹ پر کیوں نہیں کرتے۔ وہ اگر جمال پاشا سے ملنے نہ گیا تو تم صرف اس کا انتظار ہی کرتے رہ جاؤ گے''۔ راڈرک نے کہا۔

''وہ انتہائی محتاط اور ہوشیار آدمی ہے باس۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ میک اپ میں ہو گا۔ دوسری یہ کہ وہ وہاں ہر طرح سے چوکنا ہو گا۔ وہ اپنے سائے سے بھی ہوشیار رہنے والا آدمی ہے اور یہاں

مصر میں تو سینکڑوں افراد روزانہ آتے جاتے رہتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو ٹریس کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے یہ سب سے بہترین اور فول پروف طریقہ ہے''...... رافیل نے کہا۔

''جو کچھ تم نے کہا اور سوچا ہے واقعی تمہاری بات درست ہے۔ اوکے جاؤ اور کام شروع کر دو۔ میں آج رات یہاں سے چلا جاؤں گا اس لئے کل سے تم نے یہاں بیٹھنا ہے''...... راڈرک نے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا تو رافیل بھی ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''اوکے۔ وش یو گڈ لک''...... راڈرک نے اس کی طرف مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

''تھینک یو باس''...... رافیل نے بڑے پرجوش انداز میں مصافحہ کرتے ہوئے کہا اور پھر مڑ کر وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمران دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو احتراماً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

’’بیٹھو‘‘...... رسمی جملوں کی ادائیگی کے بعد عمران نے کہا اور وہ خود بھی اپنے لئے مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔

’’آپ کچھ سنجیدہ دکھائی دے رہے ہیں۔ کوئی خاص بات‘‘۔ بلیک زیرو نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

’’میں سوچ رہا ہوں کہ سرسلطان کو اب ریٹائر کر دینا چاہئے‘‘۔ عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے چہرے شدید حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

’’کیوں۔ کیا سرسلطان سے کوئی غلطی ہو گئی ہے‘‘...... بلیک زی نے کہا۔

’’اب لوگ ان سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور سرسلطان ا

کا ناجائز فائدہ میری طرف بھیج دیتے ہیں‘‘...... عمران نے کہا۔

’’پھر آپ کو کیا اعتراض ہے۔ فائدہ آپ کو ہی مل رہا ہے‘‘۔ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ یہی سمجھا تھا کہ عمران حسب عادت مذاق کر رہا ہے۔

’’تم اسے مذاق سمجھ رہے ہو جبکہ میں اب سنجیدہ ہو رہا ہوں کہ تمام بابوں کو اب ان کی سیٹوں سے فارغ کر دینا چاہئے۔ جیسے سرسلطان نجانے کب کے ریٹائر ہو چکے ہوتے لیکن ملکی مفادات کی وجہ سے انہیں ملازمت میں توسیع دی جا رہی ہے۔ چلو ایک بار تو یہ برداشت ہو سکتا ہے لیکن مسلسل توسیع تو زیادتی ہے۔ یہ ہٹیں گے تو ان کی جگہ دوسرے اور دوسروں کی جگہ تیسرے اور تیسروں کی جگہ چوتھے، نجانے یہ سلسلہ کہاں تک جاتا ہے لیکن اس دوسرے کے سامنے بزرگ بابے دیوار بن کر موجود ہیں‘‘...... عمران کے لہجے میں سنجیدگی کے ساتھ ساتھ سختی بھی تھی۔

’’ایسی صورت میں تو سرعبدالرحمٰن کو بھی ریٹائر ہونا پڑے گا‘‘۔ بلیک زیرو نے کہا۔

’’ان کی ریٹائرمنٹ سے اماں بی کو بے حد خوشی ہو گی اور میری خوشی اماں بی کی خوشی میں ہے۔ البتہ ایک مسئلہ بن جائے گا اور ہاں۔ یہ بہت بڑا مسئلہ ہے اس لئے ٹھیک ہے بابے ہی بیٹھے رہیں‘‘...... عمران نے بات کرتے کرتے اچانک پلٹا کھاتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو کے چہرے پر ایک بار پھر حیرت ابھر آئی۔

''اچانک کیا ہوگیا ہے کہ آپ نے اپنا فیصلہ تبدیل کر دیا''۔ بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میرے فیصلے بدلنے کی وجہ سوپر فیاض ہے۔ ڈیڈی کے ریٹائر ہوتے ہی وہ ڈیڈی کی جگہ ڈائریکٹر جنرل بن جائے گا اور پھر سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کا وہی حشر ہو گا جو ایسے ہی دوسرے اداروں کا ہو رہا ہے کہ ہر کام پر رشوت لینا یہ لوگ اپنا حق سمجھتے ہیں اس لئے ٹھیک ہے۔ اماں بی چاہے خوش ہوں یا نہ ہوں ڈیڈی کو بہرحال توسیع ملتی رہنی چاہئے''...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

''اچھا اب آپ بتا دیجئے کہ سرسلطان نے کون سا ناجائز فائدہ آپ کو دیا ہے جس پر آپ اس قدر ناراض ہو رہے ہیں کہ انہیں ریٹائر کرانے پر تل گئے ہیں''...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے اسے سرسلطان کی کال آنے سے لے کر ان کے آفس میں ان سے اور رفائی صاحب سے ہونے والی بات چیت بھی بتا دی۔

''لیکن عمران صاحب۔ اس گروہ کو ان تختیوں کو چرانے سے کیا فائدہ ہو گا۔ تختیوں پر موجود تحریروں کے فوٹوگراف میوزیم والے خود فروخت کرتے ہیں پھر اب تو انٹرنیٹ پر بھی یہ تختیاں اپنی تحریروں سمیت موجود ہیں۔ چلو مصری حکومت تو چاہتی ہے کہ یہ تاریخی تختیاں واپس میوزیم میں آ جائیں لیکن مجرموں کو اس کا کیا فائدہ ہو گا''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ان تختیوں میں ایک قدیم دور کے پروہت کے بارے میں ذکر ہے جس کا نام آرمس تھا۔ وہ شیطان صفت پروہت تھا جس کے قبضے میں شیطانی طاقتیں تھیں اور وہ ان شیطانی طاقتوں کی مدد سے دراصل پورے مصر تو کیا براعظم افریقہ پر حکومت کرتا تھا۔ نام بادشاہوں کا تھا لیکن اصل حکومت اس پروہت کی تھی۔ اس کا مقبرہ آج تک نہیں مل سکا جبکہ مصر کے ماہرین آثار قدیمہ کا خیال ہے کہ جو تختیاں پڑھی نہیں جا سکیں ان میں آرمس پروہت کے مقبرے کی تفصیل موجود ہے۔ مجرموں نے اس لئے بھی یہ تختیاں اڑائی ہیں تاکہ وہ اپنے ماہرین سے انہیں پڑھوا سکیں۔ فوٹوگراف یا انٹرنیٹ پر ان تختیوں کی تحریر تو سامنے آ جاتی ہے لیکن قدیم مصری زبانیں اس قدر نازک ہوتی تھیں کہ معمولی سی لکیر سے معانی بدل جاتے ہیں اور فوٹوگراف پر کوئی لکیر یا نقطہ آ سکتا ہے جبکہ اصل تختیوں کو اس قدر گہرا کھود کر لکھا گیا ہے کہ اس میں غلطی نہیں ہو سکتی''...... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''اس آرمس کے مقبرے میں ایسی کیا بات ہے جو اس کے لئے گروہ کام کر رہے ہیں حالانکہ یہ کام تو ماہرین آثار قدیمہ کا ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''اس دور میں رواج تھا کہ مرنے والے کی ملکیت میں جو سونا اور جواہرات ہوتے تھے وہ اس کے ساتھ ہی قبر میں رکھ دیئے جاتے تھے۔ جو مقبرے یا اہرام ٹریس کر لئے گئے ان میں موجود

جواہرات اور اہم چیزیں حکومت مصر کی تحویل میں چلی گئیں لیکن آرمس پروہت کا مقبرہ چونکہ آج تک دریافت نہیں ہو سکا اس لئے سب کا خیال ہے کہ آرمس کا مقبرہ سونے اور جواہرات سے بھرا ہوا ہو گا’’...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

‘‘آپ کی خدمات کیوں حاصل کی جا رہی ہیں۔ آپ کیا کریں گے’’...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

‘‘اسی لئے تو کہہ رہا تھا کہ سرسلطان کو اب ریٹائر ہو جانا چاہئے لیکن وہ سوپر فیاض دیوار بن گیا۔ سرسلطان کو حکومت مصر نے کہا اور ان کا ڈپٹی سیکرٹری خود چل کر سرسلطان کے گھر آ گیا اور لازماً اس کام کو کرانے میں ایسے معاہدوں کی بھی آفر کی گئی ہو گی جن سے پاکیشیا کو فائدہ ہو گا اور سرسلطان تو اب جی ہی رہے ہیں پاکیشیا کو فائدہ پہنچانے کے لئے چاہے اس میں مجھ جیسا مفلس و قلاش کیوں نہ رگڑا جائے۔ چنانچہ نادر شاہی حکم دیا گیا اور ساتھ ہی جمال پاشا نے ایک خط میرے نام بھیج دیا۔ اب بتاؤ میں کیا کروں۔ نہ سرسلطان کو انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی جمال پاشا جیسے صاحب علم کو انکار کر سکتا ہوں اور یہ کام ایسا ہے کہ وہ چھوٹا سا چیک بھی نہیں ملنا’’...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

‘‘تو یہ تھی اصل وجہ کہ آپ کو چونکہ چیک نہیں ملنا اس لئے آپ سرسلطان کو ہی سیٹ سے ہٹانا چاہتے تھے۔ چلو ایک اور کام

کرتے ہیں’’...... بلیک زیرو نے بات کرتے کرتے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

‘‘کیا’’...... عمران نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

‘‘آپ یہ کام کریں میں آپ کو ذاتی فنڈ سے بڑا چیک دے دوں گا تاکہ سرسلطان کے حکم کی تعمیل ہو سکے’’...... بلیک زیرو نے کہا۔

‘‘بڑا چیک۔ واقعی۔ کیا قارون کا خزانہ ہاتھ لگ گیا ہے تمہارے’’۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

‘‘جس بینک میں میرا اکاؤنٹ ہے اس کا چیک باقی بینکوں کے چیکوں سے بڑا ہوتا ہے۔ مطلب ہے سائز میں بڑا۔ مالیت میں بڑا نہیں’’...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران اس کے خوبصورت جواب پر بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

‘‘تمہیں چیک دینے کی ضرورت نہیں اور اس کے باوجود اگر دینا چاہو تو سلیمان کے ذریعے رفاہی ادارے میں بھجوا دینا۔ اس نے باقاعدہ رسید بک چھپوا رکھی ہے۔ آغا سلیمان پاشا رفاہی ادارہ’’۔ عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

‘‘تو آپ اس پر کام کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے ہیں۔ آپ اکیلے جائیں گے یا ٹیم کو بھی ساتھ لے جائیں گے’’...... بلیک زیرو نے چونک کر پوچھا۔

‘‘تمہاری بات کا جواب دینے میں ایک بڑی مشکل ہے’’۔

عمران نے کہا۔

''کون سی مشکل''...... بلیک زیرو نے چونک کر پوچھا۔

''اگر میں کہوں کہ ٹیم کو ساتھ لے جاؤں گا تو تم فوراً اعتراض کر دو گے کہ یہ سیکرٹ سروس کا مشن ہی نہیں ہے اور اگر میں کہوں کہ میں اکیلا جاؤں گا تو تم نے فوراً اپنے آپ کو آفر کر دینا ہے۔ اب تم بتاؤ کہ میں کیا جواب دوں''...... عمران نے کہا۔

''میں نے پوچھا بھی اسی لئے تھا۔ آپ کو مجھے ساتھ لے جانے میں کیا اعتراض ہے''...... بلیک زیرو نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

''تمہارے والد ڈاکٹر صدیقی مرحوم کو دیا ہوا حلف یاد آ جاتا ہے''...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار اچھل پڑا۔

''آپ نے ڈیڈی کو حلف دیا تھا۔ کس بات کا''...... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''کہ میں ان کے اکلوتے بیٹے کا خیال رکھوں گا۔ اسے کوئی تکلیف نہ ہونے دوں گا''...... عمران نے جواب دیا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

''وہ مجھے خود کہتے تھے کہ بیٹا رف اینڈ ٹف زندگی گزارا کرو۔ اس میں بہت فائدے ہیں اور آپ نے مجھے اس دانش منزل اور اس کمرے تک ہی محدود کر دیا ہے''...... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تو پھر تاتاریوں کی طرح تم بھی گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر دنیا کے دو تین چکر لگا ڈالو۔ دونوں ہی کام ہو جائیں گے''...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو ایک بار پھر ہنس پڑا۔

''چلیں آپ مجھے ساتھ نہ لے جائیں لیکن بتائیں تو سہی کہ آپ اکیلے جا رہے ہیں یا ٹیم کے ساتھ''...... بلیک زیرو نے شاید بات کا رخ بدلنے کے لئے کہا۔

''نہ اکیلا جا رہا ہوں نہ ہی ٹیم کے ساتھ جا رہا ہوں۔ ٹائیگر کو ساتھ لے جا رہا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''ٹائیگر کیا کرے گا وہاں''...... بلیک زیرو نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ساری زندگی جنگلوں میں گزاری ہے اب صحرا بھی دیکھ لے گا کہ کیسا ہوتا ہے''...... عمران نے جواب دیا تو بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

''میرا خیال تھا کہ آپ جوزف کو ساتھ لے جائیں گے کیونکہ مصر میں صحرا ہی سہی، ہے تو وہ براعظم افریقہ میں۔ پھر جوزف جس انداز میں کام کرتا ہے ویسے کوئی بھی نہیں کر سکتا''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''اس کے اور جوانا کے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ وہ ہمارا اشتہار بن جاتے ہیں۔ جنگل کی حد تک تو کام چل جاتا ہے اور ایکریمیا میں جوانا جیسے کافی ہوتے ہیں لیکن مصر جیسے علاقے میں وہ دونوں نمایاں

طور پر شناخت کر لئے جاتے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''تو اب آپ جا کر اس گروہ کا سراغ لگائیں گے جس نے یہ تختیاں اور ہیرا اڑایا ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ہاں تو اور کیا کروں گا''...... عمران نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ آپ کا باقاعدہ وہاں استقبال کیا جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ ایئر پورٹ پر ہی بینڈ باجا موجود ہو''...... بلیک زیرو نے کہا تو اس بار عمران چونک پڑا۔

''میں سوئٹزرلینڈ نہیں جا رہا بارات لے کر کہ میرا بینڈ باجے سے استقبال ہو اور تنویر وہاں ہوائی فائرنگ کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکال لے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تنویر ہوائی فائرنگ کا قائل ہی نہیں رہا۔ بہرحال میرا مطلب دوسرا تھا کہ جس گروہ کو آپ ٹریس کرنے جا رہے ہیں وہ اسلحہ اٹھائے ایئرپورٹ پر شاید آپ کا استقبال کرے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''اوہ۔ یہ اندازہ تم نے کیسے لگا لیا''...... عمران نے اس بار سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

''رفاعی نے وہاں جا کر حکومت کو رپورٹ دی ہو گی اور ایسے گروہ بہرحال ہر وقت چوکنا رہتے ہیں۔ انہیں اطلاع مل گئی ہو گی کہ آپ ان کے خلاف کام کرنے مصر آ رہے ہیں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''تمہارا مطلب ہے کہ وہ عام چوروں کا گروہ نہیں ہے بلکہ باقاعدہ تربیت یافتہ مجرم گروپ ہے''...... عمران نے کہا۔

''عام مجرم اتنی بڑی بڑی وارداتیں نہیں کیا کرتے کہ حکومتیں ان کا نوٹس لینا شروع کر دیں۔ یہ لازماً کوئی تربیت یافتہ منظم گروپ ہو گا''...... بلیک زیرو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''گڈ۔ تم نے اچھا کیا کہ یہ بات کر دی۔ میرے ذہن میں یہی تھا کہ عام سے مجرم ہوں گے، چور ہوں گے اور حکومت صرف تاریخی ورثہ کی وجہ سے پریشان ہو رہی ہے۔ تمہاری بات درست ہے۔ اب مجھے اس انداز میں سوچنا پڑے گا''...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے سیل فون نکالا اور اسے آن کر کے اس نے نمبر پریس کر دیئے۔ چند لمحوں بعد سکرین پر ٹائیگر کا نام ڈسپلے ہونا شروع ہو گیا تو عمران نے رابطے کا بٹن پریس کر دیا۔

''یس باس۔ میں ٹائیگر بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی ٹائیگر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''تیار ہو جاؤ۔ ایک مشن کے سلسلے میں تم نے میرے ساتھ مصر جانا ہے۔ وہاں کے لئے کوئی ٹپ حاصل کر لینا''...... عمران نے کہا۔

''باس۔ مشن کے سلسلے میں کوئی اشارہ کر دیں تو میں اس کو ذہن میں رکھ کر ٹپ حاصل کروں''...... ٹائیگر نے کہا تو عمران نے

اسے مختصر طور پر مصر کی قدیم تختیوں اور ہیرے کی چوری کے بارے میں بتا دیا۔

"ٹھیک ہے باس۔ میں تیار رہوں گا اور ٹپ بھی حاصل کر لوں گا"...... ٹائیگر نے کہا۔

"میں تمہیں کال کر لوں گا۔ اوکے"...... عمران نے کہا اور فون آف کر کے اسے جیب میں ڈال لیا۔ پھر اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور رانا ہاؤس فون کر کے اس نے جوزف کو بتایا کہ وہ ٹائیگر کے ساتھ مصر جا رہا ہے۔ ضرورت پڑی تو وہ اسے اور جوانا کو بھی کال کر سکتا ہے اور پھر رسیور رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے اٹھتے ہی بلیک زیرو بھی کھڑا ہو گیا اور عمران اسے اللہ حافظ کہتا ہوا مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

مصر کے دارالحکومت قاہرہ کی ایک سڑک پر سفید رنگ کی سپورٹس کار خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ گو سڑک پر ٹریفک کا کافی رش تھا لیکن کار سب کاروں کو کاٹتی ہوئی اس طرح بڑھ رہی تھی کہ جیسے کسی بین الاقوامی کار ریس میں شامل ہو۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک نوجوان اور خاصی خوبصورت لڑکی جینز کی پینٹ اور سیاہ لیدر کی جیکٹ پہنے ہوئے بیٹھی تھی۔ اس کی آنکھوں پر سرخ رنگ کے شیشوں والی گاگل تھی۔ جیکٹ کے نیچے اس نے گہرے سرخ رنگ کی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ اس لڑکی کے نقش و نگار قدیم مصری شہزادیوں سے ملتے جلتے تھے۔ اس کا نام پرنسز سدرہ تھا کیونکہ اس کا تعلق مصر کے ایک قدیم شاہی خاندان سے تھا۔

وہ مصر کی سیکرٹ ایجنسی کی بڑی فعال رکن تھی۔ اس کا اپنا سیکشن تھا۔ اس نے خود بھی ایکریمیا اور گریٹ لینڈ سے مارشل آرٹ اور

نشانہ بازی کی باقاعدہ تربیت لی ہوئی تھی اور اس کے سیکشن میں چھ مرد اور چار عورتیں تھیں اور ان سب کو بھی اس نے گریٹ لینڈ سے باقاعدہ تربیت دلائی ہوئی تھی۔ مصر میں اس کا کام زیادہ تر تاریخی آثار کی چوریاں یا رائل ویلی میں موجود اہراموں سے کی جانے والی چوریوں کو روکنا اور مجرموں کو گرفتار کرنا تھا۔ گو اسے یہاں کام کرتے ہوئے ابھی پانچ چھ سال ہوئے تھے لیکن اس نے اس دوران خاصے بڑے بڑے کام کر کے نام پیدا کر لیا تھا۔

اس کا باس سیکرٹ ایجنسی کا چیف اعظم سالار اس کی کارکردگی سے بے حد خوش تھا۔ اس وقت بھی وہ اعظم سالار کی کال پر ایجنسی کے ہیڈکوارٹر جا رہی تھی جو ایک رہائشی کالونی میں بنایا گیا تھا۔ یہاں بظاہر کسی بڑے سرکاری ادارے کا بورڈ لگا ہوا تھا لیکن دراصل یہ اس سیکرٹ ایجنسی کا ہیڈکوارٹر تھا اور اعظم سالار اس ہیڈکوارٹر میں بیٹھتا تھا۔ پرنسز سدرہ کچھ دیر بعد ہیڈکوارٹر کے گیٹ پر پہنچ گئی۔ ہارن دیتے ہی ایک مسلح نوجوان چھوٹا پھاٹک کھول کر باہر آ گیا۔ اس نے پرنسز سدرہ کو سلام کیا اور تیزی سے واپس مڑ گیا۔ بڑا پھاٹک کھلتے ہی پرنسز سدرہ نے کار آگے بڑھائی اور پھر ایک طرف بنی ہوئی پارکنگ کی طرف لے گئی۔ وہاں ایک سفید رنگ کی جدید ماڈل کی کار پہلے سے موجود تھی۔ یہ اعظم سالار کی کار تھی۔ اس کار کی یہاں موجودگی کا مطلب تھا کہ اعظم سالار آفس میں موجود ہے۔ ہیڈکوارٹر میں زیادہ افراد نہیں تھے۔ ایک فون سیکرٹری تھا۔ چار مسلح گارڈ تھے اور ایک کچن بوائے تھا جو ضرورت پڑنے پر کھانا بھی بنا لیتا تھا ورنہ اس کی ڈیوٹی ہاٹ کافی بنا کر اعظم سالار یا مہمانوں کو پیش کرنا تھی۔ اعظم سالار خود بھی ہاٹ کافی پینے کا بے حد شوقین تھا اس لئے کچن بوائے کو کافی بنانے سے کم ہی فرصت ملتی تھی۔ پرنسز سدرہ نے کار روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتی آفس کی طرف بڑھ گئی۔ آفس کا دروازہ بند تھا۔ اس نے دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی اور پھر اسے دھکیل کر کھولا۔ اور اندر داخل ہو گئی۔ ادھیڑ عمر اعظم سالار سوٹ پہنے ریوالونگ چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے ایک فائل کھلی ہوئی تھی۔ سائیڈ پر تین رنگوں کے فون موجود تھے۔ پرنسز سدرہ کے اندر داخل ہونے پر اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھر آئی۔

”بیٹھو پرنسز سدرہ“...... ادھیڑ عمر نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تھینکس باس“...... پرنسز سدرہ نے میز کی دوسری طرف موجود کرسی پر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر جواب دیا۔

”قدیم تاریخی تختیاں چوری کرنے والے گروہ کے خلاف کہاں تک کام پہنچا ہے“...... باس نے اس بار خاصے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”کام تو ہو رہا ہے باس لیکن ابھی تک کوئی ٹھوس کلیو سامنے نہیں آ سکا“...... پرنسز سدرہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہیں معلوم ہے کہ حکومت اس سلسلے میں کس قدر بے چین

ہے۔ آثار قدیمہ مصر کے لئے روح کا درجہ رکھتے ہیں''...... باس نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

''یس باس۔ لیکن اس گروہ نے واردات ہی اس انداز میں کی ہے کہ ابھی تک معمولی سا بھی کلیو سامنے نہیں آ سکا لیکن میرا سیکشن مسلسل کام کر رہا ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہم جلد ہی انہیں پکڑ لیں گے''...... پرنسز سدرہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''حکومت نے اس سلسلے میں پاکیشیا کی حکومت سے باقاعدہ درخواست کی ہے کہ وہ ان تختیوں اور تاریخی ہیرے کی واپسی کے لئے پاکیشیا سیکرٹ سروس کو حرکت میں لائے اور اس سلسلے میں ڈپٹی سیکرٹری یوسف رفاعی بذات خود پاکیشیا گئے لیکن پاکیشیا سیکرٹ سروس کے انتظامی باس سیکرٹری وزارت خارجہ سرسلطان نے جواب دے دیا ہے کیونکہ ان کے مطابق پاکیشیا سیکرٹ سروس کا چیف صرف اس معاملے میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کو حرکت میں لاتا ہے جب پاکیشیا کی سلامتی یا مفادات کو خطرہ لاحق ہو۔ البتہ سرسلطان نے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے فری لانسر ایجنٹ علی عمران کو کال کیا اور جناب جمال پاشا نے بھی عمران کے نام خط دیا تھا۔ اس خط میں بھی جناب جمال پاشا نے عمران سے درخواست کی تھی کہ وہ لازماً ان تاریخی تختیوں کی واپسی کے لئے کام کرے۔ چنانچہ اس عمران نے وعدہ کر لیا ہے کہ وہ جلد مصر پہنچ کر اس پر کام شروع کر دے گا''...... باس نے مسلسل بولتے ہوئے

کہا۔

''علی عمران کا نام تو میں نے بھی سنا ہوا ہے لیکن ان صاحب سے تفصیلی تعارف نہیں ہے''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''جب وہ یہاں آئے گا تو تمہارا اس سے تفصیلی تعارف ہو جائے گا کیونکہ تم نے اس کے ساتھ مل کر کام کرنا ہے''...... باس نے کہا تو پرنسز سدرہ بے اختیار چونک پڑی۔

''میں نے اس کے ساتھ مل کر کام کرنا ہے یا اس نے میرے ساتھ مل کر کام کرنا ہے باس۔ میں سیکشن چیف ہوں اور وہ آپ کے مطابق ایک فری لانسر ایجنٹ ہے''...... پرنسز سدرہ نے قدرے ناراض سے لہجے میں کہا۔

''پرنسز سدرہ۔ تم چونکہ اس کو نہیں جانتی اس لئے ایسا کہہ رہی ہو ورنہ اس کے ساتھ کام کرنے کی حسرت تو سپر پاورز کے ٹاپ ایجنٹوں کے دلوں میں بھی موجود ہے۔ یہ اس وقت دنیا کا خطرناک ترین ایجنٹ سمجھا جاتا ہے۔ تمام سپر پاورز اسرائیل سمیت اس سے خوف کھاتی ہیں''...... باس نے کہا۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں باس۔ کیا آپ اس سے ملے ہوئے ہیں''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''میں نے جب ایکریمیا کی ایک سرکاری ایجنسی میں کام کیا تھا تو مجھے ایک مشن پر اس کے ساتھ کام کرنے کا تجربہ ہوا تھا۔ اس نے واقعی حیرت انگیز انداز میں کام کر کے مشن کو کامیاب کر لیا

اور میں منہ دیکھتا رہ گیا لیکن اس کا دل اتنا بڑا ہے کہ اس نے مجھے منہ لٹکائے دیکھ کر تمام کریڈٹ میرے کھاتے میں ڈال دیا اور اقوام متحدہ نے مجھے باقاعدہ بہترین کارکردگی کا سرٹیفکیٹ جاری کر دیا حالانکہ میں نے واقعی کچھ نہیں کیا تھا۔ میں تو ابھی مشن پر کام کرنے کا طریقہ سوچ رہا تھا کہ عمران نے مشن مکمل بھی کر لیا۔ میں تو اس کا ہمیشہ ممنون رہوں گا۔ اس کی وجہ سے میری بے حد پذیرائی ہوئی تھی''...... باس نے کہا تو پرنسز سدرہ کے چہرے پر حیرت کے تاثرات بڑھتے چلے گئے۔

''لیکن باس۔ میں نے تو سنا ہے کہ وہ انتہائی غیر سنجیدہ اور مسخرہ سا آدمی ہے''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''ہاں۔ بظاہر وہ ایسا ہی ہے لیکن دراصل وہ بے حد ذہین اور معاملہ فہم آدمی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ وہ یہاں آ رہا ہے تو اس کے ساتھ کام کر کے تم بہت کچھ سیکھ سکو گی اور یہ تجربہ ہمیشہ تمہارے کام آئے گا''...... باس نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ پرنسز سدرہ کوئی جواب دیتی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو باس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ سالار بول رہا ہوں''...... باس نے کہا۔

''رفاعی بول رہا ہوں۔ آپ کے پاس ہیرے اور تختیوں کی چوری کی تفصیلی رپورٹ موجود ہو گی''...... دوسری طرف سے ڈپٹی سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

''یس سر۔ ہم اس پر کام کر رہے ہیں''...... اعظم سالار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''حکومت کی خصوصی درخواست پر اس مشن پر کام کرنے کے لئے پاکیشیا کے ایک ایجنٹ علی عمران تشریف لائے ہیں۔ وہ اس وقت میرے آفس میں موجود ہیں۔ آپ اس فائل کی ایک کاپی میرے آفس بھجوا دیں تاکہ یہ فائل ان کے حوالے کی جا سکے''۔ ڈپٹی سیکرٹری نے کہا۔

''میں ذاتی طور پر عمران صاحب سے واقف ہوں۔ ہم ان کے ساتھ مل کر کام کرنے کے لئے تیار ہیں۔ میری ایجنسی کی سپر ایجنٹ پرنسز سدرہ اس فائل پر کام کر رہی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اور پرنسز سدرہ آپ کے آفس آ کر علی عمران صاحب سے ملاقات کر لیں تاکہ آئندہ کا لائحہ عمل مل کر تیار کیا جا سکے''۔ سالار نے کہا۔

''میں ان سے بات کر کے پھر آپ کو فون کرتا ہوں''...... ڈپٹی سیکرٹری نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو سالار نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

''رفاعی صاحب تو اس انداز میں بات کر رہے تھے جیسے وہ اس کیس میں ہمیں شامل ہی نہ کرنا چاہتے ہوں''...... پرنسز سدرہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ظاہر ہے ان کا اعتماد عمران پر ہو گا لیکن مجھے یقین ہے کہ

عمران کو جب ہمارے بارے میں علم ہوگا تو وہ ہمارے ساتھ مل کر کام کرنے کے لئے ہاں کر دے گا''...... اعظم سالار نے جواب دیا اور پھر تقریباً دس منٹ بعد فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی تو اعظم سالار نے نہ صرف رسیور اٹھایا بلکہ لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

''رفاعی بول رہا ہوں''...... ڈپٹی سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

''لیس سر۔ اعظم سالار بول رہا ہوں''...... اعظم سالار نے قدرے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''عمران صاحب بذات خود آپ کے پاس آ رہے ہیں۔ میرا ڈرائیور انہیں میری گاڑی پر وہاں لے جانے کے لئے یہاں سے نکل چکا ہے۔ آپ پلیز ان سے ایسی کوئی بات نہ کریں جس سے وہ ناراض ہو کر واپس چلے جائیں۔ ہمیں یہ ہیرا اور تختیاں ہر صورت میں واپس چاہئیں''...... رفاعی نے کہا۔

''آپ بے فکر رہیں جناب۔ ہم عمران صاحب سے مکمل اور بھرپور تعاون کریں گے''...... اعظم سالار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''پرنسز سدرہ کو بھی پلیز سمجھا دیں۔ وہ جلدی ناراض ہو جاتی ہیں''...... دوسری طرف سے رفاعی نے کہا تو پرنسز سدرہ بے اختیار مسکرا دی۔

''آپ قطعی بے فکر رہیں جناب۔ پرنسز سدرہ سے میری پہلے ہی بات ہو چکی ہے۔ وہ بھی عمران صاحب سے بھرپور تعاون کرے

گی۔ اس کیس پر چونکہ پرنسز سدرہ ہی کام کر رہی ہے اس لئے وہ انہیں بریف کرے گی اور ان کے ساتھ کام بھی کرے گی''۔ اعظم سالار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو اعظم سالار نے رسیور رکھ کر انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے دو بٹن پریس کر دیئے۔

''لیس باس''...... دوسری طرف سے اس کے سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

''رفاعی صاحب کی سرکاری گاڑی میں ان کا سرکاری ڈرائیور ایک مہمان کو یہاں لے کر آ رہا ہے۔ انہیں آپ نے میرے آفس تک پہنچانا ہے''...... اعظم سالار نے کہا۔

''لیس سر''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اعظم سالار نے رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد آفس کے دروازے پر دستک ہوئی اور اس کے ساتھ ہی دروازے کو دھکیل کر کھول دیا گیا تو اعظم سالار اور پرنسز سدرہ کی نظریں دروازے پر جم سی گئیں۔ دروازے سے ایک نوجوان اندر داخل ہوا جس کے چہرے پر ایسی معصومیت موجود تھی جیسے وہ ابھی تک ایسا بچہ ہو جسے دنیا کی ہوا تک نہ لگی ہو۔ اس نے پینٹ اور لیدر کی جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ جسمانی لحاظ سے وہ خاصا مضبوط نظر آ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔

''السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ''...... آنے والے نے بڑے

خشوع وخضوع سے سلام کرتے ہوئے کہا۔

‘‘وعلیکم السلام عمران صاحب۔ آپ مجھے تو پہچان گئے ہوں گے۔ میرا نام اعظم سالار ہے اور یہ میری ایجنسی کی سپر ایجنٹ پرنسز سدرہ ہے۔ جس کیس پر کام کرنے کے لئے آپ پاکیشیا سے قاہرہ تشریف لائے ہیں اس پر پرنسز سدرہ ہی کام کر رہی ہے’’۔ اعظم سالار نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

‘‘صرف سالار نہیں سالار اعظم۔ بڑے طویل عرصے بعد آپ سے ملاقات میرے لئے واقعی مسرت کا باعث ہے’’...... عمران نے بڑے پرجوش انداز میں مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

‘‘تھینکس۔ مجھے بھی آپ سے ملاقات کر کے بے حد مسرت ہوئی ہے’’...... سالار اعظم نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر جیسے ہی اعظم سالار نے عمران کا ہاتھ چھوڑا تو پرنسز سدرہ نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

‘‘سوری۔ ہم خواتین سے مصافحہ نہیں کیا کرتے بلکہ ان کا احترام آداب سے کرتے ہیں’’...... عمران نے پرنسز سدرہ کا بڑھا ہوا ہاتھ نظرانداز کر کے سینے پر ہاتھ رکھ کر سر جھکاتے ہوئے کہا تو پرنسز سدرہ نے ایک جھٹکے سے ہاتھ واپس کھینچ لیا۔

‘‘شش۔ شش۔ شکریہ’’...... پرنسز سدرہ نے رک رک کر کہا اور پھر تیزی سے مڑ کر اپنی کرسی پر اس طرح بیٹھ گئی جیسے عمران کو بتا رہی ہو کہ اسے بھی اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ عمران، پرنسز سدرہ کا ردعمل دیکھ کر مسکرا دیا اور پھر سائیڈ پر موجود کرسی پر بیٹھ گیا۔

‘‘عمران صاحب۔ آپ کیا پینا پسند کریں گے’’...... اعظم سالار نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

‘‘جو پرنسز سدرہ میرے لئے پسند کریں’’...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

‘‘مم۔ میں۔ کیا مطلب۔ آپ اپنی پسند بتائیں۔ یہ کیا بات ہوئی’’...... پرنسز سدرہ نے کہا۔ وہ عمران کی اس بات پر واقعی بوکھلا گئی تھی کیونکہ اس کے ذہن کے مطابق عمران کا یہ فقرہ خواتین کے لئے اپنے اندر کچھ اور معنی رکھتا تھا اور اس کے مطابق عمران نے یہ فقرہ کہہ کر یہ پیغام دیا ہے کہ وہ اس میں دلچسپی لے رہا ہے اور اس کے اس قدر قریب آنا چاہتا ہے کہ اس کی پسند کا مشروب پینا چاہتا ہے اس لئے وہ واقعی بوکھلا گئی تھی۔

‘‘عمران صاحب۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ مشروب میں ایپل جوس پسند کرتے تھے۔ میں ابھی منگوا لیتا ہوں’’...... اعظم سالار نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر انٹرکام کا رسیور اٹھا کر اس نے کسی سے تین گلاس ایپل جوس لانے کا حکم دیا اور رسیور رکھ دیا۔

‘‘عمران صاحب۔ میرا خیال تھا کہ آپ ہمیں رفائی صاحب کے آفس میں کال کریں گے لیکن آپ کی مہربانی کہ آپ ازخود یہاں چلے آئے’’...... اعظم سالار نے کہا۔

‘‘تمہارا مطلب ہے کہ میں اس کیس پر کام کرنے کی بجائے

واپس پاکیشیا چلا جاؤں"...... عمران نے کہا تو اعظم سالار کے ساتھ ساتھ پرنسز سدرہ کے چہرے پر بھی حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"یہ کیسے آپ نے سوچ لیا۔ میں تو آپ کے آنے سے پہلے پرنسز سدرہ سے یہی بات کر رہا تھا کہ ہمارے لئے آپ کے ساتھ کام کرنا ایک اعزاز ہے"...... سالار نے کہا۔

"اگر تم اتنی تکلف سے بھرپور باتیں کرو گے جیسے کسی اجنبی سے کی جاتی ہیں تو مجھے واپس پاکیشیا ہی بھاگنا پڑے گا۔ جہاں تک پرنسز سدرہ کا تعلق ہے تو مجھے یہ دیکھ کر بے حد افسوس ہوا ہے کہ اس قدر خوبصورت پرنسز گونگی ہے اور سنا ہے کہ جو گونگا ہوتا ہے وہ بہرہ بھی ہوتا ہے"...... عمران نے کہا۔

"ارے۔ ارے۔ پرنسز گونگی بہری نہیں ہیں"...... سالار نے چونک کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"ابھی تک انہوں نے صرف شکریہ کا لفظ ہی بولا ہے۔ میں سمجھا شاید یہی ایک لفظ ہی انہیں بولنا آتا ہے ورنہ خواتین ہوں اور خاموش رہیں"...... عمران نے کہا تو اس بار پرنسز سدرہ بے اختیار ہنس پڑی۔ شاید عمران نے اسے خوبصورت کہا تھا اس لئے اس کا مصافحہ نہ کرنے کی وجہ سے بگڑا ہوا موڈ بحال ہو گیا تھا۔

"آپ خاموش ہوں گے تو میں بولوں گی"...... پرنسز سدرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اصل مسئلہ یہ ہے کہ آپ کی اور میری زبان تبدیل ہو گئی ہے

اس لئے آپ مردوں کی طرح سرے سے بولتی ہی نہیں ہیں اور میں زیادہ بولتا ہوں"...... عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا تو اس بار اعظم سالار کے ساتھ ساتھ پرنسز سدرہ بھی بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"سالار۔ یہ بتاؤ کہ خوبصورت عورتیں ہنستے ہوئے مزید خوبصورت کیوں لگنے لگ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خوبصورت بناتے وقت ضرور ہنسایا ہوگا"...... عمران نے کہا۔

"آپ مجھے بار بار خوبصورت کہہ رہے ہیں۔ کیا میں آپ کو پسند آ گئی ہوں"...... پرنسز سدرہ نے بڑے بے باک سے لہجے میں کہا تو عمران کے چہرے کے تاثرات یکلخت بدل گئے۔

"اصل میں آپ کا نام بے حد خوبصورت ہے۔ سدرہ۔ واہ۔ کیا خوبصورت نام ہے اور پھل بھی خوبصورت ہے"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"پھل۔ کیا مطلب عمران صاحب۔ کس پھل کی بات کر رہے ہیں آپ"...... اعظم سالار نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ پرنسز سدرہ بھی حیرت بھری نظروں سے عمران کو دیکھنے لگی۔

"سدرہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے بیری کا درخت اور بیری کانٹے دار تو ضرور ہوتی ہے لیکن بیر بہرحال میرا پسندیدہ پھل ہے"...... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا تو سدرہ کا ایک بار پھر منہ بن گیا۔ شاید اسے آج تک اپنے نام کے

مطلب کا بھی علم نہیں تھا۔

''عمران صاحب۔ آپ اکیلے آئے ہیں یا آپ کے ساتھی بھی آپ کے ساتھ ہیں''...... اعظم سالار نے کہا۔

''فی الحال میرا ایک شاگرد میرے ساتھ ہے۔ اس کا نام ہے ٹائیگر اور وہ ہے بھی ٹائیگر۔ ہنٹر کے سوا اور کسی کے قابو میں نہیں آتا''...... عمران نے کہا۔

''آپ کا شاگرد جو ہوا''...... اعظم سالار نے ہنستے ہوئے کہا اور پرنسز سدرہ نے صرف سر ہلانے پر اکتفاء کیا۔

''تمہاری ایجنسی نے ہیرے اور قدیم تختیوں کے ضمن میں جو انکوائری کی ہے اس کی فائل تو بنائی ہو گی''...... عمران نے اچانک سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ اس کیس پر پرنسز سدرہ کام کر رہی ہے۔ ان کا سیکشن ہیڈکوارٹر علیحدہ ہے۔ اگر آپ وہاں جانا چاہیں تو وہاں فائل موجود ہے یا آپ حکم دیں تو فائل یہاں منگوا لی جائے''...... سالار نے کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

''مجھے فوری اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے کل جمال پاشا صاحب سے ملاقات کا وقت لیا ہوا ہے۔ انہوں نے کل دوپہر ڈیڑھ بجے ملاقات کا وقت دیا ہے۔ اس سے پہلے مجھے فائل چاہئے''۔ عمران نے کہا۔

''کیا آپ نے جمال پاشا صاحب کو اس کیس کے سلسلے میں

بریفنگ دینی ہے''...... اعظم سالار نے چونک کر اور حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ بلکہ ان سے تختیوں پر لکھی گئی تحریر کے بارے میں کچھ باتیں پوچھنی ہیں''...... عمران نے کہا۔

''میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی۔ مجھے جمال پاشا صاحب سے بے حد عقیدت ہے۔ ان سے ملاقات میرے لئے ہمیشہ بے حد مسرت کا باعث بنتی ہے لیکن وہ اب کافی بوڑھے ہو گئے ہیں۔ اکثر بیمار رہتے ہیں اس لئے ان سے ملاقات کا وقت ہی نہیں ملتا''۔ خاموش بیٹھی ہوئی پرنسز نے یکلخت تیز تیز لہجے میں کہا۔

''گڈ۔ آپ ضرور میرے ساتھ چلیں۔ بزرگوں سے ملاقات ہمیشہ باعث رحمت ہوتی ہے۔ ٹھیک ہے۔ آپ فائل لے کر کل ڈیڑھ بجے جمال پاشا صاحب کی رہائش گاہ پر پہنچ جائیں۔ میں بھی وہاں پہنچ جاؤں گا۔ فائل بعد میں دیکھ لیں گے''...... عمران نے کہا۔

''اوکے۔ میں پہنچ جاؤں گی''...... پرنسز سدرہ نے کہا تو عمران اٹھ کھڑا ہوا اور پھر اعظم سالار اسے باہر چھوڑنے گیا جبکہ پرنسز سدرہ ایک طرف موجود اپنی کار کی طرف بڑھ گئی۔

جیپ تیزی سے دوڑتی ہوئی صحرا میں آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ یہ صحرا دور دور تک پھیلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ ریت کے اونچے نیچے ٹیلے ہر طرف بکھرے ہوئے تھے لیکن دور ایک اونچے ٹیلے پر لہراتا ہوا جھنڈا اتنے فاصلے سے بھی نظر آ رہا تھا۔ جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک مقامی آدمی تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر ایک یورپی نژاد آدمی بیٹھا ہوا تھا اور عقبی سیٹ پر دو مقامی آدمی ہاتھوں میں مشین گنیں پکڑے خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ جیپ ریت پر بھی خاصی تیزی سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی کیونکہ یہ طاقتور انجن کی حامل جیپ خصوصی طور پر ریت پر دوڑنے کے لئے بنائی گئی تھی۔ اس کے ٹائر خصوصی ساخت کے تھے۔ اچانک جیپ میں موجود سب افراد بے اختیار چونک پڑے کیونکہ ایک ٹیلے کی اوٹ سے یکلخت ایک خاکی رنگ کی جیپ جس کے سامنے مصر کا جھنڈا لہرا رہا

تھا، نکلی اوراس کے ساتھ ہی سائرن بجنے کی آواز سنائی دی۔

"جیپ روک لو"...... یورپی نژاد نے کہا تو ڈرائیور نے ایک جھٹکے سے جیپ روک دی۔ آنے والی سرکاری جیپ کا سائرن بھی اس جیپ کو رکتے دیکھ کر بند ہو گیا۔ جیپ تیزی سے چلتی ہوئی اس جیپ کے قریب پہنچی اور پھر جیپ سے خاکی رنگ کی یونیفارم اور سیاہ رنگ کی ٹوپیاں پہنے مشین گنوں سے مسلح افراد جمپ لگا کر اترے۔ ان کی تعداد تین تھی جبکہ دو کے پاس مشین گنیں تھیں اور ایک خالی ہاتھ تھا لیکن اس کے کاندھوں پر موجود سٹار بتا رہا تھا کہ یہ کیپٹن ہے اور سینے پر موجود بیج پر عظمت لکھا ہوا تھا۔ یہ مصر کی صحرائی پولیس تھی جسے فوج کے انداز میں ٹریننگ دی گئی تھی۔ لق و دق اور وسیع و عریض صحرا میں انہوں نے خفیہ چیک پوسٹیں بنائی ہوئی تھیں اور انہیں وسیع اختیارات دیئے گئے تھے۔ یہ جس کو بھی چاہیں چیک کر سکتے تھے اور جسے چاہیں گولی مار کر ریت میں دبا سکتے تھے جہاں نجانے کتنے سالوں تک لاشیں دبی رہتی تھیں۔ ان کی جیپیں صحرا میں گشت کرتی رہتی تھیں۔ انہیں ڈیزرٹ فورس یا ڈی ایف کہا جاتا تھا۔ یہ جیپ بھی ڈی ایف کی تھی۔

"آپ ادھر کہاں جا رہے ہیں"...... کیپٹن عظمت نے آگے بڑھ کر ڈرائیور سے کہا۔

"میں آ رہا ہوں کیپٹن"...... سائیڈ پر بیٹھے یورپی نژاد نے کہا اور جیپ سے نیچے اتر آیا تو کیپٹن عظمت گھوم کر جیپ کی دوسری

سائیڈ پر آ گیا۔

“میرا نام نکسن ہے اور میرا تعلق یورپی ملک سٹونیا سے ہے۔ میں سٹونیا کی نیشنل یونیورسٹی میں دنیا کی قدیم تاریخ کا پروفیسر ہوں اور یہاں مصر میں مطالعاتی دورے پر آیا ہوا ہوں۔ یہ دونوں گارڈز ہیں اور تیسرا ڈرائیور ہے۔ یہ تینوں مقامی ہیں اور یہاں کی وزارت نے انہیں میرے ساتھ مقرر کیا ہے۔ یہ میرا کارڈ ہے”...... نکسن نے جیب سے پرس نکال کر اس میں سے ایک پلاسٹک کوٹ کیا ہوا کارڈ نکال کر کیپٹن عظمت کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ کیپٹن عظمت نے کارڈ کو الٹ پلٹ کر غور سے دیکھا اور پھر اس نے جیپ کے اندر نظریں دوڑائیں۔

“آپ فی الوقت کہاں جا رہے ہیں”...... کیپٹن عظمت نے کارڈ واپس کرتے ہوئے کہا۔

“رائل ویلی میں ایک علاقہ ہے کوئن ایریا۔ وہاں جا رہا ہوں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ وہاں کوئی نیا چھوٹا اہرام دریافت ہوا ہے اور اس اہرام سے انتہائی قیمتی چیزیں برآمد ہوئی ہیں۔ وہاں پروفیسر اسمٹ کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے مجھے دعوت دی ہے کہ میں بھی اس اہرام کو اندر سے دیکھ سکتا ہوں”...... نکسن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

“او کے۔ ٹھیک ہے۔ آئی ایم سوری کہ آپ کا وقت ضائع ہوا۔ آپ جا سکتے ہیں”...... کیپٹن عظمت نے مسکراتے ہوئے کہا اور پیچھے ہٹ گیا۔

“تھینک یو کیپٹن”...... نکسن نے کارڈ کو واپس جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور پھر آگے بڑھ کر وہ جیپ کی سائیڈ سیٹ پر اچھل کر بیٹھ گیا۔

“چلو ڈرائیور”...... نکسن نے ڈرائیور سے کہا تو ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ایک جھٹکے سے جیپ آگے بڑھا دی۔ ابھی وہ تھوڑا ہی آگے گئے تھے کہ نکسن کی جیب سے ٹوں ٹوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ نکسن نے جیب سے ایک جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر نکالا اور اس کی سکرین پر موجود فریکونسی دیکھ کر اس نے اس کا بٹن دبا کر اسے آن کر دیا۔

“ہیلو۔ ہیلو۔ جیگر کالنگ۔ اوور”...... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

یس۔ نکسن اٹنڈنگ یو۔ اوور”...... نکسن نے نرم لہجے میں کہا۔

“آپ ابھی تک نہیں پہنچے۔ پروفیسر اسمٹ بار بار پوچھ رہے ہیں۔ اوور”...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

“میں راستے میں ہوں۔ ڈی ایف نے چیکنگ کے لئے روک لیا تھا۔ اب انہوں نے کلیئر کیا ہے تو ہم آ رہے ہیں۔ ہم فلیگ ایریا سے گزر رہے ہیں۔ اوور”...... نکسن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

“او کے۔ اوور اینڈ آل”...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس

کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو نکسن نے ٹرانسمیٹر آف کر کے اسے کوٹ کی جیب میں ڈال لیا۔ پھر صحرا میں تقریباً دو گھنٹے کے مزید سفر کے بعد جیپ ایک چھوٹے سے اہرام کے قریب جا کر رک گئی۔ یہ اہرام بڑے اہراموں کے سامنے بچہ سا دکھائی دیتا تھا۔ اہرام کے دائیں طرف باقاعدہ راستہ بنا ہوا تھا جس کے باہر دو مسلح مقامی آدمی موجود تھے۔ جیپ رکتے ہی وہ دونوں یکلخت چوکنا ہو گئے۔ نکسن جیپ سے نیچے اترا اور وہ دونوں اس کی طرف بڑھے۔

''اجازت کا کارڈ''...... ان میں سے ایک نے قدرے سخت لہجے میں کہا تو نکسن نے بغیر کوئی جواب دیئے جیب سے ایک کارڈ نکال کر اس مقامی مسلح آدمی کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

''یہ لے جاؤ اور چیک کر کے لاؤ''...... اس مسلح آدمی نے دوسرے آدمی سے کہا تو وہ کارڈ لے کر مڑا اور تیزی سے اہرام کے اس راستے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے کے قریب ہی ایک باکس زمین پر رکھا ہوا تھا جس پر سرخ رنگ کا دائرہ سا بنا ہوا تھا۔ مسلح گارڈ نے کارڈ کو اس باکس میں ڈال دیا اور باکس کے اوپر ایک بٹن پریس کیا تو چند لمحوں بعد کٹک کی آواز کے ساتھ ہی کارڈ باہر آ گیا۔ مسلح گارڈ نے کارڈ اٹھا لیا اور پھر واپس آ کر اس نے کارڈ نکسن کے حوالے کر دیا۔

''صاحب اوکے ہیں''...... اس مسلح آدمی نے اپنے ساتھی سے کہا۔

''اوکے سر۔ آپ جا سکتے ہیں۔ البتہ آپ کی جیپ اور ساتھی باہر ہی رہیں گے''...... اس مسلح آدمی سے کہا تو نکسن نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر اہرام کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ کراس کر کے وہ ایک بڑے ہال میں پہنچ گیا جو اہرام کا اندرونی حصہ تھا۔ وہاں نکسن کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ کسی صدیوں پرانی عمارت میں پہنچ گیا ہو اور تھا بھی ایسا ہی۔ یہ اہرام صدیوں پہلے ایک شہزادے کے مقبرے کے طور پر بنایا گیا تھا۔ وہاں چار افراد موجود تھے جو عجیب سی مشینری کے ذریعے اہرام کے فرش پر کام کر رہے تھے جبکہ ایک سفید بالوں والا بوڑھا آدمی ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی تین مزید کرسیاں موجود تھیں جن میں سے ایک کرسی پر نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ بوڑھا اور نوجوان یورپی نژاد تھے۔ نکسن نے اندر داخل ہو کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس کونے کی طرف بڑھ گیا جہاں بوڑھا اور نوجوان موجود تھے۔ نکسن کے قریب پہنچنے پر وہ نوجوان اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''میرا نام نکسن ہے''...... نکسن نے قریب جا کر کہا۔

''نکسن تم یہاں بیٹھو۔ میں پروفیسر اسمٹ ہوں''...... بوڑھے آدمی نے اٹھنے کی بجائے بیٹھے بیٹھے مسکراتے ہوئے کہا تو نکسن سر ہلاتا ہوا ساتھ پڑی خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''پروفیسر صاحب۔ آپ کی ارجنٹ کال نے ہم سب کو پریشان کر دیا ہے''...... نکسن نے آہستہ سے بوڑھے پروفیسر سے کہا۔

''یہاں ایک خفیہ خزانہ موجود ہے''...... پروفیسر نے آہستہ سے کہا تو نکسن بے اختیار اچھل پڑا۔

''خزانہ۔ کیا مطلب۔ کیسا خزانہ۔ آپ کا مطلب قدیم دور کے سکوں سے ہے''...... نکسن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''جس شہزادے کا یہ مقبرہ ہے اس کی ملکیت میں جو سونا اور جواہرات تھے وہ بھی یہاں دفن کر دیئے گئے تھے جواب بھی پوری مقدار میں موجود ہیں۔ مصر کے ماہرین کو ان کا علم ہی نہیں ہے ورنہ وہ سب کچھ نکال کر لے جاتے اور قومی میوزیم میں رکھ دیتے''۔ پروفیسر اسمٹ نے آہستہ سے کہا۔

''مصری ماہرین آثار قدیمہ نے پہلے اس مقبرے کی ہر قابل ذکر چیزیں یہاں سے شفٹ کی۔ اس کے بعد ہی انہوں نے ہمیں یہاں کے مطالعے کی اجازت دی جبکہ انہوں نے جدید ترین مشینری کی مدد سے اس پورے مقبرے کو اچھی طرح کھنگال لینے کے بعد ہی اسے اوپن کیا۔ پھر یہ خزانہ کہاں سے آ گیا اور آپ نے اسے کیسے دریافت کیا''...... نکسن کے لہجے میں نہ صرف حیرت تھی بلکہ اس کا انداز ایسے تھا جیسے اسے پروفیسر اسمٹ کی بات پر یقین نہ آ رہا ہو۔

''مصری ماہرین نے جو جدید مشینری چیکنگ کے لئے استعمال کی ہے وہ صرف ماڈل کے لحاظ سے جدید ہے۔ جدید ریسرچ کے مطابق اہراموں کے فرش کو سیلکون کے آمیزے کیلیشم سلیکیٹ سے تیار کیا جاتا ہے جس کا ذکر ایک قدیم تختی پر بھی موجود ہے۔ اس تختی کے مطابق ریت اور چونے کی آمیزش سے ایک ایسا آمیزہ تیار کیا گیا ہے جو انتہائی دیر پا اور طاقتور ہوتا ہے۔ اسے جدید دور میں کیلیشم سلیکیٹ کہا جاتا ہے۔ کیلیشم سلیکیٹ کو فوٹو ریز کراس نہیں کر سکتی اس لئے فوٹو ریز کی مشین کیلیشم سلیکیٹ کے نیچے جو کچھ ہے اس کی تصویر نہیں بنا سکتی اور اہراموں میں یہ آمیزہ صرف فرش پر استعمال کیا گیا ہے دیواروں پر نہیں اس لئے فوٹو ریز پورے اہرام کو چیک کر سکتی ہیں سوائے فرش کے اس لئے اس مشینری نے یہی ظاہر کرنا ہے کہ فرش میں کچھ نہیں ہے لیکن ہم نے اس نظریئے کو سامنے رکھتے ہوئے ایک ایسی مشینری ایجاد کی ہے جس کے تحت فوٹو ریز کیلیشم سلیکیٹ کے آمیزے کی موٹی تہہ سے گزر کر نیچے موجود ہر چیز کو سکرین پر لے آتی ہے جس کی بعد میں سکیننگ کر کے تصاویر تیار کی جا سکتی ہیں۔ اس جدید ترین مشین کا تجربہ کرنے کے لئے ہم یہاں مصر آئے ہیں اور اس پہلے اہرام میں ہی نہ صرف ہماری مشین کامیاب ہو گئی ہے بلکہ اس اہرام میں بہت بڑا خزانہ بھی سامنے آ گیا ہے''...... پروفیسر اسمٹ نے تفصیل سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ ویری سٹرینج۔ یہ تو کمال ہو گیا۔ کہاں ہیں تصاویر۔ مجھے دکھائیں''...... نکسن نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ابھی تم مشینری کی سکرین پر دیکھ سکتے ہو۔ اس کی کمپیوٹر پر

سکیننگ کر کے تصاویر بنائی جائیں گی''...... پروفیسر اسمٹ نے کہا اور پھر جیب سے ایک کیمرہ نکال لیا۔ بظاہر دیکھنے میں یہ ایک عام سا کیمرہ ہے۔

''یہ تو عام سا کیمرہ ہے''...... نکسن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ اسے اس انداز میں بنایا گیا ہے تاکہ کسی کو اس پر شک نہ ہو سکے اور کوئی اس کی اصلیت نہ جان سکے۔ اس کا ایک بٹن پریس کر دو تو یہ واقعی ایک عام ڈیجیٹل کیمرہ بن جاتا ہے اور یہ باقاعدہ تصاویر بھی اتارتا ہے لیکن دوسرا بٹن پریس کرنے سے یہ فوٹو ریز مشین بن جاتی ہے۔ تم دیکھو ہمیں کتنے دن یہاں ہو گئے ہیں لیکن کسی کو آج تک اس پر شک نہیں پڑا کیونکہ کیمرہ سیاح کے لئے لازم و ملزوم سمجھا جاتا ہے''...... پروفیسر اسمٹ نے کہا اور پھر اس نے کیمرے کا ایک بٹن پریس کیا تو سکرین پر جھماکے سے ہونے لگے۔ چند لمحوں بعد سکرین پر چند قدیم ترین دور کے زیورات کی دھندلی سی شبیہہ نظر آنے لگ گئی۔

''یہ تو خاصی دھندلی ہے''...... نکسن نے کہا۔

''ابھی کلیئر ہو جائے گی''...... پروفیسر اسمٹ نے ایک اور بٹن پریس کرتے ہوئے کہا تو تصویر نہ صرف کلوز اپ میں آ گئی بلکہ پہلے کی نسبت خاصی واضح بھی ہو گئی۔

''اوہ۔ اوہ ہاں۔ یہ واقعی قدیم دور کے زیورات ہیں اور سونے

کے ہیں۔ ان میں جواہرات بھی ہیں لیکن یہاں کتنا ذخیرہ ہے''۔ نکسن نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میرے خیال میں کافی ذخیرہ ہے۔ یہ تو اس جگہ کی کھدائی کے بعد ہی سامنے آئے گا''...... پروفیسر اسمٹ نے کہا۔

''لیکن آپ کیا کہتے ہیں۔ یہ خزانہ ہم اڑا لیں گے لیکن یہ سوچ لیں کہ ہم ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔ یہاں جگہ جگہ چیکنگ ہوتی ہے۔ ایئر پورٹ پر نکاسی کے تمام راستوں پر آثار قدیمہ کے سلسلے میں انتہائی سخت ترین چیکنگ ہوتی ہے اور اگر کوئی ایسا اسمگلنگ کا آدمی پکڑا جائے تو اس کی کم سے کم سزا موت ہے۔ یہاں مقامی عدالتیں چند روز میں فیصلہ کر کے سزائے موت پر عمل درآمد کرا دیتی ہیں''...... نکسن نے کہا۔

''مجھے معلوم ہے یہ سب کچھ۔ میں نے اس لئے تمہیں کال نہیں کیا کہ تم یہاں آ کر مجھے لیکچر دو۔ تمہارا تعلق سفارت خانے سے ہے۔ تم نے یہ زبردست اور شاندار خزانہ دیکھ لیا ہے۔ اب تم واپس جاؤ اور ہمارے ملک کے حکام کے ساتھ مل کر کوئی ایسا طریقہ تیار کرو کہ ہم یہاں سے یہ خزانہ خاموشی سے اپنے ملک منتقل کر سکیں۔ ہمارا ملک باقی تمام یورپی ممالک میں سب سے غریب ہے لیکن اگر ہم مصر کے خزانوں کو نکال کر اپنے ملک لے جائیں تو ہمارا ملک خوشحال ہو جائے گا۔ ہمیں تاریخ سے زیادہ اپنے ملک کے عوام کی فکر ہے''...... پروفیسر اسمٹ نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آپ یہ کیمرہ مجھے دیں۔ میں اس سے تصاویر تیار کر کے انہیں سفارتی بیگ میں ڈال کر اپنے ملک بھجواتا ہوں اور وہاں اعلیٰ حکام سے رابطہ کر کے ان سے احکامات لے کر آپ تک پہنچا دوں گا''...... نکسن نے کہا۔

''کیمرے کو ابھی میرے پاس رہنے دیں۔ ہم یہاں ایک ہفتہ مزید ہیں۔ تم انہیں صرف زبانی بتا دو کہ اس خزانے کے لئے پالیسی کیا ہونی چاہئے''...... پروفیسر اسمٹ نے کہا۔

''پروفیسر صاحب مجھے اعلیٰ حکام کو یہ بھی بتانا پڑے گا کہ پہلے کس گروپ نے نیشنل میوزیم سے قدیم تاریخی تختیاں چوری کی ہیں۔ ایک بڑا قدیم تاریخی ہیرا بھی چوری کر لیا گیا ہے۔ اس پر نہ صرف مصر کے تمام اعلیٰ حکام اور ایجنسیاں الرٹ ہو گئی ہیں بلکہ حکومت مصر نے ایشیا کے ملک پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کو ان تختیوں اور ہیرے کی برآمدگی کے لئے کال کیا ہے جہاں سے ایک سپر ایجنٹ علی عمران مصر پہنچ چکا ہے اور اسے دنیا کا خطرناک ترین ایجنٹ کہا جاتا ہے۔ ظاہر ہے اس کے ساتھی خفیہ طور پر کام کر رہے ہوں گے۔ اگر مصری حکومت کو کسی طرح اس معاملے کی بھنک پڑ گئی تو یہ عمران اور اس کے ساتھی ہمارے خلاف بھی کام کر سکتے ہیں''۔ نکسن نے کہا۔

''تم اس قدر خوفزدہ کیوں ہو۔ میں نے یہ تو نہیں کہا کہ تم ان زیورات کو جیب میں ڈال کر اپنے ملک سلاوان چلے جاؤ۔ جو میں

نے کہا ہے وہ کرو۔ باقی تم علیحدہ ہو جاؤ۔ ہم سب کام کر لیں گے۔ میں یہاں سے ٹرانسمیٹر پر اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا کیونکہ نشریات چیک بھی ہو سکتی ہیں''...... پروفیسر اسمٹ نے کہا۔

''اوکے۔ میں بات کرتا ہوں۔ مجھے اجازت دیجئے''...... نکسن نے اٹھتے ہوئے کہا تو جیگر بھی اٹھ کھڑا ہوا جبکہ پروفیسر اسمٹ کرسی پر بیٹھا رہا۔

''اوکے''...... پروفیسر اسمٹ نے کہا تو نکسن دروازے کی طرف مڑ گیا۔ جیگر اس کے ساتھ تھا۔

''نکسن صاحب۔ پروفیسر صاحب کی باتوں پر ناراض نہ ہونا۔ ان کا مزاج ہی ایسا ہے۔ ان کا یہ کہنا درست ہے کہ ہم اگر یہ زیورات نکال کر لے جائیں تو ہمارے ملک کو بہت فائدہ ہو گا اور جہاں تک میرا خیال ہے یہاں ہر اہرام اور مقبرے میں زیورات کی صورت میں سونے اور جواہرات کے خزانے بکھرے پڑے ہیں''...... جیگر نے کہا۔

''ہاں۔ تمہاری بات ٹھیک ہے لیکن حالات بے حد سخت ہیں۔ بہرحال فیصلہ حکام نے کرنا ہے''...... نکسن نے کہا تو جیگر اسے دروازے تک چھوڑ کر واپس آ گیا اور نکسن تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ایک طرف موجود اپنی جیپ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ٹیکسی مصر کے دارالحکومت قاہرہ کی سڑک پر تیزی سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ عقبی سیٹ پر ٹائیگر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنے اصل چہرے میں تھا۔ ٹیکسی میں ٹائیگر اکیلا تھا۔ وہ عمران کے ساتھ ہی پاکیشیا سے قاہرہ پہنچا تھا لیکن یہاں پہنچ کر عمران نے ٹائیگر کو نہ صرف اپنے سے علیحدہ کر دیا تھا بلکہ اس کے ذمے لگایا تھا کہ وہ ہیرے اور تختیاں چوری کرنے والے گروہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ ٹائیگر، عمران سے علیحدہ ہو کر ٹیکسی میں سوار ہو کر قاہرہ کے مشہور کوبرا کلب کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔

پاکیشیا سے یہاں آنے سے پہلے اس نے وہاں سے کوبرا کلب کے مالک اور جنرل مینجر شیرازی کی ٹپ حاصل کر لی تھی۔ شیرازی کی مصر کے اعلیٰ حکام کے ساتھ دوستی کے ساتھ ساتھ مصر میں کام

کرنے والی ہر قسم کی تنظیموں جن میں اسلحہ، ڈرگ کی اسمگلنگ اور ایسے ہی دوسرے کام کرنے والے گروپس سب کے ساتھ اس کے تعلقات رہتے تھے۔ چنانچہ ٹائیگر کا خیال تھا کہ شیرازی ان کے کام آ سکتا ہے۔ ٹائیگر نے شیرازی کے لئے جو ٹپ حاصل کی تھی وہ اس قدر کامیاب تھی کہ اسے یقین تھا کہ اس ٹپ کے حوالے کے بعد شیرازی اس کے ساتھ کام کرنے سے انکار کر ہی نہیں سکتا۔ اس وقت بھی وہ یہی باتیں سوچ رہا تھا کہ ٹیکسی کی رفتار آہستہ ہوئی اور پھر وہ تیزی سے مڑ گئی تو ٹائیگر نے چونک کر دیکھا اور اس کے ساتھ ہی اس کا ڈھیلا پڑا ہوا جسم تن سا گیا کیونکہ ٹیکسی کوبرا کلب کے کمپاؤنڈ گیٹ میں مڑی تھی۔ چار منزلہ عمارت پر جہازی سائز کا نیون سائن موجود تھا جس پر کوبرا کلب کے الفاظ مسلسل چمک رہے تھے۔ مین گیٹ کے قریب ٹیکسی رک گئی تو ٹائیگر نے میٹر دیکھ کر ایک بڑا نوٹ ٹیکسی ڈرائیور کی طرف بڑھا دیا۔

''باقی تمہاری ٹپ''...... ٹائیگر نے کہا اور ٹیکسی کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔

''شکریہ سر۔ لیکن کیا میں نے آپ کی واپسی کا انتظار کرنا ہے''۔ ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔

''نہیں۔ مجھے خاصی دیر لگ سکتی ہے۔ شکریہ''...... ٹائیگر نے کہا اور مڑ کر مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ مین گیٹ پر دو مسلح دربان موجود تھے۔ انہوں نے نہ صرف سلام کیا بلکہ شیشے کا دروازہ بھی

کھول دیا اور ٹائیگر اندر داخل ہوا۔ ہال کافی بڑا تھا اور اس وقت تقریباً بھرا ہوا تھا۔ ان میں امراء طبقہ کی تعداد زیادہ نظر آ رہی تھی۔ البتہ ایسے افراد بھی نمایاں تھے جن کو دیکھتے ہی اندازہ ہو جاتا تھا کہ ان کا تعلق زیر زمین دنیا سے ہے۔ ایک سائیڈ پر بڑا سا کاؤنٹر تھا جس پر چار افراد موجود تھے جن میں سے ایک نوجوان فون سننے میں مصروف تھا۔ دوسرا کاؤنٹر پر آنے والوں کو اٹنڈ کر رہا تھا جبکہ باقی دو آدمی ویٹرز کو سروس دینے میں مصروف تھے۔ ٹائیگر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔

''یس سر''..... آنے والوں کو اٹنڈ کرنے والے نوجوان نے ٹائیگر سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

''جنرل منیجر شیرازی صاحب سے ملاقات کرنی ہے''..... ٹائیگر نے کہا۔

''عاصم۔ ان صاحب کو اٹنڈ کرو''..... نوجوان نے فون سننے والے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یس سر۔ فرمائیے سر''..... نوجوان نے رسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے وہی فقرہ دوہرا دیا جو وہ اس سے پہلے دوسرے نوجوان کو کہہ چکا تھا۔

''کیا آپ کی ملاقات پہلے سے طے شدہ ہے''..... نوجوان نے پوچھا۔

''نہیں۔ لیکن مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ فوری مجھ سے مل لیں گے۔ آپ ان تک میری یہاں موجودگی کی اطلاع پہنچا دیں''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''یس سر۔ آپ کا نام''..... نوجوان نے رسیور کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

''میرا نام ٹائیگر ہے اور میرا تعلق پاکیشیا سے ہے''..... ٹائیگر نے کہا تو نوجوان بے اختیار چونک پڑا۔

''اوہ اچھا''..... نوجوان نے چونک کر کہا اور پھر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''کاؤنٹر سے عاصم بول رہا ہوں۔ یہاں کاؤنٹر پر ایک صاحب تشریف لائے ہیں ان کا نام ٹائیگر ہے اور ان کا تعلق پاکیشیا سے ہے۔ جی ایم صاحب سے ملاقات چاہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کے بارے میں اطلاع جی ایم صاحب تک پہنچا دی جائے تو فوری ملاقات ہو جائے گی''..... نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر دوسری طرف سے کچھ سن کر اس نے یس سر کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

''آپ منیجر صاحب سے مل لیں۔ جی ایم صاحب میٹنگ میں مصروف ہیں''..... عاصم نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

''منیجر کا آفس کہاں ہے''..... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''سائیڈ گلی میں''..... نوجوان نے ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے کہا تو ٹائیگر سر ہلاتا ہوا اس راہداری کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد

ٹائیگر مینجر کے آفس میں داخل ہو رہا تھا۔ آفس میں ایک ادھیڑ عمر آدمی سوٹ پہنے بیٹھا تھا۔

“میرا نام ٹائیگر ہے اور میرا تعلق پاکیشیا سے ہے”...... ٹائیگر نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

“اوہ۔ آپ تو ہمارے دوست ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔ تشریف رکھیں”...... مینجر نے اٹھ کر باقاعدہ مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

“شکریہ۔ شیرازی صاحب تک میرا نام پہنچا دیں۔ ان سے ایک ذریعے سے بات طے ہو چکی ہے”...... ٹائیگر نے کہا۔

“سوری ٹائیگر صاحب۔ آپ کا جو مسئلہ ہے مجھے بتا دیں۔ میں حاضر ہوں لیکن جی ایم صاحب سے ملاقات ممکن نہیں ہے”۔ مینجر کا لہجہ خشک ہو گیا تھا۔

“آپ ان تک میرا نام تو پہنچا دیں۔ اگر وہ انکار کریں گے تو میں واپس چلا جاؤں گا”...... ٹائگیر نے بھی قدرے سخت لہجے میں کہا۔

“آئی ایم سوری۔ ان کا اپنا شیڈول ہوتا ہے۔ ان سے بات نہیں ہو سکتی۔ وہ خود فون کر سکتے ہیں ہم نہیں”...... مینجر نے صاف جواب دیتے ہوئے کہا۔

“اوکے”...... ٹائیگر نے کہا اور پھر جیب سے سیل فون نکال کر اس نے اس پر انکوائری کا نمبر پریس کر دیا۔

“فون آپ باہر جا کر کریں”...... مینجر نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

“خاموش بیٹھے رہو ورنہ”...... ٹائیگر نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا تو مینجر اس طرح حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگا جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو کہ ایسی غراتی ہوئی آواز ٹائیگر کے منہ سے نکلی ہو گی۔

“چیف ایگزیکٹو آفس سے بول رہا ہوں۔ کوبرا کلب کے جنرل مینجر کا خصوصی نمبر بتا دیں”...... ٹائیگر نے تیز لہجے میں کہا اور مینجر یہ سن کر بے اختیار ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

“بیٹھ جاؤ ورنہ تمہارا عبرتناک حشر بھی ہو سکتا ہے”...... ٹائیگر نے پہلے سے زیادہ غراتے ہوئے لہجے میں کہا اور مینجر اس بار اس کی غراہٹ پر اس طرح کرسی پر بیٹھ گیا جیسے کسی نے اسے دھکا دے کر گرایا ہو۔

“اوکے”...... ٹائیگر نے کہا اور پھر رابطہ آف کر کے اس نے دوبارہ فون آن کیا اور تیزی سے بتائے گئے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

“جنرل مینجر شیرازی صاحب بول رہے ہیں”...... ٹائیگر نے کہا تو مینجر کا چہرہ اس طرح بگڑ گیا جیسے کسی نے اس کی شہ رگ پر انگوٹھا رکھ دیا ہو لیکن وہ ہونٹ بھینچے خاموش رہا۔

“میرا نام ٹائیگر ہے اور میرا تعلق پاکیشیا سے ہے”...... ٹائیگر

نے کہا۔

‘‘اوہ۔ اوہ۔ آپ کہاں ہیں۔ میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں’’۔ دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

‘‘اپنے مینجر سے پوچھیں کہ میں کہاں ہوں’’...... ٹائیگر نے کہا اور سیل فون مینجر کی طرف بڑھا دیا۔

‘‘یس سر۔ یس سر۔ یس سر’’...... مینجر نے جنرل مینجر کی بات سن کر تقریباً کانپتے ہوئے لہجے میں کہا اور سیل فون واپس ٹائیگر کی طرف بڑھا دیا۔

‘‘مم۔ مم۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ مجھے صاحب نے بتایا ہی نہیں ورنہ میں آپ کا شایان شان استقبال کرتا۔ آیئے تشریف لایئے۔ میں خود آپ کو چھوڑ آتا ہوں’’...... مینجر نے کہا اور مڑ کر عقبی طرف ایک دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کا لہجہ اس طرح بدل گیا تھا جیسے اس کی جون ہی بدل گئی ہو۔ ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلایا اور مینجر کے پیچھے چل پڑا۔ وہ چونکہ انڈر ورلڈ میں ہی رہتا تھا اس لئے اسے معلوم تھا کہ بعض جنرل مینجرز اپنا رعب اس طرح قائم رکھتے ہیں جیسا کہ شیرازی نے کر رکھا ہے کہ اس کا مینجر اس کی بات سن کر کانپنے لگ گیا تھا۔ پھر سیڑھیاں اتر کر ٹائیگر اور مینجر ایک اور راہداری میں پہنچ گئے۔ وہاں کوئی دربان موجود نہ تھا۔ مینجر نے دروازے کو دبا کر کھولا اور خود ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

‘‘شکریہ’’...... ٹائیگر نے کہا اور کمرے میں داخل ہوا تو میز کی

دوسری طرف بیٹھا ایک چوڑے چہرے اور پھیلے ہوئے جسم کا مالک آدمی جس نے ڈارک براؤن رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

‘‘میں شیرازی ہوں’’...... اس آدمی نے آگے بڑھ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

‘‘میں ٹائیگر ہوں۔ بیکاٹ نے آپ کو فون کیا ہو گا’’...... ٹائیگر نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

‘‘ہاں۔ اس کے فون کی وجہ سے تو آپ یہاں ہیں ورنہ میں تو مصر کے پرائم منسٹر سے بھی ملنے سے انکار کر دیتا ہوں لیکن بیکاٹ کے سامنے تو میں انکار نہیں کر سکتا۔ بیٹھیں’’...... شیرازی نے کہا۔

‘‘مجھے بھی یہی امید تھی۔ آپ کو شاید معلوم نہیں ہے کہ بیکاٹ اس وقت ورلڈ مافیا کا چیئرمین اس لئے ہے کہ میں ایسا چاہتا ہوں۔ گو میرا ورلڈ مافیا سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے لیکن میرے اشارے پر بیکاٹ ایک لمحے میں وہاں سے ہٹایا جا سکتا ہے’’...... ٹائیگر نے کہا تو حیرت کی شدت سے شیرازی کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔

‘‘اوہ۔ اوہ۔ اسی لئے بیکاٹ نے کہا تھا کہ مسٹر ٹائیگر جس وقت چاہیں اسے دو کوڑی کا کر سکتے ہیں۔ اوہ۔ اوہ۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ میری ملاقات اتنی بڑی شخصیت سے ہو رہی ہے’’...... شیرازی نے اس بار مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے مجھے معلوم ہے کہ یہاں مصر میں آپ ورلڈ مافیا کی نمائندگی کرتے ہیں اور بیکاٹ کے تحت آتے ہیں''...... ٹائیگر نے انڈر ورلڈ کے لوگوں کے طریقے پر چلتے ہوئے کہا تو شیرازی کے چہرے پر مرعوبیت کے تاثرات مزید ابھر آئے تھے۔

''آپ کیا پینا پسند کریں گے''...... شیرازی نے اس بار خاصے خوشگوار لہجے میں کہا۔ اسے شاید سمجھ نہ آ رہی تھی کہ آخر ٹائیگر ہے کیا۔ یہ ایسی ایسی باتیں جانتا ہے جو شاید بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں۔

''ایپل جوس منگوا لیں''...... ٹائیگر نے کہا تو شیرازی بے اختیار اچھل پڑا۔

''جوس۔ وہ کیوں۔ میرے پاس تو بہت اعلیٰ ذخیرہ ہے شراب کا''...... شیرازی نے کہا۔

''میں شراب نہیں پیتا۔ اگر آپ نے لازماً کچھ پلانا ہے تو ایپل جوس منگوا لیں ورنہ اس کی بھی ضرورت نہیں ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا تو شیرازی نے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے تین بٹن پریس کر کے اس نے کسی سے ایپل جوس کے دو گلاس لانے کا کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

''اب آپ بتائیں کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں''۔ شیرازی نے کہا۔

''شیرازی صاحب۔ یہاں مصر میں کچھ گروہ مصر کے آثار قدیمہ کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ نیشنل میوزیم سے قدیم تاریخی تختیاں اور ایک قدیم دور کا بڑا سا ہیرا چوری کر لیا گیا ہے اور اب تک مصر حکومت اس کا معمولی سا کھوج بھی نہیں لگا سکی اور مصری حکومت جب مکمل طور پر ناکام ہو گئی تو اس نے حکومت پاکیشیا سے اس سلسلے میں مدد مانگی۔ میرے استاد پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتے ہیں۔ انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں مصر کی انڈر ورلڈ کے ذریعے اس گروپ کا سراغ لگاؤں۔ میں نے بیکاٹ سے کہا تو بیکاٹ نے آپ کے بارے میں کہا کہ آپ مصر میں اڑتی چڑیا کے پر گن لیتے ہیں اس لئے میں آپ سے ملوں۔ اب میں آ گیا ہوں۔ اس سلسلے میں میری مدد کر سکتے ہیں تو بتا دیں۔ نہیں کر سکتے تب بھی بتا دیں تاکہ میں اپنے طور پر یہاں کام کر کے اس گروپ کا سراغ لگا سکوں۔ پہلی صورت میں آپ کو آپ کی توقع سے زیادہ مفاد مل سکتا ہے۔ یہاں کی حکومت کی طرف سے بھی اور انڈر ورلڈ مافیا کی طرف سے بھی۔ دوسری صورت میں آپ کو شاید ورلڈ مافیا کی نمائندگی سے ہی ہٹا دیا جائے''...... ٹائیگر نے تقریر کرنے کے سے انداز میں بات کرتے ہوئے کہا لیکن پھر اس سے پہلے کہ شیرازی کوئی جواب دیتا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا۔ ٹرے میں جوس کے دو گلاس موجود تھے۔ اس نے ایک گلاس شیرازی کے آگے اور دوسرا ٹائیگر کے سامنے رکھا اور

واپس چلا گیا۔

''لیجئے''...... شیرازی نے اپنا گلاس اٹھاتے ہوئے ٹائیگر سے کہا۔

''شکریہ''...... ٹائیگر نے بھی گلاس اٹھاتے ہوئے کہا۔

''مجھے ذاتی طور پر تو اس کا علم نہیں ہے البتہ مجھے کچھ وقت دیں میں معلومات حاصل کرتا ہوں''...... شیرازی نے گلاس سے جوس کا گھونٹ لے کر اسے واپس میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

''کتنا وقت لیں گے''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''دو چار دن تو لگ ہی جائیں گے''...... شیرازی نے کہا۔

''اوہ نہیں۔ دو چار دن ہم صرف معلومات کے لئے یہاں نہیں بیٹھ سکتے۔ دو چار دنوں میں تو ہمیں واپس پاکیشیا جانا ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ آپ اس سلسلے میں کس سے بات کریں گے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''یہ معاملہ آثار قدیمہ کا ہے۔ ان قدیمی تختیوں کا کسی عام آدمی کو تو کوئی فائدہ نہیں مل سکتا اس لئے لازماً اس چوری میں کوئی عالم فاضل آدمی ملوث ہو گا اور یہاں مصر میں ایک آدمی ہے نسائی جو اسلحے کی اسمگلنگ میں بھی شامل ہے اور ساتھ ہی اس کے تعلقات انتہائی پڑھے لکھے لوگوں سے بھی ہیں۔ اس کی فطرت ایسی ہے کہ اس سے ملنے والے اسے کسی یونیورسٹی کا پروفیسر سمجھتے ہیں جبکہ درحقیقت وہ اسلحے کا بہت بڑا اسمگلر ہے۔ اسے یقیناً اس معاملے کا

مکمل نہ سہی کچھ نہ کچھ علم ہو گا''...... شیرازی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو نسائی کو فون کر کے اس سے بات کریں۔ شاید کوئی ابتدائی کلیو ہاتھ لگ جائے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''میں فون تو کر دیتا ہوں لیکن وہ بے حد گہرا آدمی ہے اور عالم فاضل ہونے کی وجہ سے مصر کے اعلیٰ حکام تک اس کی رسائی ہے۔ مصر کی قدیم تاریخ کے سلسلے میں جب بھی کوئی عالمی کانفرنس ہوتی ہے تو مصر کی طرف سے وہ بھی اس کانفرنس میں لازماً شامل ہوتا ہے۔ بہرحال آپ کے سامنے بات ہو جاتی ہے''...... شیرازی نے کہا اور رسیور اٹھا کر اس نے یکے بعد دیگرے تین بٹن پریس کر دیئے۔

''علامہ نسائی جہاں بھی ہوں میری ان سے بات کرائیں''۔ شیرازی نے چند لمحوں بعد تحکمانہ لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی مصری گروپ اس چوری میں ملوث ہو''...... ٹائیگر نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

''نہیں۔ ایسا ممکن ہی نہیں ہے۔ یہاں ایسی چوری کی سزائیں اس قدر سخت ہیں اور اس قدر جلد ان سزاؤں پر عمل درآمد کر دیا جاتا ہے کہ کوئی مصری ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ البتہ مصری ان چوروں کو کوئی مدد فراہم کر سکتے ہیں۔ بذات خود چوری نہیں کر سکتے''...... شیرازی نے دوٹوک لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا تو

ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ کافی دیر تک آفس میں خاموشی طاری رہی۔ دونوں ایپل جوس سپ کرنے میں مصروف رہے پھر فون کی گھنٹی بج اٹھی تو شیرازی نے رسیور اٹھا لیا اور اس نے دوسرے ہاتھ سے لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا۔

''علامہ نسائی صاحب لائن پر ہیں جناب۔ بات کیجئے''...... ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''ہیلو۔ شیرازی بول رہا ہوں۔ کوبرا کلب سے''...... شیرازی نے کہا۔

''اوہ آپ۔ خیریت۔ آج کیسے یاد کر لیا۔ کوئی خاص بات''۔ دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ بے حد تکلفانہ تھا۔

''یہاں مصر کے نیشنل میوزیم میں قدیم تاریخی تختیاں اور ایک قدیم ہیرا چوری کر لیا گیا ہے۔ پرائم منسٹر صاحب نے از راہ مہربانی مجھ سے کہا ہے کہ میں اس سلسلے میں کام کروں کیونکہ یہ مصر کی تاریخ کا بہت بڑا نقصان ہے۔ میرے ذہن میں آپ کا خیال آیا ہے کہ آپ لازماً ایسے کسی گروپ سے واقف ہوں گے''۔ شیرازی نے کہا۔

''میرا ایسے کسی گروپ سے کیا تعلق۔ آپ نے میرے بارے میں ایسا سوچا ہی کیوں۔ کیا میں آپ کو چور لگتا ہوں''...... نسائی کے لہجے میں یکلخت بے حد سختی سی آ گئی۔

''میں نے آپ کو چور نہیں کہا۔ آپ کی معلومات سے فائدہ اٹھانے کے لئے آپ کو فون کیا ہے''...... شیرازی نے جواب دیا۔

''سوری۔ اس سلسلے میں آپ آئندہ نہ مجھے فون کریں گے اور نہ ہی اس سلسلے میں کوئی بات کریں گے''...... دوسری طرف سے انتہائی سخت لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو شیرازی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر ناگواریت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''آپ کی وجہ سے مجھے آج بے عزت ہونا پڑا ہے ورنہ میں کسی سے اس قسم کی بات سننے کا روادار نہیں ہوں''...... شیرازی نے رسیور رکھ کر ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

''آپ کا غصہ بجا ہے اور مجھے بھی اس پر دلی تکلیف ہوئی ہے لیکن آپ نے میرا مسئلہ حل کر دیا ہے۔ علامہ نسائی نے جس لہجے اور جس انداز میں جواب دیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے نہ صرف اس معاملے کے بارے میں علم ہے بلکہ وہ اس میں کسی نہ کسی حد تک ملوث بھی ہے ورنہ وہ آپ کو اس انداز میں کبھی جواب نہ دیتا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''آپ میری وجہ سے اسے جبراً ملوث نہ کریں۔ میں مزید اس سلسلے میں تحقیق کرا کر آپ کو بتاؤں گا''...... شیرازی نے کہا۔

''آپ بے شک تحقیق کرتے رہیں۔ میں فون پر آپ سے رابطہ رکھوں گا لیکن یہ صاحب علامہ نسائی اس وقت کہاں مل سکتے

ہیں۔ یہ معلوم کر دیں''...... ٹائیگر نے کہا تو شیرازی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے تین بٹن پریس کر دیئے۔

''علامہ نسائی اس وقت کہاں ہیں''...... دوسری طرف سے لیس سر کی آواز سنتے ہی شیرازی نے کہا۔

''وہ اس وقت اپنے آفس میں ہیں۔ آپ کا نام سن کر انہوں نے فون اٹنڈ کر لیا ورنہ اپنے خصوصی آفس میں وہ کسی کا فون اٹنڈ نہیں کرتے''۔ دوسری طرف سے کہا گیا تو شیرازی نے رسیور رکھ دیا۔

''کہاں ہے علامہ نسائی کا آفس''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''علامہ نسائی بظاہر پارٹس امپورٹ ایکسپورٹ کا اونچے پیمانے پر کام کرتے ہیں اور ان کا کاروباری آفس نیشنل بزنس پلازہ کی تیسری منزل پر ہے۔ ان کے ادارے کا نام نسائی انٹرنیشنل ٹریڈرز ہے لیکن وہ اپنے کاروباری آفس میں بہت کم بیٹھتے ہیں۔ زیادہ تر وہ اپنے خصوصی آفس میں بیٹھ کر اسلحہ کے بزنس میں ملوث رہتے ہیں۔ یہ خصوصی آفس اسی بزنس پلازہ میں ہی ہے اور اس کا راستہ ان کے کاروباری آفس سے ہی جاتا ہے اس لئے جب وہ خصوصی آفس میں ہوتے ہیں تو ان تک اس وقت تک کوئی نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ خود اجازت نہ دیں۔ اسی طرح فون بھی وہ اپنی مرضی سے سنتے ہیں''...... شیرازی نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''لازمی بات ہے شیرازی صاحب کہ اس خصوصی آفس کا کوئی خفیہ راستہ بھی ہو گا۔ ایسا تو ممکن ہی نہیں ہے کہ ایسے آفسز کا خفیہ راستہ نہ ہو''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ہاں۔ ہے تو سہی لیکن سوری۔ میں آپ کو بتا نہیں سکتا ورنہ نسائی کے ساتھ میرا خواہ مخواہ کا جھگڑا شروع ہو جائے گا''۔ شیرازی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں آپ کو حلف دیتا ہوں کہ آپ کا نام کسی صورت سامنے نہیں آئے گا''...... ٹائیگر نے حلف کے انداز میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ تو سن لیں۔ نیشنل بزنس پلازہ کے جنوبی سمت ایک خاصی چوڑی اور شارع عام سڑک ہے۔ اس سڑک پر دائیں طرف ایک چھوٹا سا کلب ہے جس کا نام میرانو کلب ہے۔ میرانو کلب میں داخل ہوں تو راہداری میں دائیں طرف ایک دروازہ ہے۔ یہ دروازہ اندر سے ہی کھولا جا سکتا ہے۔ بہرحال یہ دروازہ علامہ نسائی کے خصوصی آفس تک پہنچتا ہے لیکن دروازہ کھلتے ہی اس کی اطلاع علامہ نسائی تک پہنچ جاتی ہے اور پھر اندرونی اور بیرونی چھت میں کیمرے لگے ہوئے ہیں اور آٹومیٹک گنیں بھی نصب ہیں تاکہ ناپسندیدہ آدمی سے نمٹا جا سکے''...... شیرازی نے کہا۔

''آپ نے تو اس طرح تفصیل بتائی ہے جیسے آپ وہاں اکثر آتے جاتے رہتے ہیں''...... ٹائیگر نے کہا تو شیرازی بے اختیار

ہنس پڑا۔

''نسائی نے اپنے پراجیکٹ کے لئے مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ میں نے ایکریمیا سے بے حد جدید ترین انسٹرومنٹ منگوا کر ایکریمیا کے ایک انجینئر کے ذریعے یہ کیمرے اور گنیں نصب کرائی تھیں اور اس نے اس انجینئر سے چونکہ اس معاملے پر تفصیلی معلومات لی تھیں اور پھر میں نے نسائی کے ساتھ وہاں جا کر اس سارے پراجیکٹ کا عملی مظاہرہ دیکھا تھا اس لئے مجھے اس کا تفصیلی علم ہے''۔ شیرازی نے جواب دیا۔

''اوکے۔ اس اطلاع کا بے حد شکریہ۔ اب ایک درخواست ہے۔ درخواست کا لفظ میں اس لئے استعمال کر رہا ہوں کہ میں نہیں چاہتا کہ آپ کے ساتھ تعلقات خراب ہوں''...... ٹائیگر نے کہا تو شیرازی چونک پڑا۔

''کیا کہنا چاہتے ہیں آپ۔ کھل کر بات کریں''...... شیرازی نے کہا۔

''میں یہ درخواست کر رہا تھا کہ میرے یہاں سے جانے کے بعد آپ علامہ نسائی کو فون کر کے میرے بارے میں نہیں بتائیں گے۔ یہ ملاقات صرف میرے اور آپ کے درمیان رہے گی''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''اوہ۔ بے فکر رہیں۔ ایسا نہیں ہوگا۔ میں ذمہ دار آدمی ہوں''۔ شیرازی نے کہا۔

''شکریہ۔ میرا بھی یہی خیال تھا اس لئے میں نے آپ سے ملاقات بھی کی ہے۔ اوکے۔ آپ سے فون پر بات ہوتی رہے گی''...... ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا تو شیرازی بھی اٹھ کھڑا ہوا اور پھر مصافحہ کر کے اور الوداعی کلمات کہہ کر ٹائیگر آفس سے باہر آ گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ٹیکسی میں سوار اپنی رہائش گاہ کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ یہ رہائش گاہ ایک کالونی میں تھی اور اس کی عمران نے یہاں آنے سے پہلے پاکیشیا سے ہی بکنگ کرا لی تھی۔ اس کوٹھی میں دو کاریں بھی منگوا لی گئی تھیں۔ چونکہ کاروں کے آنے میں دیر تھی اس لئے ٹائیگر ٹیکسی میں سوار ہو کر شیرازی سے ملنے چلا گیا تھا لیکن اب وہ علامہ نسائی کے آفس جانے سے پہلے واپس کوٹھی پر جانا چاہتا تھا کہ اگر عمران وہاں موجود ہو تو اسے شیرازی سے ہونے والی ملاقات کے بارے میں تفصیل بتا دے گا اور اگر نہیں ہوگا تو وہ کار لے کر علامہ نسائی سے ملاقات کے لئے چل پڑے گا۔

وہ ٹیکسی میں وہاں جانا نہیں چاہتا تھا۔ پھر وہ اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ رہائش گاہ پر کار تو موجود تھی لیکن عمران موجود نہ تھا اس لئے ٹائیگر کار لے کر نکلا اور اس سڑک پر چل پڑا جو نیشنل بزنس پلازہ کی طرف جاتی تھی۔ وہ کئی بار قاہرہ آ چکا تھا اس لئے قاہرہ کی سڑکیں اس کے لئے نئی نہیں تھیں۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ اس سڑک پر پہنچ گیا جس پر نیشنل بزنس پلازہ تھا لیکن اسے اس کے عقب میں جانا تھا اس لئے وہ پلازہ میں جانے کی بجائے اس کے

عقبی طرف کو مڑ گیا اور پھر عقبی سڑک پر پہنچ کر اس نے کار کی رفتار آہستہ کی اور پھر اسے وہاں میرانو کلب کا گیٹ نظر آ گیا جس کی سائیڈ پر باقاعدہ پارکنگ بنی ہوئی تھی جس میں کاریں بھی موجود تھیں۔

ٹائیگر نے بھی کار ایک خالی جگہ پر روکی اور پھر نیچے اتر کر اس نے کار لاک کی اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ کلب کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ شیشے کا گیٹ بند تھا اور اندر کی طرف دو مسلح دربان موجود تھے۔ ٹائیگر کے آگے بڑھنے پر انہوں نے دروازہ کھولا اور خود احترام میں جھک گئے۔ ٹائیگر سر ہلاتا ہوا اندر داخل ہوا۔ یہ ایک چھوٹی سی راہداری تھی جو آگے جا کر مڑ جاتی تھی۔ ٹائیگر آگے بڑھا اور پھر موڑ مڑتے ہی وہ جس راہداری میں داخل ہوا وہاں دائیں طرف ایک لکڑی کا بنا ہوا خوبصورت دروازہ موجود تھا۔ لکڑی پر باقاعدہ نقش و نگار بنائے گئے تھے۔ دروازہ بند تھا۔ ٹائیگر کی نظریں دروازے کے لاک پر پڑیں تو لاک کے چابی کے سوراخ کو اس نے جھک کر غور سے دیکھا تو اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس نے جیب سے ایک چھوٹا سا باکس نکالا اور آگے بڑھنے لگا کیونکہ کسی کے قدموں کی چاپ آتی ہوئی اسے سنائی دے رہی تھی اور پھر چند لمحوں بعد دو مرد اور ایک عورت اندر سے نکل کر ٹائیگر کے قریب سے گزر کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

ٹائیگر نے اس دوران باکس میں موجود مختلف انداز میں مڑی ہوئی تاروں میں سے ایک تار نکال کر باکس بند کر کے واپس جیب میں ڈالا اور دوبارہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ راہداری خالی تھی اس لئے ٹائیگر نے اس تار کا مڑا ہوا حصہ چابی کے سوراخ میں ڈال کر اسے مخصوص انداز میں دائیں بائیں گھمانا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد کھٹاک کی آواز سے لاک کھل گیا تو ٹائیگر نے بجلی کی سی تیزی سے تار باہر نکالی اور اسے جیب میں ڈال کر اس نے دروازے کو دھکیلا تو وہ کھل گیا اور ٹائیگر نے تیزی سے اندر داخل ہو کر اور مڑ کر دروازہ بند کر دیا اور پھر اس کی نظریں چھت پر جم سی گئیں اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑنے لگی کیونکہ کیمرے اور گنیں راہداری کی چھت کے ایک سائیڈ پر کونے میں نصب تھیں۔ اگر انہیں راہداری کی چھت کے درمیان میں نصب کیا جاتا تو پھر پوری راہداری ان کی رینج میں آ جاتی لیکن پھر یہ آسانی سے سب کو نظر آ جاتیں اور انہیں فائرنگ کر کے تباہ کیا جا سکتا تھا اس لئے انہیں سائیڈ پر اس انداز میں لگایا گیا تھا کہ آرائشی پٹی کے اندر انہیں چھپا دیا گیا تھا اور جب تک پہلے سے معلوم نہ ہو اور غور سے دیکھا نہ جائے ان کی موجودگی آسانی سے علم میں نہیں آ سکتی تھی لیکن ان سے بچنے کا طریقہ بھی آسان تھا کیونکہ ان کی رینج سامنے کی طرف تھی۔

اس دیوار کے بالکل ساتھ چلنے سے اس کی رینج میں آدمی نہیں

آتا تھا اس لئے ٹائیگر تیزی سے اس دیوار سے پشت لگا کر تیزی سے آگے کی طرف سرکنے لگا جس دیوار کے اوپر یہ گنیں اور کیمرے نصب تھے۔ مسلسل اور تیزی سے کھسکتے ہوئے اس نے اپنی پشت دیوار سے تقریباً چسپاں رکھی ہوئی تھی تاکہ وہ ان کیمروں اور گنوں کی رینج میں نہ آ سکے۔ گو شیرازی نے اسے بتایا تھا کہ دروازہ کھلتے ہی نسائی کو اس کی اطلاع ہو جاتی ہے لیکن ظاہر ہے وہ آنے والے کو آفس کے کیمروں سے چیک کرے گا لیکن جب اسے راہداری میں کوئی آدمی نظر نہ آئے گا تو وہ الجھ جائے گا اور پھر الجھنے کے بعد وہ جب تک کسی فیصلے پر پہنچے گا تب تک ٹائیگر اس تک پہنچ چکا ہو گا اور ایسے ہی ہوا۔ ٹائیگر دیوار سے چپک کر تیزی سے کھسکتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ آگے جا کر راہداری میں موڑ آ جاتا تھا اور ٹائیگر پہلے ہی دیکھ چکا تھا کہ موڑ تک ہی کیمرے اور گنیں موجود تھیں اس لئے جیسے ہی وہ موڑ تک پہنچا وہ اچھل کر آگے بڑھا۔ موڑ کے فوراً بعد ہی ایک دروازہ تھا جو بند تھا۔ ٹائیگر نے دروازے پر دباؤ ڈالا تو وہ بند تھا۔ ٹائیگر نے سائیڈ پر ہو کر دیوار سے پشت لگائی اور پھر ہاتھ سے دروازے پر دستک دی۔

''کون ہے''...... ہلکی سی آواز سنائی دی لیکن لہجہ بتا رہا تھا کہ بولنے والا چیخ کر بول رہا ہے لیکن دروازہ بند ہونے کی وجہ سے آواز ہلکی سنائی دے رہی تھی۔ ٹائیگر نے ایک بار پھر دروازے پر دستک دی تو چند لمحوں بعد اس کے کانوں میں کرسی کھسکنے اور پھر قدموں کی آواز دروازے کی طرف آتی سنائی دی تو ٹائیگر سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک آدمی نے باہر جھانکا لیکن اس سے پہلے کہ وہ آدمی سنبھلتا یا اٹھتا ٹائیگر جھکا اور دوسرے لمحے وہ ایک جھٹکے سے سیدھا ہوا تو وہ دبلا پتلا آدمی بھی گھٹی گھٹی آوازیں نکالتا ہوا اٹھتا چلا آیا اور ٹائیگر نے یکلخت بازو کو مخصوص انداز میں گھمایا تو وہ آدمی چیختا ہوا فضا میں قلابازی کھا کر دیوار میں موجود الماری کے سامنے پشت کے بل زمین پر گرا۔ ٹائیگر تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے ایک ہاتھ اس کے کاندھے پر اور دوسرا اس کے سر پر رکھ کر دونوں بازوؤں کو جھٹکا دیا اور سیدھا ہو گیا تو فرش پر پڑے ہوئے آدمی کا تیزی سے مسخ ہوتا ہوا چہرہ دوبارہ نارمل ہونا شروع ہو گیا لیکن وہ بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ ٹائیگر نے دروازہ بند کیا اور پھر اس نے اس آفس کو اچھی طرح چیک کرنا شروع کر دیا۔ آفس کے ساتھ ایک ریٹائرنگ روم تھا۔ وہاں سے ایک راستہ اوپر کو جاتا ہوا دکھائی دے رہا تھا لیکن اس کا دروازہ اندر سے لاکڈ تھا۔ ٹائیگر سمجھ گیا کہ یہ وہی راستہ ہو گا جو بزنس پلازہ والے آفس تک جاتا ہو گا۔ میز پر جو فائل پڑی ہوئی تھی اس میں اسلحے کی آمد و اخراج کے بارے میں رپورٹیں موجود تھیں۔ اس نے درازیں کھولیں تو ان میں بھی ایسی ہی فائلیں موجود تھیں جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ نسائی کا اسلحہ اسمگل کرنے کا خاصا بڑا گروہ ہے اور وہ شاید مصر کا اسلحہ اسمگل کرنے والا سب سے بڑا گروہ تھا۔

ٹائیگر نے اسے فرش سے اٹھا کر ایک کرسی پر ڈالا اور پھر ایک پردہ اتار کر اس نے اسے پھاڑ کر رسی کے انداز میں بنایا اور پھر اس رسی کی مدد سے نسائی کو اس انداز میں کرسی سے باندھ دیا کہ وہ آسانی سے آزاد نہ ہو سکے۔ نسائی سر سے گنجا تھا لیکن سر کی سائیڈوں میں بال جھالروں کی صورت میں لٹک رہے تھے۔ میز پر موٹے شیشوں کی عینک بھی پڑی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ اس کا جسم دبلا پتلا سا تھا اور وہ اپنی جسامت اور چہرے مہرے سے واقعی کوئی لکھنے پڑھنے والا آدمی نظر آتا تھا۔ ٹائیگر نے اس کی جیبوں کی تلاشی لی لیکن جیبوں میں نہ کوئی اسلحہ موجود تھا نہ ہی کوئی اہم چیز۔ ایک پرس تھا جس میں رقم اور کچھ وزیٹنگ کارڈ تھے۔ ٹائیگر نے تمام کارڈ نکال کر انہیں بغور دیکھا اور پھر انہیں واپس پرس میں ڈال کر اس نے پرس کو واپس نسائی کی جیب میں ڈال دیا اور پھر دونوں ہاتھوں سے اس کا منہ اور ناک بند کر دیا۔ کچھ دیر بعد نسائی کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے تو ٹائیگر نے ہاتھ ہٹا لئے اور مڑ کر سامنے رکھی ہوئی دوسری کرسی پر نسائی کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس نے جیب سے مشین پسٹل نکال کر سامنے رکھ لیا تھا۔ چند لمحوں بعد نسائی کراہتا ہوا ہوش میں آ گیا اور ہوش میں آتے ہی اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن بندھا ہونے کی وجہ سے وہ صرف کسمسا کر رہ گیا۔ اس ناکامی پر اس کی آنکھوں میں شعور کی چمک پوری طرح ابھر آئی تھی۔ اس نے سر گھما کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس کی نظریں سامنے بیٹھے ہوئے ٹائیگر پر جم سی گئیں اور اس کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

''تم۔ تم کون ہو اور یہاں کیسے پہنچ گئے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ تم کلب راستے سے زندہ یہاں پہنچ جاؤ۔ کیا مطلب۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے''...... اس نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں بار بار حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ اس کے بولنے کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔

''تمہارا نام نسائی ہے اور تم اسلحے کے بہت بڑے اسمگلر ہو اور ساتھ ساتھ اپنے آپ کو عالم فاضل ظاہر کرتے ہوئے علامہ نسائی کہلاتے ہو''...... ٹائیگر نے کہا۔

''میں پوچھ رہا ہوں کہ تم کون ہو۔ تم ایشیائی لگتے ہو لیکن تم یہاں تک زندہ کیسے پہنچ گئے''...... نسائی پر ابھی تک اسی حیرت کا غلبہ طاری تھا۔

''میرا تعلق پاکیشیا سے ہے اور تم کیمروں اور گنوں کی وجہ سے حیران ہو رہے ہو۔ ہمارے لئے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہوتیں اور یہ سن لو کہ حکومت مصر نے ہماری خدمات حاصل کی ہیں تاکہ ہم مصر کی قدیم تاریخی تختیاں واپس لا سکیں جو میوزیم سے چوری ہو گئی ہیں اور مجھے جو اطلاعات ملی ہیں ان کے مطابق اس چوری میں تمہارا بھی ہاتھ ہے''...... ٹائیگر نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

''میرا۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میرا کسی چوری سے کیا تعلق اور پھر

میں مصری ہوں۔ میں مصر کی دولت ملک سے باہر جانے کی اجازت کیسے دے سکتا ہوں۔ مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ تو تمہارا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے کیونکہ مجھے حکومتی حلقوں نے بتایا ہے کہ ان تختیوں کی چوری کا راز کھولنے کے لئے پاکیشیا سیکرٹ سروس کو حرکت میں لایا جا رہا ہے''...... نسائی نے کہا۔

''یہ معمولی سا کام ہے۔ اس کے لئے پاکیشیا سیکرٹ سروس کو حرکت میں لانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں اور میرے چند ساتھی جن کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے اتنا ہے کہ ہم ان کی ذیلی تنظیم ہیں اور بس''...... ٹائیگر نے اطمینان بھرے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''بہرحال تم نے غلط آدمی پر ہاتھ ڈالا ہے۔ میرا اس چوری سے قطعی کوئی تعلق نہیں ہے۔ جس نے تمہیں میرے بارے میں بتایا ہے اس نے سو فیصد غلط بیانی کی ہے''...... نسائی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ اگر ایسا ہے تو پھر مزید وقت ضائع کرنے کا کیا فائدہ''۔ ٹائیگر نے بڑے سرد لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز پر پڑا ہوا مشین پسٹل اٹھا لیا۔ اس کے لہجے کے ساتھ ساتھ اس کے چہرے پر بھی بے رحمی اور سفاکی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''مت مارو مجھے۔ بے گناہ کو مت مارو''...... نسائی نے یکلخت چیختے ہوئے کہا۔

''میں صرف پانچ تک گنوں گا اور اس کے بعد تم اس دنیا میں نہیں رہو گے۔ نہ تمہارا اسلحے کا بزنس تمہیں زندگی دلا سکے گا اور نہ ہی تمہاری دولت یا تنظیم کے آدمی۔ تمہاری لاش کیڑوں کی خوراک بن جائے گی کیونکہ اسے قبر نصیب نہیں ہو گی۔ گٹڑ میں ڈال دی جائے گی۔ ہاں۔ اگر تم بتا دو گے تو میں تمہیں حلف دیتا ہوں کہ نہ ہی تمہارا نام سامنے آئے گا اور نہ ہی کسی کو معلوم ہو سکے گا کہ میں یہاں آیا تھا اور تم سے میری ملاقات ہوئی تھی۔ یہ آخری بار ہے زندگی بڑی قیمتی چیز ہے۔ بچا سکتے ہو تو بچا لو۔ ایک''...... ٹائیگر نے ایک لحاظ سے پوری تقریر کرنے کے بعد باقاعدہ گنتی شروع کر دی اور اس کے ساتھ ہی نسائی کے چہرے کے رنگ تیزی سے بدلنے شروع ہو گئے۔ ٹائیگر رک رک کر گنتی شروع رکھے ہوئے تھا اور جب وہ چار تک پہنچا اور اس کے چہرے پر بے رحمی کے تاثرات پوری طرح پھیل گئے تو خاموش بیٹھا نسائی یکدم چیخ پڑا۔

''رک جاؤ۔ بتاتا ہوں۔ رک جاؤ''...... نسائی نے چیختے ہوئے کہا۔

''بولتے جاؤ ورنہ گنتی ختم ہو چکی ہے''...... ٹائیگر نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''یہ کام کراؤن گروپ کا ہے۔ کراؤن گروپ کا''...... نسائی نے پہلے کی طرح جذباتی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔ وہ شاید فیلڈ کا آدمی نہیں تھا اس لئے خوف کا مقابلہ نہ کر سکا تھا۔

''کون کراؤن گروپ۔ تفصیل بتاؤ تفصیل ورنہ''...... ٹائیگر نے سرد لہجے میں کہا۔

''یہ ایک یورپی تنظیم ہے جس کا انچارج راجر نامی آدمی ہے جو مصر کے شہر لاگور میں رہتا ہے۔ وہاں اس نے کراؤن گروپ کا آفس بنایا ہوا ہے۔ وہ مصر میں ڈرگ کے خفیہ کاروبار میں ملوث ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مصر کے اہراموں سے ایسی چیزیں حاصل کرتا ہے جن سے مال و دولت مل سکے''...... اس بار نسائی نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

''ان قدیم تختیوں سے اسے کیا مال و دولت مل سکتی ہے۔ یہ تو آگے فروخت بھی نہیں ہوسکتیں اور ہیرا بھی اتنا بڑا ہے کہ شاید اس کی قیمت کوئی ادا نہ کر سکے۔ پھر وہ تاریخی ہیرا ہے۔ ویسے بھی قابل فروخت نہیں ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ہیرا انہوں نے بلیک مارکیٹ میں فروخت کرنے کے لئے چوری کیا ہے۔ اس کی تراش خراش تبدیل کر دی جائے گی اور پھر اسے فروخت کر دیا جائے گا اور جہاں تک تختیوں کا تعلق ہے تو ان تختیوں پر موجود تحریر کے بارے میں یورپ کے چند ماہرین کا خیال ہے کہ ان میں سے ایک تختی پر آرمس پروہت کے مقبرے کا محل وقوع درج ہے اور آرمس پروہت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ انتہائی دولت مند لیکن شیطانی پروہت تھا اور اپنی شیطانی طاقتوں کی بنا پر اس دور کے بادشاہ اور شہزادے، شہزادیاں اس کے غلام بن چکے تھے اس لئے اس نے بے پناہ دولت لوٹی جو اس کے ساتھ اس کے خفیہ مقبرے میں موجود ہے۔ اس آرمس نے مرنے سے پہلے خود تمام دولت جو سونے اور ہیرے جواہرات پر مبنی ہے اس خفیہ مقبرے میں منتقل کردی اور پھر اپنی موت کے دن وہ خود اس مقبرے میں پہنچ گیا اور اس کی شیطانی طاقتوں نے اس کے مرتے ہی مقبرہ لوگوں اور ماہرین کی نظروں سے غائب کر دیا۔ تب سے آج تک باوجود شدید ترین تلاش کے آرمس پروہت کا مقبرہ دریافت نہ ہو سکا۔ کراؤن گروپ بھی اس مقبرے کی دولت حاصل کرنا چاہتا ہے اس لئے اس نے یہ تختیاں اڑا کر یورپ میں موجود ماہرین کو بھجوائی ہیں''...... نسائی نے اس بار تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''ان تختیوں کو چوری کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کے فوٹوگراف عام لوگوں کے پاس بھی ہیں اور ماہرین کے پاس بھی''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''ماہرین کی ضد تھی کہ انہیں اصل تختیاں چاہئیں کیونکہ فوٹوگرافس اور دیگر مشینی کاپیوں میں معمولی سی لائن پڑ جانے سے بھی مطلب بدل جاتا ہے''...... نسائی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تمہارا اس میں کیا حصہ ہے اور کیوں''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''راجر اور میں ایک دوسرے کے بزنس میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ تختیاں اس وقت تک چوری نہ ہو سکتی تھیں جب

تک کوئی اندر کا آدمی شامل نہ ہو۔ میں بظاہر عالم آدمی ہوں اور اس حیثیت سے نیشنل میوزیم کا ڈائریکٹر بھی ہوں۔ میں نے ان کی اس انداز میں مدد کی کہ مجھ پر بھی شک نہ پڑے اور ان کا کام بھی ہو جائے۔ اس کے جواب میں انہوں نے مجھے آرمس پروہت کے مقبرے سے ملنے والی دولت میں سے دس فیصد حصہ دینے کا معاہدہ کیا ہے۔ یہ دس فیصد اس قدر دولت ہو گی کہ میری ایک ہزار نسلوں کو بھی دولت کی کمی نہ پڑے گی‘‘...... نسائی نے کہا۔

’’راجر کا فون نمبر کیا ہے اور لاگور میں اس کا آفس کہاں ہے۔ اس کا خاص آدمی کون ہے جو تم سے ملتا رہتا ہے‘‘...... ٹائیگر نے کہا۔

’’اس کا خاص ایجنٹ رچرڈ ہے جو یہیں دارالحکومت میں رہتا ہے اور مجھے اس کے بارے میں تفصیل معلوم نہیں کیونکہ میرا تعلق براہ راست راجر سے ہے۔ راجر کا فون نمبر میں بتا دیتا ہوں۔ دوسری بات یہ کہ مجھے اس کے آفس کا علم نہیں کیونکہ میں کبھی لاگور اس کے آفس نہیں گیا۔ ہماری تمام بات چیت سپیشل فون کے ذریعے ہوتی ہے یا رچرڈ کبھی کبھار ملنے کاروباری آفس میں آ جاتا ہے اور بس‘‘...... نسائی نے کہا۔

’’فون نمبر بتاؤ‘‘...... ٹائیگر نے کہا تو نسائی نے فون نمبر بتا دیا۔ ٹائیگر نے سائیڈ پر پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا تو اس میں ٹون موجود تھی۔

’’یہاں سے لاگور کا رابطہ نمبر کیا ہے‘‘...... ٹائیگر نے پوچھا۔

’’تم کیا کرنا چاہتے ہو‘‘...... نسائی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

’’میں صرف کنفرم کرنا چاہتا ہوں کہ تم نے جو کچھ بتایا ہے وہ دوست ہے۔ میں نمبر ملا کر رسیور تمہارے کان سے لگا دیتا ہوں۔ تم راجر سے جو چاہے بات کرو لیکن اس میں تختیوں کا حوالہ ضرور ہونا چاہئے ورنہ دوسری صورت میں بغیر کنفرمیشن کرائے تمہاری جان نہیں بچ سکتی‘‘...... ٹائیگر نے کہا۔

’’کراؤ میری بات‘‘...... نسائی نے کہا اور ساتھ ہی رابطہ نمبر بتا دیا تو ٹائیگر نے پہلے رابطہ نمبر پریس کیا اور پھر نسائی کا بتایا ہوا نمبر پریس کر دیا اور آخر میں لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی تو ٹائیگر نے اٹھ کر رسیور بندھے ہوئے نسائی کے کان سے لگا دیا۔

’’ہیلو‘‘...... ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

’’نسائی بول رہا ہوں قاہرہ سے‘‘...... نسائی نے کہا۔

’’اوہ آپ۔ میں راجر بول رہا ہوں۔ کوئی خاص بات‘‘۔ دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

’’کیا آپ کا فون محفوظ ہے‘‘...... نسائی نے کہا۔

’’ہاں۔ کیوں‘‘...... راجر نے چونک کر کہا۔

’’وہ تختیاں جو ہم نے اڑائی تھیں اس کی برآمدگی کے لئے

حکومت مصر نے حکومت پاکیشیا سے درخواست کی ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کو حرکت میں لایا جائے لیکن سنا ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کی بجائے اس کی کوئی ذیلی تنظیم قاہرہ پہنچ چکی ہے۔ اب کیا ہو گا۔ کہیں یہ لوگ ہم تک نہ پہنچ جائیں''...... نسائی نے قدرے خوفزدہ سے لہجے میں کہا۔

''مجھے رپورٹ مل چکی ہے۔ ذیلی تنظیم نہیں بلکہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والا ایجنٹ عمران آیا ہے۔ ہم اس کی نگرانی کریں گے۔ اگر وہ ہمارے طرف بڑھا تو پھر اسے ختم کر دیا جائے گا۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ ہم بے بس نہیں ہیں۔ ہم سب ٹھیک کر لیں گے''...... راجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے''...... نسائی نے کہا تو دوسری طرف سے بھی اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا گیا اور ٹائیگر نے بھی رسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا۔

''رچرڈ سے تمہاری ملاقاتیں ہوتی رہی ہیں۔ اس کا حلیہ اور قدوقامت کی کیا تفصیل ہے''...... ٹائیگر نے پوچھا تو نسائی نے تفصیل سے حلیہ اور قدوقامت کے بارے میں بتا دیا۔

''اب میں تمہیں کھول دیتا ہوں لیکن اگر تم نے میرے بارے میں کسی کو کچھ بتایا تو پھر تم چاہے سات پردوں میں چھپ جاؤ تمہیں ہلاک کر دیا جائے گا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''مم۔ مم۔ میں قسم کھاتا ہوں۔ حلف دیتا ہوں کہ میں کسی سے تمہارا ذکر نہیں کروں گا''...... نسائی نے کہا تو ٹائیگر نے اسے پردے کی رسی کی بندشوں سے کھول دیا۔

''اب تم راہداری میں موجود اس سیٹ اپ کو آف کر دو اور میرے ساتھ بیرونی دروازے تک چلو''...... ٹائیگر نے کہا تو نسائی نے اثبات میں سر ہلایا۔ تھوڑی دیر بعد ٹائیگر اس دروازے سے باہر نکل کر تیزی سے کلب کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ باہر اس کی کار موجود تھی۔ وہ کار میں بیٹھا اور چند لمحوں بعد اس کی کار تیزی سے واپس اس کی رہائش گاہ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ وہ اب جلد از جلد نسائی سے ملنے والی تمام معلومات عمران تک پہنچانا چاہتا تھا۔ جب وہ رہائش گاہ پر پہنچا تو عمران کی کار بھی وہاں موجود تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ عمران واپس آ چکا ہے۔ ٹائیگر اس کمرے میں داخل ہوا جہاں عمران موجود تھا تو عمران نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔

''باس۔ ایک اہم پیش رفت ہوئی ہے''...... سلام دعا کے بعد ٹائیگر نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''کیا کوئی معصوم ہرنی شکار ہو گئی ہے''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

''ہاں باس۔ نسائی واقعی معصوم ہرن ہی ثابت ہوا ہے''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''نسائی۔ کوئی نسائی''...... عمران نے چونک کر پوچھا تو ٹائیگر نے

کوبرا کلب کے شیرازی سے ہونے والی ملاقات اور پھر نسائی سے ملنے والی تمام معلومات کی تفصیل بتا دی۔

”گڈ شو۔ تم نے تو سارا کیس ہی حل کر دیا۔ گڈ شو۔ نسائی کا کیا کیا ہے تم نے“...... عمران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں نے اس کی بات چونکہ راجر سے کرائی تھی اس لئے میں نے اسے فوری ہلاک کرنا مناسب نہیں سمجھا ورنہ اس کی موت کی خبر ملتے ہی راجر چوکنا ہو جاتا“...... ٹائیگر نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”باس۔ اب مجھے لاگور جا کر اس راجر کو تلاش کرنا ہو گا تاکہ اس سے معلوم کیا جا سکے کہ تختیاں اب کہاں ہیں“...... ٹائیگر نے کہا۔

”فون نمبر تمہیں معلوم ہے۔ ایکسچینج فون کر کے معلوم کر لو کہ یہ نمبر کہاں نصب ہے“...... عمران نے کہا۔

”یہ سیٹلائٹ نمبر ہے۔ اس کے آغاز میں دو زیرو لگائے گئے ہیں“...... ٹائیگر نے کہا۔

”تو پھر لاگور کا تفصیلی نقشہ لے آؤ۔ ابھی معلوم ہو جائے گا“...... عمران نے کہا تو ٹائیگر اٹھ کھڑا ہوا۔

”میں مارکیٹ جا کر نقشہ لے آتا ہوں۔ قاہرہ کا نقشہ تو ہے میرے پاس۔ لیکن لاگور کا نہیں ہے“...... ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”باس۔ راجر کے آفس کا علم ہونے کے بعد کیا آپ لاگور چلیں گے“...... ٹائیگر نے کہا۔

”میری کل جمال پاشا سے ملاقات طے ہے۔ ان تختیوں کے بارے میں تفصیلی بات چیت کے بعد آگے بڑھنے کا فیصلہ کروں گا۔ تم اپنی کوشش جاری رکھو۔ اصل مسئلہ تختیوں کی واپسی نہیں بلکہ اس شیطان پروہت کے مقبرے کی تلاش ہے“...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

پرنسس سدرہ اپنے سیکشن آفس میں بیٹھی ایک فائل کو بار بار الٹ پلٹ کر یوں دیکھ رہی تھی جیسے اس فائل میں سے ابھی کوئی کبوتر نکل آئے گا۔ بالکل اسی طرح جس طرح شعبدہ باز ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہیٹ الٹتے پلٹتے ہیں اور پھر اس میں سے پھڑ پھڑاتا ہوا کبوتر نکل آتا ہے۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ کسی الجھن میں مبتلا ہے۔

''یہ عمران بے حد گہرا آدمی ہے۔ پتہ نہیں وہ اس فائل سے مطمئن بھی ہوتا ہے یا نہیں۔ کہیں وہ جمال پاشا کے سامنے میری بے عزتی نہ کر دے''...... پرنسس سدرہ نے اونچی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو وہ اس طرف متوجہ ہوگئی اور اس نے رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... پرنسس سدرہ نے اپنی مخصوص آواز میں کہا۔

''باس سے بات کریں میڈم''...... دوسری طرف سے اس کی فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''ہیلو۔ سدرہ بول رہی ہوں''...... پرنسس سدرہ نے کہا۔

''اعظم سالار بول رہا ہوں پرنسس سدرہ۔ آفس سے''۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

''یس باس۔ حکم''...... پرنسس سدرہ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کوئن ایریا کے اہرام میں ملک سلاوان کے معروف ماہر آثار قدیمہ پروفیسر اسٹ مطالعاتی سروے میں ایک ہفتے سے اپنے چند ساتھیوں سمیت رہ رہے تھے۔ ان کے بارے میں اطلاع ملی ہے کہ انہیں اہرام کے اندر کسی نے ہلاک کر دیا ہے۔ ان کے ساتھ ان کے چار ساتھیوں کی بھی لاشیں ملی ہیں جبکہ ان کا ایک ساتھی جیگر جو ان کا طویل عرصے سے اسسٹنٹ تھا، وہ غائب ہے۔ نہ وہ خود سامنے آیا ہے اور نہ ہی اس کی لاش ملی ہے''...... اعظم سالار نے کہا۔

''اوہ۔ ویری بیڈ۔ کیا اس اہرام میں کوئی یادگار چیزیں موجود تھیں باس''...... پرنسس سدرہ نے کہا۔

''نہیں۔ وہ ہر لحاظ سے خالی اہرام تھا۔ وہاں سے مصر کے آثار قدیمہ نے چھوٹی چھوٹی چیزیں جن کا کوئی تعلق تاریخ سے ہو سکتا تھا نکال لی تھیں۔ صرف اہرام باقی تھا''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"آپ کو کس نے اطلاع دی ہے باس"...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

"سلاوان سفارت خانے کا کلچرل اتاشی نکسن کل پروفیسر اسمٹ سے ملاقات کر کے واپس آیا تھا۔ اس کے بارے میں چیک پوسٹ پر بھی اندراجات موجود ہیں۔ آج اس نے کسی بات کے لئے پروفیسر سے سیل فون پر رابطہ کرنے کی کوشش کی تو فون اٹنڈ نہ کیا گیا۔ اس نے جیگر سے رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے بھی فون اٹنڈ نہ کیا تو اسے تشویش ہوئی۔ اس نے قریبی چیک پوسٹ کا نمبر محکمہ سے معلوم کر کے انہیں فون کیا کہ وہ معلومات حاصل کریں۔ انہوں نے جب چیکنگ کی تو وہاں سے پانچ لاشیں ملیں۔ ایک پروفیسر اسمٹ کی اور چار ان کے ساتھیوں کی جبکہ جیگر غائب تھا"...... اعظم سالار نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ یہ ساری کارروائی اس جیگر نے کسی خاص مقصد کے لئے کی ہے۔ اب اس جیگر کو تلاش کرنا ہو گا"۔ پرنسز سدرہ نے کہا۔

"میں نے چیک پوسٹ کے عملہ سے جو معلومات حاصل کی ہیں ان کے مطابق جیگر نے آج صبح جیپ پر آخری چیک پوسٹ کراس کی ہے۔ اس کے مطابق وہ پروفیسر اسمٹ کا خصوصی پیغام لے کر سفارت خانے جا رہا ہے۔ پھر اس کی جیپ سفارت خانے سے کچھ فاصلے پر درختوں کے ایک جھنڈ میں کھڑی مل گئی ہے لیکن جیگر نہ

سفارت خانے گیا ہے اور نہ ہی اس کا کہیں کوئی اتہ پتہ ہے"۔ اعظم سالار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس جیگر کی کوئی تصویر تو سفارت خانے سے مل جائے گی"۔ پرنسز سدرہ نے کہا۔

"ہاں۔ تم وہاں سے حاصل کر سکتی ہو۔ میں انہیں فون پر کہہ دوں گا کہ وہ تم سے مکمل تعاون کریں۔ تم کب جا رہی ہو وہاں"۔ اعظم سالار نے کہا۔

"باس۔ دو گھنٹے بعد میری، عمران اور جمال پاشا سے ملاقات طے ہے۔ آپ کے سامنے بات ہوئی تھی۔ میں نے فائل بھی عمران صاحب کے حوالے کرنی ہے۔ وہاں سے فارغ ہو کر ہی میں اس کیس پر کام کروں گی کیونکہ اہرام سے کوئی چیز تو چوری نہیں ہوئی۔ یہ تو سیدھا سادا کسی ذاتی دشمنی کا سلسلہ لگ رہا ہے"۔ پرنسز سدرہ نے کہا۔

"ذاتی دشمنی کا تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ کوئی ایسی چیز درمیان میں ہے جو ہماری نظروں سے اوجھل ہے ورنہ طویل عرصے سے جیگر، پروفیسر اسمٹ کے ساتھ کام کر رہا تھا۔ تم جیگر کو تلاش کرو۔ تب ہی اصل بات سامنے آ سکے گی"...... اعظم سالار نے کہا۔

"یس باس۔ میں ان دو گھنٹوں میں یہی کام کرتی ہوں۔ سفارت خانے سے جیگر کی تصویر میں اپنے آدمی قاسم کو بھیج کر منگوا لیتی ہوں۔ پھر اس تصویر کی کاپیاں کرا کر ایئر پورٹ اور دارالحکومت

سے باہر جانے والے تمام راستوں پر پہنچا دی جائیں گی اور میرا سیکشن ان تصویروں کی مدد سے شہر میں اس کو ٹریس کرنے کی کوشش کرے گا''...... پرنسسز سدرہ نے کہا۔

''اوکے''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ پھر پرنسسز سدرہ نے ایک گھنٹے کے اندر اندر یہ تمام انتظامات مکمل کر لئے۔ اس کے بعد اس کے ساتھی پورے شہر میں جیگر کو ٹریس کرنے کے لئے بکھر گئے تھے جبکہ نکاسی کے تمام راستوں پر جیگر کی تصویر دے کر اسے جانے سے روکنے کے احکامات بھی دے دیئے گئے تھے۔ اب اس نے مزید ایک گھنٹہ گزارنا تھا۔ اس کے بعد اس نے جمال پاشا کے پاس جا کر عمران کو فائل دینا تھی اس لئے یہ آفس میں بیٹھی وقت گزار رہی تھی کہ ایک بار پھر فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

''یس''...... پرنسسز سدرہ نے رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

''روحیل بات کرنا چاہتا ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''کراؤ بات''...... پرنسسز سدرہ نے کہا۔ روحیل اس کے سیکشن کا آدمی تھا۔

''روحیل بول رہا ہوں پرنسسز''...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ مؤدبانہ تھا۔

''یس۔ کوئی خاص بات''...... پرنسسز سدرہ نے کہا۔

''جیگر کی لاش کنگ ایریا کے پولیس اسٹیشن میں موجود ہے پرنسسز''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو پرنسسز سدرہ بے اختیار اچھل پڑی۔

''اوہ۔ انہیں کہاں سے ملی ہے یہ لاش اور کس حالت میں ہے''۔ پرنسسز سدرہ نے پوچھا۔

''کنگ ایریا کی نارون سائیڈ پر ویران علاقہ ہے۔ وہاں یہ لاش پڑی تھی جسے ایک راہگیر نے دیکھا تو پولیس کو اطلاع دی۔ پولیس نے لاش اٹھوا لی۔ اس کے پاس سے کاغذات ملے ہیں جن کی مدد سے یہ ٹریس ہوا کہ اس کا تعلق سلاوان سے ہے۔ سلاوان سفارت خانے کو اطلاع دے دی گئی ہے''...... روحیل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تم اس کے متعلق مزید معلومات حاصل کرو کہ اس کی لاش وہاں تک کیسے پہنچی۔ یہ رائل ویلی سے نکل کر کہاں کہاں گیا اور کس کس سے ملا۔ میں قاسم کو تمہارے پاس بھجوا دیتی ہوں۔ تم اس وقت پولیس اسٹیشن کنگ ایریا میں ہی ہو یا کہیں اور''۔ پرنسسز سدرہ نے کہا۔

''وہیں ہوں۔ آپ قاسم کو بھجوا دیں۔ ہم مل کر اس معاملے پر مزید انکوائری کرتے ہیں''...... روحیل نے کہا تو پرنسسز سدرہ نے اوکے کہہ کر ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبا دیا اور پھر ہاتھ ہٹا کر اس نے دوبارہ کریڈل دبا دیا۔

''یس''...... دوسری طرف سے اس کی فون سیکرٹری کی آواز

سنائی دی۔

''روحیل اس وقت کنگ ایریا پولیس اسٹیشن پر موجود ہے۔ قاسم کو فون کر کے اسے وہاں پہنچنے کا کہہ دو۔ اس نے روحیل کے ساتھ مل کر کام کرنا ہے۔ روحیل کو تفصیلی ہدایات دی جا چکی ہیں اور باقی تمام ساتھیوں کو واپس سیکشن آفس کال کر لو''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''یس میڈم''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو پرنسز سدرہ نے رسیور رکھ دیا۔ پھر اس نے سامنے دیوار پر موجود کلاک دیکھا تو ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی کیونکہ جمال پاشا صاحب کے پاس جانے کا وقت ہو رہا تھا۔ فائل اٹھا کر وہ آفس سے باہر آئی اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیزی سے اس کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جہاں جمال پاشا کی رہائش گاہ تھی۔ رہائش گاہ پر پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ عمران اس سے تھوڑی دیر پہلے یہاں پہنچ چکا ہے اور وہ جمال پاشا صاحب کی لائبریری میں ان کے پاس موجود ہے۔ پرنسز سدرہ نے اپنی آمد کے بارے میں اندر اطلاع دی تو اسے بھی لائبریری میں ہی بلا لیا گیا۔ ایک ملازم کی رہنمائی میں پرنسز سدرہ جب لائبریری میں داخل ہوئی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ جمال پاشا صاحب کی لائبریری اس کے اندازے سے سینکڑوں گنا بڑی تھی۔ گو جمال پاشا صاحب کی عظمت کے بارے میں پہلے ہی اسے معلوم تھا اور وہ اس سے بے حد مرعوب تھی لیکن اب لائبریری

دیکھ کر تو اس کے ذہن پر جمال پاشا کی علمیت کا روپ مزید چڑھ گیا۔ عمران نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا جبکہ بزرگ اور بوڑھے جمال پاشا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے پیار کیا اور پھر پرنسز سدرہ ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

''کیسے آنا ہوا بیٹی''...... جمال پاشا نے دھیمے لہجے میں کہا۔

''میں نے انہیں یہاں آنے کی دعوت دی تھی کیونکہ ان کا تعلق قدیم مصری شاہی خاندان سے ہے اس لئے قدیم مصری تاریخ ان کے آباؤ اجداد کی طرف سے ان تک بھی پہنچی ہو گی اور ہم نے چونکہ ان تختیوں کی تحریر پر کام کرنا ہے اس لئے یقیناً یہ اس معاملہ میں بے حد معاون ہو سکتی ہیں''...... عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا تو پرنسز سدرہ اس کی طرف حیرت سے دیکھنے لگی جبکہ جمال پاشا صاحب بے اختیار مسکرا دیئے۔

''بیٹی۔ عمران کی باتوں پر حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ایسی ہی باتیں کرنے کا عادی ہے لیکن یہ بتا دوں کہ میں اپنی زندگی میں کسی کے ذہن سے مرعوب ہوا ہوں تو وہ یہ عمران ہی ہے۔ یہ ایسے دور رس نکتے نکال لاتا ہے کہ جیسے صدیوں پہلے کی باتیں اس نے ایجاد کی ہوں''...... جمال پاشا نے عمران کی تعریف کرتے ہوئے کہا تو پرنسز سدرہ اور زیادہ حیران ہو گئی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ جمال پاشا صاحب کسی کی تعریف کرنے سے ہمیشہ گریز کرتے تھے۔

"یہ آپ کا حسن ظن ہے۔ میں نے "ظ" والا ظن کہا ہے۔ آپ اسے "ز" والا زن نہ سمجھ لیں۔ پرنسز سدرہ کے سامنے کسی اور زن کے حسن کے بارے میں کچھ کہنا تہذیب کے خلاف ہے"...... عمران نے کہا تو جمال پاشا بے اختیار مسکرا دیئے۔

"آپ کو پاشا صاحب کے سامنے ایسی فضول باتیں نہیں کرنی چاہئیں"...... پرنسز سدرہ نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اسے واقعی عمران پرغصہ آ گیا تھا کیونکہ وہ تصور بھی نہ کرسکتی تھی کہ کوئی جمال پاشا کی موجودگی میں مذاق بھی کرسکتا ہے۔

"تم غصہ نہ کھاؤ بیٹی۔ میں اس کی فطرت سے واقف ہوں۔ اس کے ذہن کی چابی مذاق ہے ورنہ اس کے ذہن کا لاک نہیں کھلتا"...... جمال پاشا نے مسکراتے ہوئے کہا تو پرنسز سدرہ نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ عمران اور جمال پاشا میں کسی بھی وجہ سے خاصے بے تکلفانہ تعلقات ہیں اس لئے جمال پاشا صاحب اس کی باتوں کا برانہیں منا رہے تھے۔ پھر اسے کیا ضرورت تھی کہ وہ غصے کا اظہار کرتی اس لئے اس نے بھی خاموش رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔

"ہاں تو بیٹے عمران۔ تم نے فون پر کہا تھا کہ تمہیں ان تختیوں میں سے بعض الفاظ کا جو مطلب سمجھا گیا ہے اس پر اعتراض ہے"۔ جمال پاشا نے اس بار بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"میں نے اعتراض نہیں کیا پاشا صاحب۔ میں نے کہا تھا کہ

ان کی سو فیصد تفہیم کی راہ میں ان کا درست تلفظ رکاوٹ بنتا ہے"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"وہ کیسے"...... جمال پاشا نے چونک کر کہا۔

"اب آپ کو بتانا تو سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے لیکن آپ سے سیکھنے کے لئے تفصیل سے بات کرنا ضروری ہے"۔ عمران نے کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ تفصیل سے بات کرو۔ یہ علمی معاملہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تمہارے ذہن میں کوئی ایسا نکتہ آ جائے جو میرے ذہن میں نہ آیا ہو"...... جمال پاشا نے نرم لہجے میں کہا تو پرنسز سدرہ ایک بار پھر حیرت سے جمال پاشا کی طرف دیکھنے لگی۔

"پاشا صاحب۔ قدیم مصری زبان کی مختلف اقسام کو ضبط تحریر میں لانے کے لئے مصریوں نے مختلف ادوار میں چار رسم الخط استعمال کئے۔ ایک ہیروگلیفی۔ یہ مصر کا قدیم ترین رسم الخط ہے جو تقریباً اکتیس سو قبل مسیح ایجاد کیا گیا جو تین ساڑھے تین ہزار سال تک مستعمل رہا۔ پھر اس کا استعمال ختم ہوگیا۔ یہ رسم الخط صرف مذہبی عبارتیں لکھنے کے لئے مخصوص تھا۔ مصر کا دوسرا رسم الخط ہراطیقی تھا"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ تمہاری بات درست ہے لیکن یہ دراصل ہیروگلیفی ہی کی شکستہ اور رواں شکل تھی۔ یہ اس لئے ایجاد ہوا کہ عبارتیں جلد لکھی جاسکیں"...... جمال پاشا نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا

دیا۔

''اب آئیں تیسرے رسم الخط کی طرف جیسے ڈیموطیقی کہتے ہیں۔ یہ آسان اور سادہ رسم الخط ہے اور نو سو قبل مسیح یا سات سو قبل مسیح کے قریب ایجاد ہوا۔ یہ ہراطیقی رسم الخط کی مزید آسان اور رواں شکل تھی۔ چوتھا اور آخری رسم الخط قبطی تھا جسے پہلے کے تین رسم الخط سے اخذ نہیں کیا گیا تھا بلکہ یہ یونانی ابجد سے لیا گیا تھا۔ البتہ اس میں ہراطیقی سے کچھ علامتیں ضرور لی گئی تھیں''...... عمران نے مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا۔ اس دوران پرنسز سدرہ کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے وہ چھوٹی بچی ہو اور دو بڑوں کے درمیان پھنس گئی ہو۔ جمال پاشا کے بارے میں تو وہ پہلے سے جانتی تھی کہ وہ مصریات کے بہت بڑے عالم ہیں لیکن عمران جس طرح باتیں کر رہا تھا اسے اب یقین آتا جا رہا تھا کہ یہ مزاحیہ باتیں کرنے والا بظاہر لاابالی سا نوجوان اندر سے بہت بڑا عالم ہے۔ ایسا عالم جس کی باتیں جمال پاشا جیسے عالم بھی دھیان سے سننے پر مجبور تھے۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ہم باوجود شدید کوششوں کے اب تک مصر کے قدیم مخطوطوں، کتبوں اور تختیوں کے صحیح مفہوم تک نہیں پہنچ سکے۔ گو ہم نے ان میں ایسے حروف شامل کر لئے جنہیں حروف علت کہا جاتا ہے۔ انگریزی زبان کے حرف ''ای'' کا استعمال بھی زیادہ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح حرف علت ''وٗ'' کا استعمال ہے لیکن

پھر بھی ہم سو فیصد یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ ہم اس کے اصل تلفظ تک پہنچ گئے ہیں''...... جمال پاشا نے کہا۔

''قدیم مصری الفاظ کے حروف کے درمیان انگریزی حرف ''ای'' کے اضافہ کے ساتھ ساتھ عراق کے قدیم پیکانی رسم الخط سے بھی استفادہ کیا گیا ہے اور مصر کے قبطی رسم الخط سے بھی استفادہ کیا گیا ہے اور حروف علت میں بھی اب ضروری نہیں کہ صرف ''ای'' کا ہی اضافہ کیا جائے۔ اب جدید مصری عالم ''ای'' کی بجائے ''اوٗ'' یا ''اے'' کا بھی اضافہ کرتے ہیں۔ مثلاً آمن دیوتا کو امون اور فرعون۔ اخن آتن کو اخناتون بھی پڑھا اور لکھا جاتا ہے۔ اب آئیں ان تختیوں کے الفاظ پر جو چوری کر لی گئی ہیں اس لئے کہ ان میں سے کسی پر آرمس پروہت کے مقبرے کے بارے میں اشارہ یا تحریر موجود ہے''...... عمران نے کہا تو جمال پاشا نے میز کی دراز کھولی اور اس میں سے ایک فائل نکال کر باہر رکھی اور دراز بند کر دی۔ فائل کھول کر اس میں سے فوٹوگرافس نکال کر انہوں نے عمران کے سامنے رکھ دیئے۔

''آپ نے ان پر ضرور توجہ دی ہو گی۔ کیا واقعی کوئی ایسی تحریر ہے جس میں آرمس پروہت کے مقبرے کے محل وقوع کا اشارہ ملتا ہو''...... عمران نے بنڈل اٹھاتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ یہ ایک تختی ہے جس پر آرمس کا نام آیا ہے لیکن جیسا تم نے کہا ہے کہ یہ نام اسی صورت میں آرمس بنتا ہے اگر عراق

کے قدیم رسم الخط پیکانی سے استفادہ کیا جائے ورنہ یہ آرمس کی بجائے آسرم دیوتا کا نام بنتا ہے لیکن آسرم دیوتا کا نام اور کسی جگہ پر نظر نہیں آیا جبکہ آرمس پروہت کا نام روایات میں موجود ہے''۔ جمال پاشا نے کہا اور بنڈل عمران کے ہاتھ سے لے کر انہوں نے اسے علیحدہ علیحدہ کیا اور پھر ایک فوٹو گراف انہوں نے عمران کے سامنے رکھ دیا۔ عمران اسے غور سے دیکھتا رہا۔

''آپ درست کہہ رہے ہیں لیکن یہ اشارہ فرعون آرمس پروہت کی طرف جاتا ہے جبکہ روایات کے مطابق آرمس پروہت فرعون کوفر جسے عرف عام میں فرعون کروفر بھی کہتے ہیں کے دور میں تھا جبکہ فرعون آمن ہوتپ تو اس سے بہت بعد کا ہے اس لئے اس اشارے پر چلتے ہوئے فرعون آمن ہوتپ کے مقبرے کے ارد گرد باوجود شدید تلاش کے مقبرہ دریافت نہیں ہو سکا''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میں نے بھی اس پر بے حد غور کیا ہے لیکن کوئی قابل بھروسہ اشارہ نہیں ملا۔ جن لوگوں کے پاس یہ تختیاں پہنچی ہیں مجھے یقین ہے کہ وہ بھی کچھ معلوم نہ کر سکیں گے''...... جمال پاشا نے کہا۔

''جبکہ میں نے آرمس پروہت کے مقبرے کا محل وقوع تلاش کر لیا ہے''...... عمران نے کہا تو جمال پاشا صاحب بے اختیار اچھل پڑے اور پرنسز سدرہ جو ان کے درمیان ہونے والی عالمانہ باتیں سن رہی تھی بے اختیار چونک پڑی۔

''کیا تم مذاق کر رہے ہو''...... جمال پاشا نے کہا۔

''نہیں جناب۔ میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں''...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کہاں ہے یہ اشارہ''...... جمال پاشا نے کہا۔

''جس تختی کا حوالہ آپ نے دیا ہے کہ اس میں آرمس پروہت کا اشارہ ہے یہ تختی قدیم ترین رسم الخط ہیروگلیفی میں لکھی گئی ہے جو کہ تین ساڑھے تین ہزار سالوں تک رائج رہا۔ اس میں حروف علت استعمال نہیں کئے جاتے تھے اس لئے ماہرین نے اس تختی کے الفاظ میں حروف علت لگا کر انہیں پڑھا ہے لیکن اگر اسے عراق کے قدیم سوسیری میخی یا پیکانی رسم الخط کی مدد سے پڑھا جائے تو پھر واضح ہو جاتا ہے کہ آرمس پروہت کا مقبرہ فرعون اسار کے مغرب میں ہے۔ یہ دیکھیں یہ الفاظ انہیں پیکانی زبان کے تحت پڑھیں تو اسار ہی سامنے آتا ہے اور فرعون اسار کا مقبرہ حال ہی میں دریافت ہو چکا ہے''...... عمران نے کہا تو جمال پاشا صاحب اس فوٹوگراف پر جھک گئے۔

''ہاں۔ ہاں۔ بالکل۔ تم درست کہہ رہے ہو۔ واقعی یہ تو صاف اور سیدھا اشارہ ہے۔ بہت خوب۔ تم نے کمال کر دیا عمران بیٹے۔ نجانے کتنے عرصے سے ماہرین اس پر سر کھپا رہے تھے لیکن آج تک کوئی کامیاب نہیں ہو سکا۔ ویری گڈ۔ دیکھا تم نے سدرہ بیٹی۔ اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کو کیا ذہن دیا ہے''...... جمال پاشا نے

مسرت بھرے لہجے میں کہا اور پھر ہاتھ اٹھا کر انہوں نے عمران کے کاندھے پر باقاعدہ تھپکی دی۔

''یہ سب آپ کے قرب کی وجہ سے ہے۔ آپ جیسا علم کا سمندر سامنے ہو تو کچھ چھینٹے دوسروں تک بھی پہنچ جاتے ہیں''۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو جمال پاشا نے ایک بار پھر اس کے کاندھے پر تھپکی دی۔

''میں اس پر مزید غور کروں گا لیکن ہم اسے ابھی اوپن نہیں کریں گے جب تک کہ وہ تختیاں واپس نہ آ جائیں''...... جمال پاشا نے کہا۔

''اس پر کام ہو رہا ہے۔ مجھے اہم کلیو مل گئے ہیں۔ جلد ہی یہ تختیاں بھی واپس آ جائیں گی''...... عمران نے کہا اور پھر اس نے جمال پاشا سے جانے کی اجازت مانگی تو جمال پاشا اٹھ کھڑے ہوئے۔ عمران نے ان سے پرجوش مصافحہ کیا جبکہ پرنسز سدرہ نے سر جھکا دیا۔ جمال پاشا نے شفقت بھرے انداز میں اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور پھر وہ دونوں سلام کر کے لائبریری سے باہر آ گئے۔ جمال پاشا کا ملازم ان کی رہنمائی کرتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا جہاں ان کی کاریں موجود تھیں۔

''عمران صاحب۔ تختیوں کا کلیو مل گیا ہے۔ آپ کو یا آپ نے جمال پاشا صاحب کو مطمئن کرنے کے لئے کہہ دیا ہے''۔ پرنسز سدرہ نے کہا۔

''جھوٹ بولنا ویسے بھی غلط ہے اور پھر اتنے بڑے عالم کے سامنے میں نے درست کہا ہے۔ جلد ہی ہم ان تختیوں تک پہنچ جائیں گے''...... عمران نے اپنی کار کا لاک کھولتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ پھر اجازت دیں۔ آپ نے آج اپنے بارے میں میرے نظریات تبدیل کر دیئے ہیں۔ پہلے میں آپ کو لاابالی سا نوجوان سمجھتی تھی لیکن آج مجھے احساس ہوا ہے کہ آپ بہت بڑے عالم ہیں''...... پرنسز سدرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یعنی اب کوئی سکوپ باقی نہیں رہا''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا تو پرنسز سدرہ بے اختیار چونک پڑی۔

''سکوپ۔ کیسا سکوپ۔ کیا مطلب''...... پرنسز سدرہ نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''بزرگ کہتے ہیں کہ زیادہ پڑھے لکھے عالم فاضل افراد کو خواتین پسند نہیں کرتیں''...... عمران نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا تو پرنسز سدرہ بے اختیار ہنس پڑی۔

''اس کے باوجود آپ مجھے پسند ہیں''...... پرنسز سدرہ نے کہا اور اپنی کار کی طرف مڑ گئی۔ اسے واقعی یہ نوجوان پسند آیا تھا لیکن اتنا وہ بھی جان گئی تھی کہ یہ پسند صرف پسند تک ہی محدود رہنی چاہئے کیونکہ جو آدمی عورتوں سے مصافحہ کرنے کو خلاف تہذیب سمجھتا ہو وہ بھلا کیا آگے بڑھے گا۔ اس نے کار کا لاک کھولا اور کار میں بیٹھ کر اسے سٹارٹ کرنے لگی جبکہ عمران کی کار پہلے ہی

کھلے ہوئے پھاٹک سے باہر جا چکی تھی۔ پھاٹک ابھی تک کھلا ہوا تھا اور ایک ملازم پھاٹک کے قریب موجود تھا۔ پرنسس سدرہ نے کار آگے بڑھائی اور پھر ابھی اس نے کار پھاٹک سے باہر نکال کر موڑی ہی تھی کہ دور سے ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور پرنسس سدرہ نے دیکھا کہ عمران کی سرخ رنگ کی کار اس دھماکے کے ساتھ ہی سینکڑوں ٹکڑوں میں تبدیل ہو کر فضا میں بکھر گئی تھی۔

کمرے کا دروازہ کھلا تو کمرے میں موجود بڑی سی میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے ایک ادھیڑ عمر آدمی نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ کمرے میں ایک نوجوان جس نے پینٹ کوٹ پہن رکھا تھا اندر داخل ہوا۔

''آؤ ہارڈی۔ کیا رپورٹ ہے''...... ادھیڑ عمر آدمی نے آنے والے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ہم کامیاب رہے ہیں باس۔ ابھی تھوڑی دیر میں مشین آ جائے گی''...... آنے والے جسے ہارڈی کے نام سے پکارا گیا تھا، نے جواب دیتے ہوئے کہا اور باس کے اشارے پر وہ میز کی دوسری طرف کرسی پر بیٹھ گیا۔

''کیا تفصیل ہے''...... باس نے کہا۔

''باس۔ جیگر نے اپنا وعدہ پورا کیا ہے۔ اس نے نہ صرف

پروفیسر اسمٹ کو ہلاک کر دیا بلکہ اپنے مزید چار ساتھیوں کا بھی خاتمہ کر دیا ہے اور پھر مشین لے کر وہاں سے جیپ میں سوار ہو کر نکل آنے میں کامیاب ہو گیا۔ مشین اس نے جیپ میں چھپا رکھی تھی۔ تمام چیک پوسٹس سے نکل آنے کے بعد اس نے جیپ اپنے ملک سلاوان کے سفارت خانے سے کچھ فاصلے پر ایک ویران علاقے میں چھوڑ دی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ رائل ویلی سے نکلنے کے بعد کافی فاصلے تک چیکنگ ٹاور سے جانے والوں کو چیک کیا جاتا ہے۔ چونکہ اس نے تمام چیک پوسٹس پر اپنے جانے کا مقصد یہی بتایا تھا کہ وہ پروفیسر اسمٹ کے کام کے لئے سلاوان کے سفارت خانے جا رہا ہے اس لئے اسے کنگ ویلی سے نکل کر سفارت خانے کی طرف جانا پڑا تھا تاکہ چیکنگ کرنے والے مطمئن ہو جائیں۔ جب مطلوبہ فاصلہ ختم ہو گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ اب چیکنگ ٹاور والے مطمئن ہو گئے ہوں گے تو اس نے جیپ وہیں چھوڑی اور مشین لے کر وہ اس علاقے سے آگے بڑھ گیا۔ اس نے ایک پبلک فون بوتھ سے میرے آفس فون کیا اور مجھے تفصیل بتائی تو میں نے اسے مشین سمیت زیرو پوائنٹ پر آنے کے لئے کہا تاکہ اس سے مشین لے کر اسے اس کی مطلوبہ رقم دے دی جائے اور اسے یہاں سے نکلنے میں بھی مدد دی جائے۔ تھوڑی دیر بعد وہ زیرو پوائنٹ پر پہنچ جائے گا۔ میں آپ کو اطلاع دینے آیا ہوں''...... ہارڈی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ جا کر اسے لے آؤ جب وہ آ جائے تو مجھے رپورٹ کر دینا''...... باس نے کہا۔

''یس باس''...... ہارڈی نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ سلام کر کے کمرے سے باہر چلا گیا تو باس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''یس''...... ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

''قاہرہ سے اینڈرسن بول رہا ہوں''...... باس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیوں کال کی ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''چیف۔ یہاں قاہرہ میں ایک اہم بات سامنے آئی ہے۔ یہاں سلاوان کی یونیورسٹی کا ایک مطالعاتی گروپ آیا ہوا تھا۔ انہیں یہاں ایک چھوٹے سے اہرام میں پہنچا دیا گیا اور دو ہفتے دیئے گئے کہ وہ اس اہرام کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اس گروپ کا انچارج پروفیسر اسمٹ تھا جو اپنے ساتھ اپنی ہی ایجاد کردہ ایک مشین لے آیا تھا جو عام کیمرے کی شکل میں تھی۔ پروفیسر اسمٹ کے اس مطالعاتی دورے کا مقصد اس مشین کی عملی چیکنگ تھا۔ چنانچہ اس خالی اہرام میں جب اس مشین کے ذریعے اس نے چیکنگ کی تو اس مشین کے حیرت انگیز نتائج سامنے آئے۔ اس مشین سے نکلنے والی ریز نے زمین کے اندر گہرائی میں دفن شدہ سونے کے زیورات اور جواہرات کو نمایاں کر دیا جبکہ حکومت مصر اس اہرام کو اپنی طرف سے خالی کر

چکی تھی۔ یہ مشین بہت بڑا انقلاب لاسکتی تھی کیونکہ یہاں ہر اہرام میں خفیہ طور پر خزانے دفن ہیں جن کو حکومت مصر آج تک باوجود شدید کوششوں کے ٹریس نہیں کر سکی جبکہ ہمیں اس بارے میں اس لئے علم ہو گیا کہ نیدر لینڈ کی ایک تنظیم ریڈ لائٹ ایجنسی خفیہ طور پر چند اہراموں کے قریب ریت میں سرنگیں لگا کر وہاں سے زیر زمین خزانے نکالنے کے لئے کام کر رہی ہے۔ سلاوان سفارت خانے کا ایک آدمی پروفیسر اسمٹ کے پاس پہنچا۔ پروفیسر اسمٹ نے اسے خود کال کیا تھا۔ اس کا نام نکسن تھا۔ پروفیسر اسمٹ نے نکسن کو اس مشین کی کارکردگی دکھائی تو وہ بھی حیران رہ گیا۔ وہ اس لئے واپس چلا گیا کہ سلاوان کے اعلیٰ حکام سے بات چیت کر کے ان خزانوں کو چیک پوسٹوں سے بچا کر کسی طرح باہر نکالا جائے اور پروفیسر اسمٹ کا ایک آدمی جس کا نام جیگر ہے۔ وہ ہمارے ایجنٹ ہارڈی کا کلاس فیلو اور دوست ہے۔ اس جیگر نے ہارڈی سے اس مشین کے بارے میں بات کی تو ہارڈی نے اس سے باقاعدہ معاہدہ کر لیا کہ وہ اگر مشین لا دے تو اسے نہ صرف دس کروڑ ڈالرز نقد دیئے جائیں گے بلکہ ہانگری میں اعلیٰ ترین عہدہ بھی دیا جائے گا۔ جیگر راضی ہو گیا۔ البتہ اس نے شرط لگائی کہ اسے اس کی رقم سمیت محفوظ طریقے سے ہم اپنے ملک ہانگری پہنچا دیں۔ ہم نے اس کی یہ شرط تسلیم کر لی۔ چنانچہ اس نے ایکشن لیا اور پروفیسر اسمٹ اور اس کے چار ساتھیوں کو ہلاک کر کے مشین لے کر وہ وہاں سے نکل

آیا ہے اور چند لمحوں بعد وہ یہاں پہنچنے والا ہے۔ میں نے آپ کو اس لئے فون کیا ہے کہ میں اس جیگر کو ہلاک کرا دینا چاہتا ہوں لیکن شاید ہارڈی اس پر رضامند نہ ہو کیونکہ اس کی بڑی طویل دوستی ہے تو کیا ساتھ ہی ہارڈی کو بھی ہلاک کر دیا جائے پھر جیگر کی لاش کو کسی ویرانے میں ڈال دیا جائے جبکہ ہارڈی کو یہیں خاموشی سے دفن کر دیا جائے تاکہ اس طرح ہم رقم دینے سے بھی بچ جائیں گے اور آئندہ کی بلیک میلنگ سے بھی“ ...... باس نے پوری تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”ہارڈی ہمارا بہترین آدمی ہے اس لئے اسے ہلاک کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ البتہ جیگر کو ہلاک کر دیا جائے اور ہارڈی اگر اس میں رکاوٹ بنے تو اسے میرے بارے میں بتا دینا کہ ان کا حکم ہے پھر وہ فوراً اس کو تسلیم کر لے گا اور مشین کو پہلی فرصت میں اس ہارڈی کے ہاتھ میرے پاس ہانگری بھجوا دینا“ ...... چیف نے واضح اور دوٹوک الفاظ میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اگر ہارڈی جیگر کی موت میں رکاوٹ بن گیا تب“۔ اینڈرسن نے کہا۔

”پہلے اس کی مجھ سے بات کرا دینا۔ میں اسے سمجھا دوں گا“۔ چیف نے کہا۔

”یس چیف۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی“ ...... اینڈرسن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''مشین کو حاصل کرتے ہی تم ہارڈی کے ذریعے فوری طور پر ہیڈ کوارٹر بھجوا دینا۔ یہاں اس کے ٹیسٹ ہوں گے اور اگر واقعی ایسی مشین ایجاد کر لی گئی ہے تو پھر اس مشین کے فارمولے پر ہمارے سائنس دان اس جیسی مزید مشینیں تیار کریں گے اور ہم مصر کی زمین میں دفن تمام خزانہ نکال لائیں گے''...... چیف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو اینڈرسن نے رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد آفس کا دروازہ کھلا اور ہارڈی اندر داخل ہوا۔

''کیا ہوا''...... اینڈرسن نے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔

''جیگر پہنچ گیا ہے اور مشین بھی لے آیا ہے''...... ہارڈی نے کہا۔

''یہ چیک کر لیا ہے کہ اس کے یہاں آنے کا کسی کو علم تو نہیں ہوا''...... اینڈرسن نے کہا۔

''میں نے اسے پہلے ہی ہدایات دے دی تھیں اور پھر ہم نے اسے فوری طور پر یہاں سے نکالنا ہے اس لئے اس نے خود ہی بے حد احتیاط کی ہے۔ اب آپ گارینٹڈ چیک دے دیں تاکہ اس کی تسلی ہو جائے اور وہ مشین ہمارے حوالے کر دے''...... ہارڈی نے کہا۔

''مشین کہاں ہے''...... اینڈرسن نے چونک کر پوچھا۔

''اس کے پاس ہے۔ کیوں''...... ہارڈی نے بھی چونکتے ہوئے کہا۔

''تم نے کہا ہے کہ وہ چیک لے کر مشین ہمارے حوالے کرے گا تو میں سمجھا کہ اس نے مشین کہیں چھپا دی ہے اور ہاں۔ پہلے یہ چیکنگ تو ہو کہ مشین ویسا کام کر بھی سکتی ہے جیسا کہ وہ دعویٰ کر رہا ہے۔ ہم اسے گارینٹڈ چیک دے دیں اور بعد میں مشین ناقص نکلے۔ پھر''...... اینڈرسن نے کہا۔

''ایسا نہیں ہے باس۔ جیگر میرا طویل عرصے سے دوست چلا آ رہا ہے۔ وہ کم از کم مجھ سے غلط بیانی نہیں کر سکتا اور پھر اس نے ہمارے ساتھ رہنا ہے اس وقت تک جب تک کہ وہ مصر سے باہر نہیں چلا جاتا۔ اگر آپ کو شک ہے تو ہم اسے دو روز مزید روک سکتے ہیں۔ اس دوران مشین کی آزمائش کسی نہ کسی انداز میں کی جا سکتی ہے''...... ہارڈی نے کہا۔

''تمہیں اس پر اعتماد ہے''...... اینڈرسن نے کہا۔

''یس باس۔ سو فیصد اعتماد ہے''...... ہارڈی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''او کے۔ تو پھر سنو۔ ہم نے اسے کوئی رقم نہیں دینی۔ اسے گولی مار کر مشین حاصل کرو اور پھر اس کی لاش کسی ویرانے میں پھینکوا دو''...... اینڈرسن نے کہا تو ہارڈی اس طرح اینڈرسن کو دیکھنے جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو کہ یہ الفاظ اینڈرسن کے منہ سے نکلے ہیں۔

''یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں''...... ہارڈی نے انتہائی حیرت

بھرے لہجے میں کہا تو اینڈرسن بے اختیار ہنس پڑا اور اس کے ہنستے ہی ہارڈی کا ستا ہوا چہرہ بھی کھل اٹھا۔

"میں تم سے مذاق کر رہا تھا۔ میں تمہیں گارینٹڈ چیک دیتا ہوں۔ یہ اسے دے دو اور اس سے مشین لے کر مجھے دو اور پھر اسے یہاں سے نکالنے کی تیاریاں شروع کر دو اور ہر طرح سے احتیاط کرنا"...... اینڈرسن نے کہا۔

"یس باس۔ آپ کے مذاق نے تو میری جان ہی نکال دی تھی"...... ہارڈی نے کہا۔

"ہمارے پیشے میں تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس میں حیرت کی کیا بات ہے"...... اینڈرسن نے میز کی دراز کھول کر اس میں سے چیک بک نکالتے ہوئے کہا۔

"ہوتا ہوگا لیکن جیگر کو میں نہیں مار سکتا بلکہ میں اس کی حفاظت کروں گا۔ اس نے مجھ پر بڑے بڑے احسان کئے ہیں"۔ ہارڈی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اگر میں بطور باس تمہیں سنجیدگی سے حکم دوں تو پھر بھی تم انکار کر دو گے"...... اینڈرسن نے چیک پر رقم لکھتے ہوئے کہا۔

"سوری باس۔ جیگر کے بارے میں ایسا حکم میں تسلیم نہیں کر سکتا۔ جس مشین کے ذریعے ہم کھربوں ڈالرز کمائیں گے اسے بھی اس میں سے معمولی سا حصہ ملنا چاہئے۔ ہم لاکھ برے سہی لیکن ہمارے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں"...... ہارڈی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ یہ لو چیک"...... اینڈرسن نے چیک بک سے ایک چیک علیحدہ کر کے ہارڈی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یس باس"...... ہارڈی نے چیک لیا۔ اسے غور سے دیکھا اور پھر اطمینان بھرے انداز میں اسے تہہ کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں یہ چیک اسے دے کر مشین لے آتا ہوں۔ پھر اس کے یہاں سے نکالنے کا پلان بنائیں گے باس"...... ہارڈی نے کہا اور اینڈرسن کے اثبات میں سر ہلانے پر ہارڈی مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے عقب میں جیسے ہی دروازہ بند ہوا اینڈرسن نے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"یس"...... چیف کی مخصوص آواز سنائی دی۔

"قاہرہ سے اینڈرسن بول رہا ہوں"...... اینڈرسن نے کہا۔

"یس۔ کیا رپورٹ ہے"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہارڈی۔ جیگر کو مشین سمیت لے آیا ہے اور ہارڈی سے میری جو بات چیت ہوئی ہے وہ میں نے خفیہ طور پر ٹیپ کر لی ہے۔ آپ سن لیں۔ پھر بات ہو گی"...... اینڈرسن نے کہا اور ساتھ ہی فون کے نیچے موجود ایک بٹن پریس کر دیا۔

"میں نے سن لی ہے بات چیت"...... کچھ دیر بعد چیف کی آواز سنائی دی۔

’’اب کیا حکم ہے چیف‘‘...... باس نے کہا۔

’’تمہارا خیال درست تھا اس لئے اب ہارڈی کو بھی ختم کرنا ضروری ہو گیا ہے ورنہ یہ ہمارے خلاف بھی بغاوت کر سکتا ہے‘‘۔ چیف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’اوکے چیف۔ مشین آپ کو فوری بھجوا دی جائے یا پہلے اسے یہاں چیک کیا جائے‘‘...... باس نے کہا۔

’’اسے چیک کیسے کرو گے‘‘...... چیف نے پوچھا۔

’’یہاں یہی کام ریڈ لائٹ ایجنسی ایک اور انداز میں کر رہی ہے۔ یہ ایجنسی نیدر لینڈ کی ہے۔ اس ایجنسی کا یہاں چیف راڈرک ہے جبکہ کرتا دھرتا ایک مقامی آدمی رافیل۔ وہ اپنے طور پر کنگ ویلی کے چار اہراموں سے کچھ فاصلے پر خفیہ طور پر خصوصی مشینوں کے ذریعے ریت میں سرنگ لگا کر ان اہراموں میں موجود خزانے حاصل کرنے پر کام کر رہے ہیں لیکن یہ ان کے مصری ماہرین قدیم دور کے کتبوں کی تحریر کا تجزیہ ہے جو غلط بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ رافیل ہمارا آدمی بھی ہے۔ رافیل سے طے ہے کہ اگر خزانہ انہیں مل گیا تو آدھا ہمارا ہو گا جبکہ اس کے بدلے میں وہاں کام کرنے والے ماہرین ہمارے ہیں۔ رافیل کو یہ مشین دی جا سکتی ہے کہ وہ اسے چیک کرے۔ اگر یہ مشین کام کرتی ہے تو پھر کسی سرنگ لگانے کی ضرورت نہ ہو گی اور پورے مصر کے اہراموں اور مقبروں کو اس مشین کے ذریعے چیک کیا جا سکتا ہے اور ان اہراموں کے اندر سے ہی کھدائی کر کے خزانے نکالے جا سکتے ہیں‘‘...... باس نے کہا۔

’’لیکن اس طرح یہ مشین ریڈ لائٹ ایجنسی کے نوٹس میں آ جائے گی اور وہ اس پر قبضہ بھی کر سکتے ہیں۔ بے پناہ دولت حاصل کرنے کے لئے‘‘...... چیف نے کہا۔

’’ریڈ لائٹ ایجنسی رافیل کے سر پر چل رہی ہے۔ مشین کی چیکنگ کے بعد رافیل کو ختم کر دیا جائے تو یہاں ایجنسی کا ہی خاتمہ ہو جائے گا‘‘...... باس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’نہیں۔ اس معاملے میں کوئی رسک نہیں لیا جا سکتا۔ تم مشین کو اپنے طور پر چیک کرو ورنہ ہیڈ کوارٹر بھجوا دو۔ ہم اسے چیک کر لیں گے‘‘...... چیف نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

’’اوکے چیف‘‘...... اینڈرسن نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھا ہی تھا کہ دروازہ کھلا اور ہارڈی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کیمرہ تھا اور چہرے پر مسرت کے تاثرات نمایاں تھے۔

’’یہ ہے وہ مشین باس‘‘...... ہارڈی نے ہاتھ میں پکڑا ہوا وہ کیمرہ اینڈرسن کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

’’یہ تو کیمرہ ہے‘‘...... اینڈرسن نے اسے اٹھا کر الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا۔

’’اسے کیمرے کی شکل میں بنایا گیا ہے۔ ایک بٹن پریس کریں

تو یہ عام کیمرہ ہو گا لیکن دوسرا بٹن پریس ہوتے ہی یہ زیر زمین خزانوں کی تصاویر بنائے گا‘‘...... ہارڈی نے کہا۔

’’ٹھیک ہے۔ اب میری بات غور سے سنو‘‘...... اینڈرسن نے میز کی دراز کھول کر کیمرہ اس میں رکھتے ہوئے کہا اور پھر دراز کو بند کر کے اس نے اوپر والی دراز کھول کر اس میں ہاتھ رکھ لیا۔

’’کیا باس‘‘...... ہارڈی نے کہا۔

’’جیگر تمہارا دوست ضرور ہے لیکن یہ مشین والا معاملہ انتہائی اہم ہے۔ ہم جیگر کو زندہ نہیں رکھنا چاہتے ورنہ وہ نجانے کس کس کو اس مشین کے بارے میں بتا دے اور پھر خزانوں کی وجہ سے نجانے کون کون سی تنظیمیں ہم پر ٹوٹ پڑیں اس لئے تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ تم جیگر کو ہلاک کر دو‘‘...... اینڈرسن نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

’’سوری باس۔ ایسا ممکن نہیں ہے۔ آپ یہ مشین مجھے دیں۔ میں اسے جیگر کو واپس کر کے اس سے چیک لے آتا ہوں پھر جیگر کو واپس بھیج دوں گا۔ اس کے بعد آپ جو چاہیں اس کے ساتھ سلوک کریں‘‘...... ہارڈی نے بھی انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

’’سوچ لو ہارڈی۔ یہ میرا ہی نہیں چیف کا بھی حکم ہے‘‘۔ اینڈرسن نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

’’میں چیف سے معذرت کر لوں گا‘‘...... ہارڈی نے دو ٹوک لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا تو اینڈرسن نے دراز پر رکھا ہوا ہاتھ اٹھایا تو اس کے ہاتھ میں مشین پسٹل موجود تھا اور پھر اس سے پہلے کہ ہارڈی سنبھلتا اینڈرسن نے ٹریگر دبا دیا اور ایک دھماکے کے ساتھ ہی ہارڈی چیختا ہوا کرسی سمیت الٹ کر پیچھے گرا اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔ گولی چونکہ براہ راست اس کے دل میں اتر گئی تھی اس لئے اسے زیادہ پھڑکنے کا موقع بھی نہ ملا تھا۔ اینڈرسن نے پسٹل کو واپس دراز میں رکھا اور فون کا رسیور اٹھا کر اس نے یکے بعد دیگرے کئی بٹن پریس کر دیئے۔

’’یس باس۔ رابرٹ بول رہا ہوں‘‘...... دوسری طرف سے سب ہیڈکوارٹر انچارج رابرٹ کی آواز سنائی دی۔

’’جیگر جس سے ہارڈی نے ملاقات کی ہے اب کہاں ہے‘‘۔ اینڈرسن نے کہا۔

’’وہ میٹنگ روم میں موجود ہے باس‘‘...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

’’جا کر اسے گولی مارو اور پھر مجھے رپورٹ دو۔ فوراً جاؤ ابھی‘‘۔ اینڈرسن نے تیز اور تحکمانہ لہجے میں کہا۔

’’یس باس‘‘...... دوسری طرف سے کہا گیا تو اینڈرسن نے رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً دس منٹ بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اینڈرسن نے رسیور اٹھا لیا۔

’’یس‘‘...... اینڈرسن نے کہا۔

’’رابرٹ بول رہا ہوں باس۔ حکم کی تعمیل کر دی گئی ہے باس‘‘۔

دوسری طرف سے رابرٹ کی آواز سنائی دی۔

''اس کے پاس ایک گارینٹڈ چیک ہو گا۔ وہ اس کی جیب سے نکال لو اور اس کی لاش کو کسی ویران جگہ پر پھینکوا دو اور ہارڈی کو بھی چیف کے حکم کی تعمیل نہ کرنے کی صورت میں گولی مار دی گئی ہے۔ اس کی لاش میرے آفس میں موجود ہے اسے اٹھا لو اور برقی بھٹی میں ڈلوا کر راکھ کرا دو''...... اینڈرسن نے کہا۔

''جیگر کی لاش بھی برقی بھٹی میں نہ ڈلوا دی جائے باس''۔ رابرٹ نے کہا۔

''نہیں۔ اس کی لاش پولیس کو ملنی چاہئے۔ اس نے اپنے آدمیوں کو مارا ہے اور اس کی انکوائری ہو رہی ہو گی۔ اگر اس کی لاش نہ ملی تو انکوائری کا دائرہ وسیع بھی ہو سکتا ہے اور ہم بھی اس میں کسی نہ کسی طرح ملوث ہو سکتے ہیں جبکہ لاش ملنے کی صورت میں معاملہ ختم ہو جائے گا''...... اینڈرسن نے کہا۔

''لیس باس''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو اینڈرسن نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

ٹائیگر ٹیکسی میں سوار لاگور کی ایک سڑک پر سے گزر رہا تھا۔ لاگور خاصا بڑا شہر تھا اور اس کا اپنا بین الاقوامی ایئر پورٹ تھا۔ قاہرہ سے لاگور کے لئے لوکل فلائٹس چلتی تھیں۔ ٹائیگر ایک لوکل فلائٹ کے ذریعے قاہرہ سے لاگور پہنچا تھا تاکہ کراؤن گروپ کے راجر کو کور کر سکے جس کا تعلق اس گروپ سے تھا جس نے قدیم تاریخی تختیاں اور قدیم تاریخی ہیرا مصر کے نیشنل میوزیم سے چوری کر لیا تھا جنہیں برآمد کرنے کے لئے عمران اور ٹائیگر مصر پہنچے تھے۔ ٹائیگر نے پاکیشیا سے قاہرہ کے ایک کلب کے جنرل مینجر شیرازی کی ٹپ حاصل کی تھی اور شیرازی سے اسے اسلحہ کے اسمگلر لیکن بظاہر عالم فاضل بنے ہوئے نسائی کا پتہ چلا تھا اور نسائی نے راجر کا نام اور فون نمبر بتایا تھا۔ البتہ اسے اس کا پتہ معلوم نہیں تھا۔ صرف اتنا معلوم تھا کہ راجر مصر کے بڑے شہر لاگور میں رہتا ہے اور اس نے

وہاں اپنے گروپ کا ہیڈکوارٹر بنایا ہوا تھا۔ فون نمبر چونکہ سیٹلائٹ سے منسلک تھا اس لئے ایکسچینج سے اس جگہ کا پتہ نہیں چلایا جا سکتا تھا جس پر عمران نے اس کی مدد کی اور لاگور کے تفصیلی نقشہ کی مدد سے عمران نے چیک کر کے معلوم کر لیا کہ یہ فون نمبر لاگور کی معروف رہائشی کالونی گرین ٹاؤن میں واقع ہے۔ البتہ کوٹھی کا نمبر معلوم نہ ہو سکا تھا لیکن ٹائیگر کو اس کی فکر نہیں تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ وہ اس کوٹھی کو آسانی سے تلاش کر لے گا کیونکہ قاہرہ میں سرکاری طور پر رہائشی کالونی کے لئے مقامی شہری حکومت کے تحت باقاعدہ ادارے بنائے ہوئے تھے جنہیں لوکل کونسلز کہا جاتا تھا۔ یہ لوکل کونسلز ہر کالونی میں رہنے والوں کا نہ صرف مکمل ریکارڈ رکھتی تھی بلکہ گٹر اور سیوریج کی دیکھ بھال، ایمبولینسز، فون، گیس یا بجلی کی سپلائی کی خرابی کی صورت میں ہنگامی طور پر کام کرتی تھیں۔ اس طرح کالونی میں رہنے والے بے حد پرسکون زندگی گزارتے تھے۔ انہیں ان معاملات کے سلسلے میں کوئی پریشانی نہ اٹھانا پڑتی تھی۔ صرف ایک فون کال پر فوری امداد مہیا کر دی جاتی تھی اس لئے ٹائیگر کو معلوم تھا کہ گرین کالونی کی لوکل کونسل سے فون نمبر اور راجر کے نام سے رہائش گاہ کے بارے میں معلومات آسانی سے مل جائیں گی۔

''آپ نے گرین کالونی میں کہاں ڈراپ ہونا ہے سر''۔ ڈرائیور نے اچانک پوچھا۔

''میں نے گرین کالونی کی لوکل کونسل میں ایک آدمی سے ملنا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''یس سر''...... ڈرائیور نے جواب دیا اور پھر کچھ دیر بعد ٹیکسی ایک رہائشی کالونی میں داخل ہو گئی اور پھر ایک دو منزلہ عمارت کے سامنے رک گئی۔ عمارت پر گرین کالونی لوکل کونسل کا بورڈ موجود تھا۔ ایک سائیڈ پر ایمبولینسز اور آگ بجھانے والی گاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ سامنے مین دروازہ تھا۔ ٹائیگر ٹیکسی سے اترا، اس نے میٹر دیکھ کر نہ صرف کرایہ دیا بلکہ ایک معقول ٹپ بھی دے دی اور ڈرائیور سلام کر کے ٹیکسی آگے لے گیا تو ٹائیگر عمارت کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اندر ایک بڑا ہال تھا جس میں مختلف میزیں موجود تھیں جن پر باقاعدہ کام ہو رہا تھا جبکہ فرنٹ پر ایک طویل کاؤنٹر بنا ہوا تھا جس پر مختلف شعبوں کے بارے میں پلیٹس نصب تھیں اور وہاں چند لوگ کاؤنٹر پر موجود تھے۔ ایک سائیڈ پر انکوائری کی پلیٹ بھی موجود تھی۔ کاؤنٹر کے پیچھے ایک نوجوان کھڑا تھا۔ ٹائیگر اس کی طرف بڑھ گیا۔

''ویلکم۔ فرمائیے''...... نوجوان نے ٹائیگر کے اپنے سامنے رکتے ہی مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں ایشیا سے آیا ہوں۔ گرین ٹاؤن میں ایک صاحب رہتے ہیں راجر صاحب۔ ان کا کارڈ میرے پاس تھا جو کہیں گر گیا ہے۔ کیا آپ میری رہنمائی کریں گے کہ وہ کس کوٹھی میں رہائش پذیر

ہیں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''میں چیک کرتا ہوں۔ آپ دو منٹ مجھے دیں''...... نوجوان نے کہا اور واپس ہال کے آخری کونے میں موجود میز کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے وہاں سے ایک فائل اٹھائی اور اسے لے کر واپس کاؤنٹر پر آ گیا اور اس نے اس فائل کو کھول کر چیک کرنا شروع کر دیا۔ ٹائیگر دیکھ رہا تھا کہ فائل میں حروف تہجی کے مطابق اندراج کیا گیا تھا۔ نوجوان نے حرف آر کو چیک کرنا شروع کر دیا۔

''جناب۔ گرین ٹاؤن میں تین صاحبان کا نام راجر ہے۔ آپ کے مطلوبہ صاحب کا پورا کیا نام ہے''...... نوجوان نے کہا۔

''میری ان سے فون پر بات ہوئی تھی۔ اس میں انہوں نے صرف راجر کا نام لیا تھا۔ البتہ وہ یورپی نژاد ہیں۔ مقامی نہیں ہیں۔ چلیں آپ مجھے تینوں صاحبان کی رہائش گاہوں کے نمبر بتا دیں۔ میں چیک کر لوں گا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''اوہ۔ ایک منٹ۔ یہ راجر صاحب تو مصر کے شہری ہیں اور یہ دوسرے راجر صاحب ایکریمین شہری ہیں اور ہاں۔ یہ راجر جوزف صاحب ہیں۔ یہ یورپی نژاد ہیں۔ یہاں ایک کالم میں یہ معلومات درج ہیں''...... نوجوان نے ازخود فائل کو پڑھتے ہوئے کہا۔

''ان کی رہائش گاہ کا نمبر کیا ہے۔ میرا مطلب ہے راجر جوزف''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''ان کی رہائش گاہ کا نمبر ہے تھرٹی ون۔ تھرڈ بلاک۔ ان کا فون نمبر بھی درج ہے۔ آپ کو چاہئے''...... نوجوان نے کہا۔

''ہاں۔ بتا دیجئے۔ نمبر بھی کارڈ پر تھا جو گر گیا ورنہ مجھے آپ کے پاس نہ آنا پڑتا۔ آپ کی مدد کا بے حد شکریہ''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ایسی کوئی بات نہیں۔ یہ تو ہمارا فرض ہے''...... نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ایک چٹ اٹھا کر اس پر فون نمبر لکھا اور چٹ ٹائیگر کی طرف بڑھا دی۔ چٹ پر کوٹھی نمبر اور نیچے فون نمبر درج تھا۔ ٹائیگر نے ایک ہی نظر میں چیک کر لیا کہ یہ وہی فون نمبر ہے جو اس نے نسائی سے حاصل کیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ راجر کا پورا نام راجر جوزف ہے۔ ٹائیگر نے نوجوان کا شکریہ ادا کیا اور واپس مین گیٹ کی طرف مڑ گیا۔ مین گیٹ سے باہر آ کر وہ پیدل ہی آگے بڑھ گیا۔ گرین ٹاؤن کے ہر چوکوں پر کوٹھیوں کے نمبرز اور بلاک کے بارے میں درج تھا اور پھر وہ تھوڑا آگے چوک پر پہنچا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی کیونکہ یہ تھرڈ بلاک ہی تھا اور کوٹھی نمبر تھرٹی ون بھی اس بورڈ کے مطابق اس موڑ پر ہی واقع تھی۔

ٹائیگر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا تھرٹی ون کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ فٹ پاتھ پر چونکہ کافی مرد اور عورتیں بھی چل رہی تھیں اس لئے کسی نے اس کے اس طرح پیدل چلنے پر کسی حیرت کا اظہار نہ کیا

تھا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک خاصی بڑی کوٹھی کے سامنے موجود تھا جس کا جہازی سائز پھاٹک بند تھا۔ سائیڈ ستون پر تھرٹی ون کی پلیٹ موجود تھی لیکن کسی کا نام درج نہیں تھا۔ ٹائیگر ایک نظر کوٹھی کی طرف دیکھتا ہوا رکے بغیر آگے بڑھتا چلا گیا۔ اب اس کے لئے مسئلہ تھا اندر پہنچنا۔ اسے معلوم تھا کہ یہ باقاعدہ ایک گروپ کا ہیڈکوارٹر ہے اس لئے یہ عام سی رہائش گاہ نہیں ہو گی۔ یہاں سخت قسم کے حفاظتی انتظامات بھی کئے گئے ہوں گے۔ اس کوٹھی سے دوسری کوٹھی ملحقہ تھی اور پھر سائیڈ پر ایک سڑک جا رہی تھی۔ ٹائیگر سائیڈ روڈ پر مڑ گیا اور پھر یہ دیکھ کر اس کے چہرے پر اطمینان بھری مسکراہٹ ابھر آئی کہ دونوں کوٹھیوں کے عقبی طرف ایک چوڑی گلی تھی جس میں باقاعدہ کوڑے کے بڑے بڑے ڈرم موجود تھے۔

ٹائیگر نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر وہ تیزی سے عقبی گلی میں مڑ گیا۔ اسے اب گٹر کے دہانے کی تلاش تھی اور پھر دو بڑے ڈرموں کے پیچھے گٹر کا دہانہ اسے نظر آ گیا۔ چونکہ بڑے ڈرموں کی اوٹ تھی اس لئے ٹائیگر نے جھک کر گٹر کے دہانے کی سائیڈوں میں موجود گریس میں ہاتھ ڈالے اور ایک زور دار جھٹکے سے اس نے ڈھکن اٹھا کر سائیڈ پر رکھا اور پھر نیچے گٹر میں جھانکا تو اس کے منہ سے قدرے اطمینان بھری آواز نکلی کیونکہ یورپ اور ایکریمیا میں تو گٹر لائن بہت بڑی اور چوڑی بنائی جاتی تھی اس میں آسانی سے چلا جا سکتا تھا اور اس میں چونکہ بجلی اور گیس کی لائنیں بھی موجود ہوتی تھیں اس لئے انہیں چیک کرنے اور ایمرجنسی کی صورت میں ان کی مرمت کرنے کے لئے لوگ گٹر میں اتر کر کام کرتے رہتے تھے لیکن پاکیشیا میں ایسا نظام نہیں تھا اور اسے خطرہ تھا کہ یہاں مصر میں شاید یہ سب کچھ ایکریمیا اور یورپ جیسا نظام نہ ہو لیکن گٹر کے دہانے سے نیچے جھانکنے سے اسے قدرے اطمینان ہو گیا کیونکہ گٹر یورپ اور ایکریمیا جتنا بڑا نہیں تھا لیکن بہرحال بڑا ضرور تھا کہ اس میں قدرے جھک کر چلا جا سکتا تھا۔ اس نے اٹھ کر اپنی مطلوبہ کوٹھی کی طرف دیکھا اور جب اسے یقین ہو گیا کہ یہ گٹر لائن اس کی مطلوبہ کوٹھی میں ہی جا رہی ہے تو مڑ کر نیچے جانے والی لوہے کی سیڑھی کے ذریعے نیچے اترنے لگا۔ البتہ کچھ نیچے اتر کر اس نے ڈھکن کو اٹھا کر دہانے پر اس طرح رکھا کہ وہ پورا کھلا ہوا نہیں تھا اور نہ ہی پوری طرح بند تھا اور پھر وہ نیچے اترتا چلا گیا۔

گٹر لائن میں خاصا اندھیرا تھا۔ صرف مین ہول کے ڈھکن والی جگہ سے تھوڑی سی روشنی اندر آ رہی تھی۔ جس وقت ٹائیگر نے ڈھکن اٹھایا تھا اس وقت گٹر سے تیز بو اس کی سے ٹکرائی تھی لیکن کچھ دیر ڈھکن ہٹا رہنے کی وجہ سے بھی بو خاصی کم ہو گئی تھی یا دوسری صورت میں یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ٹائیگر کی ناک اس بدبو کی عادی ہو گئی تھی۔ بہرحال اب اسے اس قدر بو محسوس نہیں ہو رہی تھی کہ وہ اسے آگے ہی نہ بڑھنے دیتی۔ وہ گٹر لائن کی سائیڈ میں خشک جگہ پر جھک کر چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر جب وہ

دوسرے دہانے تک پہنچا تو اس کے اپنے اندازے کے مطابق وہ اپنی مطلوبہ کوٹھی کی عقبی سمت میں پہنچ گیا تھا۔ لوہے کی سیڑھی یہاں بھی موجود تھی۔ وہ سیڑھی چڑھتا ہوا اوپر پہنچا اور پھر دونوں ہاتھوں سے پورا زور لگا کر اس نے ڈھکن اٹھا کر سائیڈ پر رکھا اور پھر گردن باہر نکال کر ادھر ادھر دیکھا تو وہ واقعی کوٹھی کے عقبی باغ کے کونے میں موجود تھا۔ دو منزلہ کوٹھی کا عقبی حصہ سامنے تھا۔ پانی اور گیس کے پائپ اوپر جا رہے تھے۔ عقبی باغ میں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ ٹائیگر سیڑھی چڑھ کر اوپر آ گیا اور پھر اس نے ڈھکن اٹھا کر واپس دہانے پر رکھ دیا اور پھر وہ سائیڈ گلی کی طرف بڑھنے کی بجائے عمارت کی عقبی طرف بڑھنے لگا۔ اسے معلوم تھا کہ فرنٹ کی طرف انتہائی سخت پہرہ ہو گا اور وہ چونکہ اکیلا تھا اس لئے وہ ان کے سامنے نہ آنا چاہتا تھا۔ وہ اس انداز میں راجر تک پہنچنا چاہتا تھا کہ اس تک پہنچتے ہوئے کوئی اسے مارک نہ کر سکے اس لئے اس نے فرنٹ کی طرف جانے کی بجائے عقبی طرف سے عمارت کے اندر جانے کا پروگرام بنایا کیونکہ ایک پائپ کے ساتھ والی کھڑکی کھلی ہوئی تھی جبکہ باقی تمام کھڑکیاں بند تھیں۔

ٹائیگر عمارت کے قریب پہنچ کر رکا۔ ایک نظر اس نے اوپر دیکھا اور پھر وہ پائپ کے ذریعے کسی بندر کی سی تیزی سے اوپر چڑھنے لگا۔ ابھی وہ کھڑکی کے قریب نہ پہنچا تھا کہ اس کے حساس کانوں میں کسی کے چلنے کی آواز سنائی دی تو مزید اوپر چڑھنے سے رک گیا۔ اس نے نیچے دیکھنا شروع کر دیا اور پھر اسے ایک مسلح آدمی سائیڈ گلی سے نکل کر عقبی طرف آتا دکھائی دیا لیکن وہ آگے جانے کی بجائے وہیں رک گیا اور اس نے سرسری سے انداز میں ادھر ادھر دیکھا۔ ٹائیگر گو ساکت تھا لیکن بہرحال وہ سامنے تھا اور آنے والا مسلح آدمی اگر ویسے ہی سر اوپر اٹھا کر دیکھ لیتا تو ٹائیگر اسے واضح طور پر نظر آ جاتا اور پھر وہ مسلح تھا جبکہ ٹائیگر کے پاس بچنے کا بھی کوئی راستہ نہیں تھا۔ ٹائیگر کے ذہن میں دھماکے ہو رہے تھے کیونکہ وہ مسلح گارڈ کسی بھی لمحے نظریں اٹھا کر اسے دیکھ سکتا تھا۔ ٹائیگر نے اپنے بچنے کا راستہ تلاش کرنے کی کوششیں شروع کر دیں لیکن اسی لمحے وہ آدمی واپس مڑا اور ایک بار پھر قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں جو مدھم ہوتی جا رہی تھیں تو ٹائیگر نے بے اختیار نہ صرف اطمینان کا سانس لیا بلکہ دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا کیا اور ایک بار پھر وہ اوپر کی طرف چڑھنے لگا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ اس کھڑکی کے قریب پہنچ گیا جو کھلی ہوئی تھی۔

ٹائیگر نے سر آگے کر کے کھڑکی میں جھانکنے کی کوشش کی تو اسے نظر آیا کہ یہ کمرہ تھا اور بیڈ روم کے انداز میں سجا ہوا تھا۔ شاید رات کو کسی وجہ سے کھڑکی کھولی گئی اور پھر اسے صبح کو بند نہیں کیا گیا۔ اس طرح یہ کھڑکی کھلی رہ گئی ورنہ دو منزلہ اس عمارت کی باقی تمام کھڑکیاں بند تھیں۔ ٹائیگر نے ایک ہاتھ سے پائپ پکڑا اور دوسرا ہاتھ بڑھا کر اس نے کھڑکی کے کھلے ہوئے پٹ کو پکڑا اور

پھر ایک جھٹکے سے اس کے پیر اس کھڑکی کے نیچے موجود شیڈ پر جم گئے اور چند منٹ بعد وہ کمرے کے اندر پہنچ چکا تھا۔ کمرے کا انداز بتا رہا تھا کہ اسے باقاعدہ استعمال کیا جاتا ہے۔ وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ پھر اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور باہر جھانکا تو وہاں ایک راہداری تھی اور اس راہداری میں کوئی موجود نہیں تھا۔ اب ٹائیگر کو اس راجر کی تلاش تھی لیکن وہ نہ اسے پہچانتا تھا اور نہ ہی اسے اس کے قد وقامت کے بارے میں کوئی معلومات حاصل تھیں کیونکہ نسائی کی بھی اس سے صرف فون پر باتیں ہوتی رہتی تھیں۔ بہرحال وہ راہداری میں سے گزرتا ہوا آگے بڑھتا جا رہا تھا کہ اس کے کانوں میں فون کی گھنٹی بجنے کی آواز پڑی تو وہ تیزی سے اس روشندان کی طرف بڑھا جہاں سے آواز سنائی دے رہی تھی۔ یہ روشندان فکسڈ تھا لیکن اس میں شیشے کی بجائے موٹی جالی نصب تھی۔ اس نے نیچے جھانکا تو وہ کمرہ آفس کے انداز میں سجایا گیا تھا۔ البتہ کمرہ خالی تھا۔ اس میں کوئی آدمی موجود نہیں تھا جبکہ میز پر موجود فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ اسی لمحے سائیڈ پر موجود دروازہ کھلا اور ٹائیگر نے سر چوکھٹ سے نیچے کر لیا کیونکہ روشندان اس دروازے سے جو یقیناً واش روم کا دروازہ تھا بالکل سامنے نظر آتا تھا۔ چند لمحوں بعد جب کرسی کھسکنے اور رسیور اٹھنے کی آواز سنائی دی تو ٹائیگر نے سر اوپر اٹھایا۔ اب ایک آدمی مین کرسی پر بیٹھا دکھائی دے رہا تھا اور رسیور اس کے ہاتھ میں تھا۔

''یس۔ راجر بول رہا ہوں اس آدمی کی بھاری آواز سنائی دی۔ پھر دوسری طرف سے کچھ کہا گیا تو راجر بے اختیار اچھل پڑا۔

''کیا۔ کیا کہہ رہے ہو رچرڈ۔ عمران کو ہلاک کر دیا گیا ہے راجر نے اچھلتے ہوئے کہا تو ادھر راہداری میں موجود ٹائیگر بھی عمران کا نام اور اس کے بارے میں بات سن کر بے اختیار اچھل پڑا۔

''ٹھہرو۔ میں فون محفوظ کر لوں راجر نے دوبارہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے فون سیٹ کے چند بٹن پریس کر دیئے۔

''ہاں۔ اب تفصیل بتاؤ''...... راجر نے تیز لہجے میں کہا۔ اس کا مطلب تھا کہ اس نے فون محفوظ کرنے کے لئے اسے آٹو کر دیا تھا اس لئے اب رسیور میں بات کرنے کی بجائے اسے لاؤڈر کے ذریعے دوسری طرف سے بات سننا پڑے گی اور پھر خود بھی بغیر مائیک کے بولنا ہو گا۔ یہ فون کو محفوظ کرنے کا خصوصی سسٹم ہوتا ہے کیونکہ رسیور اور مائیک کے ذریعے ہونے والی بات چیت کے ٹیپ ہونے کے امکانات ہوتے ہیں۔ بغیر رسیور اور مائیک کے ہونے والی بات چیت کسی طرح ٹیپ نہ ہو سکتی تھی لیکن اس سے ٹائیگر کو یہ فائدہ ہو گیا کہ اب وہ دوسری طرف سے آنے والی آواز بھی بخوبی سن سکتا تھا۔

''باس۔ آپ کے حکم کی تعمیل میں ہم نے جمال پاشا کی رہائش گاہ کی مشینی نگرانی شروع کر دی۔ تب ہمیں پتہ چلا کہ نیدر لینڈ کی ریڈ لائٹ ایجنسی کا مقامی ایجنٹ رافیل اپنے ساتھیوں سمیت جمال

پاشا کی رہائش گاہ کی نگرانی کر رہا ہے۔ پھر عمران وہاں پہنچ گیا۔ اس کے بعد مقامی سیکرٹ سروس کی پرنسز سدرہ بھی اپنی کار میں وہاں پہنچ گئی ہم نے اندر ہونے والی باتیں ریکارڈ کرنے کی کوشش کی لیکن اندر شاید خصوصی ٹائپ کے آلات نصب تھے اس لئے کوئی بات چیت ٹیپ نہ ہو سکی۔ پھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد عمران کی کار رہائش گاہ سے باہر آئی اور مڑ کر آگے بڑھتی چلی گئی۔ اس کے بعد پرنسز سدرہ کی کار بھی باہر آئی لیکن اسی وقت وہاں موجود رافیل اور اس کے آدمیوں نے عمران کی کار پر میزائل فائر کر دیا جو براہ راست کار کو لگا اور کار پرزے پرزے ہو کر فضا میں اڑتی چلی گئی''...... بولنے والا جس کا نام رچرڈ تھا وہ مسلسل بولتے ہوئے رپورٹ دے رہا تھا۔ ٹائیگر کا دل اس طرح زور زور سے دھڑک رہا تھا جیسے سینہ توڑ کر باہر آ جائے گا۔ اس کے ذہن میں دھماکے ہو رہے تھے اور وہ دل ہی دل میں عمران کی خیریت کی دعائیں مانگ رہا تھا۔

''کیا عمران ہلاک ہو گیا''...... راجر نے پوچھا۔

''وہ شدید زخمی ہوا ہے باس۔ اسے ہسپتال پہنچا دیا گیا ہے اور یہ کام پرنسز سدرہ نے کرایا ہے ورنہ شاید عمران ہسپتال تک نہ پہنچ پاتا''...... رچرڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم نے معلوم کیا کہ عمران کی کیا پوزیشن ہے''...... راجر نے پوچھا۔

''یس باس۔ ہسپتال میں اس کا علاج جاری ہے لیکن ابھی اس کی حالت خطرے میں بتائی جاتی ہے''...... رچرڈ نے جواب دیا۔

''ریڈ لائٹ ایجنسی نے مزید کارروائی تو نہیں کی''...... راجر نے پوچھا۔

''انہوں نے کرنے کی کوشش کی تھی لیکن پرنسز سدرہ کو شاید پہلے سے اس کا اندازہ تھا اس لئے انہوں نے عمران کو سپیشل ہسپتال منتقل کرا دیا جہاں سپیشل وارڈ میں رکھا گیا ہے اور آپ کو بتا دوں کہ یہ وی وی آئی پی وارڈ ہے اور اس کی حفاظت دن رات تربیت یافتہ کمانڈوز کرتے ہیں حتیٰ کہ ڈاکٹروں اور نرسوں کو بھی چیکنگ کے مراحل سے گزار کر وارڈ میں جانے دیا جاتا ہے''...... رچرڈ نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ تم عمران کے بارے میں مجھے رپورٹ دیتے رہنا۔ اس کی ہلاکت ہمارے لئے بے حد فائدہ مند ہو گی۔ میں چیف کو اطلاع دیتا ہوں''...... راجر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر یکے بعد دیگرے کئی بٹن پریس کر دیئے۔

''یس''...... ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

''راجر بول رہا ہوں لاگور سے''...... راجر نے کہا۔

''یس۔ کوئی خاص بات''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو راجر نے رچرڈ کی طرف سے دی گئی رپورٹ دوہرا دی۔

''گڈ نیوز۔ اب کم از کم یہ تختیاں مزید محفوظ ہو گئیں ورنہ ہمیں

بھی خطرہ عمران سے تھا لیکن ریڈ لائٹ ایجنسی نے یہ کارروائی کیوں کی ہے۔ ان کو عمران سے کیا خطرہ تھا''...... چیف نے پوچھا۔

''میں رچرڈ سے کہوں گا کہ وہ اس بارے میں بھی معلومات اکٹھی کرے''...... راجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ مجھے رپورٹ دینا''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی کٹاک کی ہلکی سی آواز کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو راجر نے بھی رسیور اٹھا کر اسے دوبارہ کریڈل پر رکھ دیا تو ٹائیگر سمجھ گیا کہ راجر نے رابطہ ختم کر دیا ہے۔ ٹائیگر کو گو عمران کے خطرے میں ہونے کا علم ہو گیا تھا لیکن نجانے کیوں اس کے دل میں اطمینان کی لہر سی دوڑ گئی اور اس کے ذہن میں جو دھماکے ہو رہے تھے وہ ختم ہو گئے تھے۔ عمران چونکہ قاہرہ میں تھا اور ٹائیگر اس وقت لاگور میں تھا اس لئے وہ فوری طور پر عمران تک بھی نہ پہنچ سکتا تھا اور یہ بات بھی سامنے آ گئی تھی کہ تختیاں اس راجر کے گروپ نے چوری کی ہیں اور جس طرح چیف نے کہا تھا اس سے واضح تھا کہ تختیاں راجر گروپ کے ہیڈکوارٹر بھجوا دی گئی ہیں اور اب اس نے راجر سے ہیڈکوارٹر کے بارے میں تفصیلات معلوم کرنا تھیں۔ چنانچہ وہ آگے بڑھا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ سیڑھیاں اتر کر پہلی منزل پر آ گیا۔ یہاں ایک بند برآمدہ تھا جس میں آگے جا کر ایک بڑا دروازہ تھا جو بند تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ راجر اپنی حفاظت کے لئے اس عمارت کو فرنٹ اور بیک سے قطعی علیحدہ رکھے

ہوئے تھا۔

ٹائیگر کو وہ کھڑکی کھلی ہوئی نہ ملتی تو اس کے لئے اس طرح خاموشی سے اندر داخل ہونا ناممکن ہو جاتا اور یہاں فائرنگ اور چیخ و پکار کی وجہ سے اس گنجان آباد کالونی میں کوئی نہ کوئی پولیس کو باطلاع دے دیتا اور یہاں کی پولیس بھی یورپ کی طرح خاصی تیز رفتار واقع ہوئی تھی۔ اس کے باوجود ٹائیگر خاصا محتاط تھا اور پھر ایک بار پھر راجر کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔ وہ پھر کسی سے فون پر باتیں کر رہا تھا۔ ٹائیگر اس آواز کا تعاقب کرتے ہوئے راجر کے آفس تک پہنچ گیا۔ آفس کا دروازہ بند تھا اور اندر سے راجر کی ہلکی سی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ٹائیگر دروازے کے قریب جا کر رک گیا۔ یہ چونکہ بند اور علیحدہ عمارت تھی اس لئے اسے کسی کی مداخلت کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ راجر کی آواز اس قدر ہلکی تھی کہ ٹائیگر واضح طور پر یہ الفاظ نہ سن سکتا تھا اور جب اسے رسیور رکھے جانے کی آواز سنائی دی تو اس نے تیزی سے دروازے پر دباؤ تو دروازہ جو اندر سے لاکڈ نہ تھا ایک دھماکے سے کھلتا چلا گیا اور ٹائیگر بجلی کی سی تیزی سے اندر داخل ہوا تو دروازہ کھلنے کی آواز سن کر کرسی پر بیٹھے ہوئے راجر نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا ہی تھا کہ ٹائیگر نے اندر داخل ہوتے ہی جمپ لگایا اور ایک لمحے کے لئے اس کے دونوں پیر میز پر پڑے اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں موجود مشین پسٹل کا دستہ پوری قوت سے لاشعوری طور پر اٹھنے کی

کوشش کرتے ہوئے راجر کے سر پر پڑا اور وہ چیختا ہوا واپس کرسی میں دھنس گیا جبکہ ٹائیگر نے چھلاوے کے سے انداز میں ایک بار پھر جمپ لگایا اور اب وہ میز کی بجائے راجر کی کرسی کے ساتھ زمین پر کھڑا تھا۔ یہ سب کچھ واقعی جیسے پلک جھپکنے میں ہو گیا۔

ٹائیگر نے مشین پسٹل کے دستے کا دوسرا وار اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے راجر کے سر پر مار دیا اور اس بار راجر کا جسم کرسی میں ہی دھنس گیا اور اس کی گردن سائیڈ پر گر گئی۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ اگر ٹائیگر میز پر چڑھ کر اس پر وار نہ کرتا بلکہ دوڑ کر میز کی سائیڈ سے ہو کر راجر تک پہنچنے کی کوشش کرتا تو یقیناً میز کی دراز میں موجود راجر کے مشین پسٹل کی زد میں آ کر ہلاک ہو سکتا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ راجر جیسے لوگ فیلڈ میں برسوں کام کرنے کے بعد ہی اس پوزیشن پر پہنچتے ہیں اور ہر آدمی لازماً میز کی دراز میں اسلحہ رکھتا ہے اور راجر بہرحال اس قدر پھرتی سے ضرور کام لے سکتا تھا اور ٹائیگر کے لئے مشکل ہو جاتی اس لئے ٹائیگر اس انداز میں اس پر حملہ کر کے اسے بے ہوش کر دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ مشین پسٹل کا بھاری دستہ ہاتھ موڑ کر مارنے سے خاصی چوٹ لگاتا تھا اس لئے پہلی ضرب کے بعد راجر فوری طور پر سنبھل نہ سکا تھا اور دوسری ضرب نے اسے بے ہوش کر دیا تھا۔

راجر کے بے ہوش ہوتے ہی ٹائیگر تیزی سے واپس مڑا اور اس نے کھلے ہوئے دروازے کو بند کر کے اسے لاک کر دیا۔ پھر اس نے اپنی بیلٹ کے ساتھ بندھی ہوئی نائیلون کی باریک رسی کا گچھا اتارا اور اس رسی کی مدد سے اس نے راجر کو کرسی کے ساتھ اچھی طرح باندھ دیا جس کرسی پر وہ بیٹھا تھا۔ ٹائیگر کی عادت تھی کہ وہ اس طرح کا سامان جیسے رسی کا گچھا ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا تھا اور اب تو وہ خصوصی طور پر تیار ہو کر آیا تھا۔ رسی سے باندھنے کے بعد ٹائیگر نے کرسی کے عقب میں کھڑے ہو کر دونوں ہاتھوں سے راجر کا منہ اور ناک بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب راجر کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے لگے تو اس نے ہاتھ ہٹائے اور پھر میز پر رکھا ہوا اپنا مشین پسٹل اٹھا کر جیب میں ڈالا اور پھر کوٹ کی خصوصی جیب سے تیز دھار خنجر نکال کر اس نے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ اس دوران راجر نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور اس کے ساتھ ہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن ٹائیگر کا خنجر والا بازو گھوما اور راجر کا ایک نتھنا آدھے سے زیادہ کٹ گیا اور راجر کے منہ سے نکلنے والی چیخ سے کمرہ گونج اٹھا لیکن اس سے پہلے کہ چیخ کی آواز ختم ہوتی ٹائیگر کا بازو ایک بار پھر گھوما اور ایک بار پھر راجر کی چیخ سنائی دی لیکن اس بار اس میں شدت پہلے سے کم تھی۔ راجر کا بندھا ہوا جسم کرسی پر ہی بل کھا رہا تھا۔ ٹائیگر نے ہاتھ موڑ کر خنجر کے دستے کی ضرب راجر کی پیشانی پر ابھرنے والی رگ پر لگا دی اور راجر کا چہرہ تیزی سے مسخ ہونے لگ گیا۔ اس کی آنکھیں پھٹ سی گئیں۔ اس کے جسم کو اس طرح جھٹکے لگ رہے تھے جیسے اس کے

جسم سے انتہائی طاقتور الیکٹرک کرنٹ گزر رہا ہو۔

''بولو۔ تاریخی تختیاں کہاں ہیں۔ بولو''...... ٹائیگر نے غراتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''ہیڈکوارٹر۔ ہیڈکوارٹر میں''...... راجر نے لاشعوری انداز میں بولتے ہوئے کہا۔

''کہاں ہے ہیڈکوارٹر''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''نیدر لینڈ میں۔ نیدر لینڈ میں''...... راجر نے جواب دیا۔

''ہیڈکوارٹر کی تفصیل کیا ہے''...... ٹائیگر نے پوچھا تو راجر نے لاشعوری طور پر پوری تفصیل بتا دی۔

''مصری قدیم تختیاں ہیڈکوارٹر میں پڑھی جا رہی ہیں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''نہیں۔ وہ نیدر لینڈ کے مصری تاریخ کے ماہر ڈاکٹر کارلینڈ پڑھ رہے ہیں۔ ان کے ساتھ ماہرین کی پوری ٹیم ہے لیکن وہ ابھی تک انہیں پڑھ نہیں سکے''...... راجر نے کہا اور پھر ٹائیگر نے راجر سے ڈاکٹر کارلینڈ کی رہائش گاہ کے ساتھ ساتھ باقی تمام ضروری معلومات حاصل کر کے ہاتھ میں موجود خنجر اس کی شہ رگ میں اتار دیا کیونکہ شعور کے ختم ہونے کے بعد اب اگر راجر کو ہلاک نہ کیا جاتا تو اس کی باقی زندگی انتہائی عبرتناک انداز میں گزرتی اس لئے اس کی ہلاکت اس کے اپنے فائدے میں تھی۔ شہ رگ کٹتے ہی تھوڑی دیر تک تڑپنے کے بعد راجر ہلاک ہو گیا تو ٹائیگر نے خنجر

اس کے لباس سے صاف کر کے واپس اس خصوصی جیب میں ڈالا اور رسی کھول کر اس نے انتہائی تیز رفتاری سے رسی کا گچھا بنا کر اپنی بیلٹ سے لٹکایا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازے کا لاک کھولا اور پھر دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک بار پھر وہ اسی بیڈ روم میں موجود تھا جس کی عقبی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔

ٹائیگر خاصا مطمئن تھا کہ اس نے ضروری معلومات بھی حاصل کر لی ہیں اور کسی کو اس کے یہاں آنے کا علم تک نہیں ہو سکا اور اب وہ آسانی سے گٹڑ کے ذریعے باہر پہنچ جائے گا۔ کھلی کھڑکی سے اس نے باہر جھانکا تو عقبی ایریا خالی تھا۔ وہ تیزی سے کھڑکی کی چوکھٹ پر چڑھا اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر ساتھ ہی موجود پائپ پکڑ لیا لیکن ابھی وہ پوری طرح نیچے اترنے کے لئے تیار نہ ہوا تھا کہ اسے دور سے قدموں کی آواز سنائی دی اور ٹائیگر وہیں جم گیا۔ چند لمحوں بعد ایک مسلح آدمی سائیڈ گلی سے نکل کر کھڑا ہو گیا اور پہلے کی طرح عقبی ایریا کا جائزہ لینے لگا۔ شاید یہ ان مسلح افراد کی ڈیوٹی میں شامل تھا کہ وہ مخصوص وقفے کے بعد عقبی طرف کا جائزہ بھی ساتھ ساتھ لیتے رہیں۔ ٹائیگر کو یقین تھا کہ اس بار بھی گارڈ اوپر دیکھے بغیر مطمئن ہو کر واپس چلا جائے گا لیکن ضروری نہیں کہ انسان کی ہر خواہش یا امید پوری ہو جائے۔ اس مسلح گارڈ نے اچانک سر اوپر اٹھایا اور اس کی نظریں پائپ پر چمٹے ہوئے ٹائیگر پر جم گئیں۔

''یہ کون ہے''...... اس آدمی نے چیختے ہوئے کہا اور ساتھ ہی کاندھے سے لٹکی ہوئی گن تیزی سے اتاری ہی تھی کہ ٹائیگر نے اچھل کر سائیڈ کھڑکی کے اوپر موجود شیڈ پر چھلانگ لگا دی اور پھر جیسے بندر چھلانگیں لگاتا ہوا ایک درخت سے دوسرے درخت تک پہنچ جاتا ہے اس طرح ٹائیگر بھی بجلی کی سی تیزی سے چھلانگیں لگاتا ہوا اور شیڈز پھلانگتا ہوا اس طرف کو بڑھتا چلا گیا جہاں نیچے گارڈ موجود تھا تاکہ وہ اس کے اوپر پہنچ کر نہ صرف اس کی فائرنگ سے بچ جائے بلکہ اس پر براہ راست چھلانگ لگا کر اسے کور بھی کر سکے لیکن جیسے ہی اس نے آخری شیڈ پر چھلانگ لگائی تڑتڑاہٹ کی تیز آوازوں کے ساتھ ہی وہ چیختا ہوا الٹ کر نیچے جا گرا۔

جوانا رانا ہاؤس کے برآمدے میں کرسی پر بیٹھا ایک ایکریمین اخبار پڑھنے میں مصروف تھا۔ گو اسے ایکریمیا سے آئے ہوئے کافی عرصہ گزر گیا تھا لیکن اب بھی وہ روزانہ ایکریمین اخبار اس انداز میں پڑھتا تھا جسے اسے ایکریمیا سے آئے ہوئے چند دن ہی گزرے ہوں۔ اچانک اس نے جوزف کو فون والے کمرے کی طرف دوڑتے ہوئے دیکھا۔ جوزف مسلسل باس باس اس انداز میں کہہ رہا تھا کہ جیسے نام لے لے کر چیخ رہا ہو۔

''کیا ہوا جوزف''...... جوانا نے ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

''باس پر کوکاٹی نے حملہ کر دیا ہے۔ باس شدید خطرے میں ہے''۔ جوزف نے چیختے ہوئے جواب دیا اور فون والے کمرے کا دروازہ ایک دھماکے سے کھول کر اندر داخل ہوا تو جوانا دوڑتا ہوا اس کمرے

کی طرف گیا۔ اسے لفظ حملے کی تو سمجھ آئی تھی لیکن یہ کس قسم کا حملہ تھا یہ اسے معلوم نہ ہوا تھا۔ ویسے بھی اسے معلوم تھا کہ باس ٹائیگر کے ساتھ مصر گیا ہے۔ عمران جاتے ہوئے رانا ہاؤس آیا تھا۔ جوانا جب کمرے میں داخل ہوا تو جوزف رسیور کان سے لگائے بڑی بے چینی کے عالم میں کھڑا تھا۔ جوانا نے آگے بڑھ کر لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا۔

’’یس۔ سلطان بول رہا ہوں‘‘...... اسی لمحے دوسری طرف سے سرسلطان کی بھاری سی آواز سنائی دی۔

’’بڑے صاحب۔ جوزف بول رہا ہوں۔ باس پر کوکاٹی نے حملہ کر دیا ہے بڑے صاحب، اور باس اس وقت شدید خطرے میں ہیں۔ میں فوراً باس کے پاس جانا چاہتا ہوں بڑے صاحب۔ اگر دیر ہو گئی تو کوکاٹی اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گی بڑے صاحب، میرے لئے جہاز چارٹرڈ کرا دیں۔ جہاز کا کرایہ میں خود دوں گا لیکن بڑے صاحب دیر نہ کریں۔ میں ایئر پورٹ پہنچ رہا ہوں‘‘...... جوزف نے حلق کے بل چیختے ہوئے اور مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

’’کیا ہوا ہے جوزف۔ عمران تو مصر گیا ہوا ہے۔ وہ مجھے بتا کر گیا تھا‘‘...... سرسلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

’’بڑے صاحب دیر نہ کریں۔ ایک ایک لمحہ باس کی زندگی کو کم کرتا جا رہا ہے۔ بڑے صاحب جلدی کریں‘‘...... جوزف نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

’’تمہارے پاس پاسپورٹ ہے۔ ہمیں ویزا بھی تو لگوانا پڑے گا۔ ویسے ہی تم کیسے جا سکتے ہو‘‘...... سرسلطان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’مجھے جلد از جلد وہاں پہنچنا ہے۔ آپ بڑے صاحب ہیں۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ میں باس پر ہونے والا حملہ اپنی جان دے کر بھی روکنا چاہتا ہوں بڑے صاحب۔ ان چکروں میں مت پڑیں ورنہ باس کو کچھ ہو گیا تو پھر ہاتھ ملنے کا وقت بھی نہیں ملے گا‘‘۔ جوزف نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

’’مگر عمران کو ہوا کیا ہے۔ یہ تو بتاؤ اور تمہیں کیسے معلوم ہوا ہے‘‘...... سرسلطان نے کہا۔

’’باس شدید خطرے میں ہے۔ شدید ترین خطرے میں اور کوکاٹی کا حملہ جس پر ہو جائے وہ انتہائی شدید خطرے میں ہوتا ہے۔ آپ بڑے صاحب ہیں پلیز وقت ضائع نہ کریں‘‘۔ جوزف نے رو دینے والے لہجے میں کہا اور آخر میں تو اس کے منہ سے باقاعدہ سسکی نکل گئی۔

’’اچھا۔ اچھا۔ تم تیار ہو جاؤ۔ میں کچھ کرتا ہوں‘‘...... سرسلطان نے کہا اور رابطہ ختم ہو گیا تو جوزف نے رسیور رکھ دیا۔

’’کیا ہوا ہے جوزف۔ آخر ہوا کیا ہے۔ تمہیں فون آیا ہے۔ کیا ہوا ہے‘‘...... جوانا نے کہا۔

''بتایا تو ہے کہ کوکاٹی نے حملہ کر دیا ہے باس پر اور کیا بتاؤں۔ پورے کے پورے قبیلے تباہ ہو جاتے ہیں کوکاٹی کے حملے سے اور باس پر حملہ ہو گیا ہے۔ میں سو رہا تھا کہ شوشائی دیوتا نے مجھے جگا کر بتایا ہے۔ شوشائی دیوتا خطرے کی اطلاع دینے والا دیوتا ہے۔ مصر میں باس پر کوکاٹی نے حملہ کر دیا ہے اور جس پر کوکاٹی حملہ کر دے وہ شدید ترین خطرے کی زد میں آ جاتا ہے اور باس اس وقت شدید خطرے کی زد میں ہے اور اس کا غلام یہاں موجود ہے''۔ جوزف نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

''تم کیا کرو گے وہاں جا کر۔ کس طرح باس کو خطرے سے بچاؤ گے''...... جوانا نے کہا۔ اس کے لہجے سے ہی اندازہ ہو رہا تھا کہ اسے جوزف کی بات پر یقین نہیں آ رہا۔

''کوکاٹی کے حملے کو صرف وہی دور کر سکتا ہے جس کے اندر شاہی افریقی خون دوڑ رہا ہو۔ غلام کے اندر یہ خون موجود ہے اور غلام اپنا گلا کاٹ کر اپنا خون باس کو پلا دے گا اور کوکاٹی کو دم دبا کر بھاگنا پڑے گا''...... جوزف نے جواب دیا اور اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو جوزف نے بجلی کی سی تیزی سے رسیور اٹھا لیا۔

''رانا ہاؤس''...... جوزف نے کہا۔

''سلطان بول رہا ہوں جوزف۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ عمران کی کار پر میزائل فائر کیا گیا ہے اور عمران کی حالت خطرے سے باہر نہیں ہے اور وہ اس وقت ہسپتال میں ہے۔ میں نے مصر کے ڈپٹی

سیکرٹری رفاعی سے فون پر بات کی ہے۔ تم اپنے پاسپورٹ سمیت فوراً ایئر پورٹ پہنچو۔ وہاں مصری سفارت خانے کا آدمی موجود ہو گا۔ وہ تمہیں ایئر پورٹ پر ہی ویزے کی مہر لگا دے گا اور وہاں جیٹ طیارہ تیار کھڑا ہو گا۔ وہاں مصر میں ڈپٹی سیکرٹری رفاعی تمہارا استقبال کریں گے اور تمہیں ہسپتال لے جائیں گے۔ تم نے وہاں پہنچ کر مجھے فون کر کے رپورٹ دینی ہے''...... سر سلطان نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''سر۔ میں جوانا بھی ساتھ جاؤں گا۔ پلیز آپ میرے لئے بھی فوری انتظام کریں۔ ماسٹر کے زخمی ہونے کا سن کر اب میں یہاں نہیں رہ سکتا''...... جوانا نے اونچی آواز میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں سفارت خانے میں کہہ دیتا ہوں۔ وہ تمہارا ویزا بھی لگا دیں گے۔ تم بھی ساتھ چلے جاؤ۔ ایک سے دو بھلے۔ عمران کا سن کر میرا خود دل چاہ رہا ہے کہ میں اڑ کر وہاں پہنچ جاؤں لیکن کچھ سرکاری مجبوریاں ایسی ہیں جنہوں نے میرے پیروں میں زنجیریں ڈال رکھی ہیں۔ تم بھی چلے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ عمران کو زندگی اور صحت عطا کرے''...... سر سلطان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو جوزف نے رسیور رکھ دیا۔

''آؤ جوانا۔ لیکن تم نے میرے کسی کام میں رکاوٹ نہیں بننا''۔ جوزف نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تم چلو تو سہی۔ مجھے واقعی بے حد پریشانی ہو رہی

ہے''...... جوانا نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ دونوں روانگی کے لئے تیار ہو گئے۔ دونوں نے اپنے اپنے پاسپورٹ بھی اٹھا لئے تھے۔

''اب گاڑی کا کیا ہو گا۔ یہ تو ایئر پورٹ پر ہی کھڑی رہ جائے گی۔ نجانے ہماری واپسی کب ہو گی''...... جوانا نے کہا۔

''ہم ٹیکسی میں جائیں گے۔ تم باہر جا کر ٹیکسی روکو۔ میں رانا ہاؤس کو سیلڈ کر کے عقبی طرف سے گھوم کر آ رہا ہوں''...... جوزف نے کہا تو جوانا نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھول کر باہر آیا تو جوزف نے عقب سے پھاٹک بند کیا۔ جوانا سڑک کے کنارے کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے اشارے پر ایک ٹیکسی اس کے قریب آ کر رک گئی۔

''ہم نے ایئر پورٹ جانا ہے۔ میرا ساتھی آ رہا ہے ابھی''۔ جوانا نے کہا۔

''یس سر۔ بیٹھیں''...... ڈرائیور نے کہا۔

''میرا ساتھی آ جائے تو پھر بیٹھوں گا''...... جوانا نے کہا۔

''میں سائیڈ پر کر کے اسے روکتا ہوں''...... ڈرائیور نے کہا اور پھر گاڑی کو سائیڈ پر لے جا کر روک دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی جوزف سائیڈ روڈ سے نکل کر پھاٹک کی طرف آ گیا۔

''آؤ بیٹھو جوزف''...... جوانا نے کہا تو جوزف نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ دونوں عقبی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ گاڑی بڑی تھی اس لئے انہیں گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کوئی تکلیف نہ اٹھانا پڑی اور پھر جس طرح سرسلطان نے کہا تھا ان کے ایئر پورٹ پہنچتے ہی وہاں موجود ایک آدمی خود ہی ان کی طرف آ گیا۔ شاید سرسلطان نے ان کی مخصوص پہچان بتا دی تھی اور وہ دونوں لاکھوں میں بھی پہچانے جا سکتے تھے۔

''میرا نام کاشانی ہے اور میرا تعلق پاکیشیا میں مصری سفارت خانے سے ہے''...... اس آدمی نے ان دونوں کے قریب آ کر کہا تو وہ دونوں رک گئے۔

''میرا نام جوزف ہے اور یہ میرا ساتھی ہے۔ اس کا نام جوانا ہے''...... جوزف نے کہا۔

''میں آپ کے لئے ہی یہاں حاضر ہوا ہوں۔ پاسپورٹ دکھایئے''...... کاشانی نے کہا تو جوزف اور جوانا دونوں نے جیبوں سے پاسپورٹ نکال کر اسے دے دیئے۔

''آیئے جناب۔ میرے ساتھ''...... کاشانی نے کہا اور پھر وہ انہیں چارٹرڈ طیاروں کے لئے بنے ہوئے علیحدہ آفس میں آ گیا۔ وہاں اس نے ان دونوں کے پاسپورٹس پر مہریں لگائیں۔

''اوپن ویزا ہے جناب۔ آپ پورے مصر میں جہاں بھی جانا چاہیں جا سکتے ہیں اور جب تک ٹھہرنا چاہیں ٹھہر سکتے ہیں۔ میں نے طیارہ چارٹرڈ کرا لیا ہے۔ اب آپ کاغذات دے کر سفر کر سکتے ہیں''...... کاشانی نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد ان دونوں کے

طیارے کو چارٹرڈ کرانے کے کاغذات تیار کر لئے گئے تا کہ بین الاقوامی پرواز کی اجازت مل سکے۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد انہیں ایک جیپ میں سوار کر کے علیحدہ ایک ہینگر پر لے جایا گیا جہاں ایک جیٹ طیارہ پرواز کے لئے تیار کھڑا تھا۔ پائلٹ اور عملے نے جوزف اور جوانا کا استقبال کیا اور پھر ان دونوں کے بیٹھنے کے بعد طیارہ حرکت میں آ گیا۔

‘‘آپ کیا پینا پسند کریں گے’’...... ایئر ہوسٹس نے طیارے کی پرواز کے دوران جوزف اور جوانا کے پاس آتے ہوئے کہا۔

‘‘پینا پلانا چھوڑو اور پائلٹ کو کہو کہ جس قدر تیز رفتاری سے وہ طیارہ اڑا سکتا ہے اڑائے۔ ہمارا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے’’...... جوزف نے کہا۔

‘‘سر۔ حکومت کی طرف سے رفتار پر پابندیاں ہیں۔ بہرحال میں آپ کا پیغام دے دوں گی’’...... ایئر ہوسٹس نے کہا اور واپس مڑ گئی۔

‘‘ماسٹر زخمی ہے اور مجھے حیرت ہے کہ تمہیں خودبخود نجانے کیسے علم ہو گیا کہ ماسٹر زخمی ہے اور اس کی زندگی خطرے میں ہے لیکن چلو میں مان لیتا ہوں کہ وہ کیا شوشائی دیوتا نے تمہیں اطلاع دی ہو گی لیکن تم وہاں جا کر کیا کرو گے’’...... جوانا نے کہا۔

‘‘میں نے بتایا تو ہے کہ میں افریقہ کا پرنس ہوں۔ میرے خون میں ایسی طاقت ہے کہ کوکاٹی بھاگ جائے گی اور تم دیکھنا کہ کوکاٹی

کیسے بھاگتی ہے’’...... جوزف نے بتایا۔

‘‘تمہارا مطلب ہے کہ تم اپنا خون ماسٹر کو دے دو گے لیکن کیا تمہارے خون کا گروپ اور ماسٹر کے خون کا گروپ ایک ہی ہے’’...... جوانا نے کہا۔

‘‘مجھے گروپ کا علم نہیں ہے اور تمہارا خیال ہے کہ جس طرح مریضوں کو خون کی بوتلیں لگائی جاتی ہیں اس طرح باس کو بھی میرے خون کی بوتل لگے گی تو ایسا نہیں ہے۔ میں نے اپنا خون باس کی خدمت میں پیش کرنا ہے اور میرے خون میں ایسی طاقت ہے کہ کوکاٹی دم دبا کر بھاگ جائے گی۔ تم دیکھ لینا۔ بشرطیکہ ہم بروقت پہنچ گئے۔ انہیں کہہ دو کہ طیارہ مزید تیزی سے اڑائیں’’۔ جوزف نے بے چین سے لہجے میں کہا۔

‘‘تمہارا پیغام ان تک پہنچ چکا ہے اور چونکہ یہ چارٹرڈ طیارہ ہے اس لئے وہ یقیناً تمہاری بات مانیں گے’’...... جوانا نے مسکراتے ہوئے کہا تو جوزف نے اس انداز میں سر ہلا دیا جیسے وہ جوانا کی بات سن کر مطمئن ہو گیا ہو۔

سپیشل ہسپتال کے وی آئی پی سپیشل شعبے کے ایک کمرے کے بیڈ پر عمران آنکھیں بند کئے لیٹا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر ہسپتال کا مخصوص کمبل پڑا ہوا تھا۔ عمران کے سر پر بینڈیج موجود تھی اور عمران کے چہرے پر زردی غالب نظر آ رہی تھی۔ گلوکوز اور خون کی بوتلیں اسٹینڈ پر موجود تھیں۔ کمرے میں دو ڈاکٹر اور چار نرسیں بھی موجود تھیں۔ عمران کے جسم کے ساتھ کئی مشینیں منسلک کی گئی تھیں اور یہ تمام مشینیں مسلسل اپنی ریڈنگ دے رہی تھیں۔ ڈاکٹروں اور نرسوں کے چہروں پر ایسے تاثرات موجود تھے جیسے وہ کسی جلد ہی وقوع پذیر ہونے والی ٹریجڈی کے انتظار میں کھڑے ہوں۔ اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور کمرے میں موجود ڈاکٹروں اور نرسوں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازے سے پرنسز سدرہ اندر آ رہی تھی۔

''کیا پوزیشن ہے ڈاکٹر''...... پرنسز سدرہ نے ایک سینئر ڈاکٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

''دوا کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ اب بس دعا کا وقت ہے۔ کسی بھی لمحے کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ ہم نے اپنی طرف سے جو کوششیں کرنی تھیں کر لیں۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں کر سکتے''...... سینئر ڈاکٹر نے دھیمے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''نجانے پاکیشیا میں کسی کو اس کی اس حالت کے بارے میں اطلاع بھی دی گئی ہے یا نہیں۔ ویسے اس قدر ذہین آدمی کی اس حالت پر مجھے رونا آ رہا ہے''...... پرنسز سدرہ نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''جب تک اس کا سانس چل رہا ہے امید کا شعلہ بھی جل رہا ہے لیکن۔ بہرحال جو اللہ کو منظور ہو گا وہی ہو گا''...... ڈاکٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''مطلب ہے کہ آپ مکمل طور پر ناامید ہو چکے ہیں''۔ پرنسز سدرہ نے کہا۔

''میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ اب صرف دعا کا وقت ہے۔ انسان کے بس میں جو ہو سکتا تھا وہ ہو چکا ہے''...... ڈاکٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ڈاکٹر صاحب۔ پہلے آپ نے بتایا تھا کہ کوئی فریکچر نہیں ہوا۔ صرف زخم ہیں اس کے باوجود اس کی یہ حالت کیوں ہے''۔ پرنسز

سدرہ نے کہا۔

‘‘ایک تو خون بہت زیادہ بہہ گیا ہے۔ پھر ان کے گروپ کا خون تو انہیں لگا دیا گیا ہے لیکن ان کو دیا جانے والا خون ان کے گروپ کا ہونے کے باوجود ان کے اپنے خون سے پوری طرح نہیں مل رہا۔ یوں لگتا ہے کہ گروپ ایک ہونے کے باوجود خون کی کوالٹی مختلف ہو’’...... ڈاکٹر نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی دروازہ کھلا اور ایک نوجوان ہاتھ میں کارڈلیس فون اٹھائے اندر داخل ہوا اور سیدھا سینئر ڈاکٹر کی طرف بڑھ گیا۔

‘‘کس کی کال ہے’’...... سینئر ڈاکٹر نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

‘‘ڈپٹی سیکرٹری رفاعی صاحب کی کال ہے۔ وہ آپ سے فوری بات کرنا چاہتے ہیں’’...... نوجوان نے جواب دیتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر نے فون لے کر اسے آن کیا اور کان سے لگا لیا۔

‘‘یس سر۔ ڈاکٹر معظم بول رہا ہوں’’...... ڈاکٹر نے آہستہ سے کہا تاکہ مریض ڈسٹرب نہ ہو۔

‘‘ڈاکٹر معظم۔ پاکیشیا سے دو افراد مریض سے ملنے آ رہے ہیں۔ وہ چارٹرڈ طیارہ سے آ رہے ہیں۔ ان کے استقبال کے لئے میں ایئر پورٹ جا رہا ہوں۔ وہاں سے ہم سیدھے ہسپتال پہنچیں گے۔ عمران کی کیا حالت ہے’’...... دوسری طرف سے رفاعی نے کہا۔

‘‘حالت تو پہلے سے بدتر ہے۔ مریض لمحہ بہ لمحہ موت کی طرف بڑھ رہا ہے۔ باقی جو اللہ کو منظور ہو گا لیکن جناب مریض کی حالت ایسی نہیں ہے کہ اسے پاکیشیا شفٹ کیا جا سکے۔ آنے والوں کو پہلے فون کر کے پوچھ لینا چاہئے تھا’’...... ڈاکٹر معظم نے کہا۔

‘‘میں نے یہی بات ان سے پوچھی تھی لیکن انہوں نے کہا کہ عمران تندرست ہو کر خود ہی پاکیشیا آ جائے گا۔ فی الحال اس کے دو حبشی ساتھی چارٹرڈ طیارے سے قاہرہ پہنچ رہے ہیں۔ وہ عمران کا علاج کریں گے۔ انہیں کسی بھی کام سے نہ روکا جائے’’...... رفاعی نے کہا۔

‘‘کیا وہ حبشی ڈاکٹر ہیں’’...... ڈاکٹر معظم نے چونک کر کہا۔

‘‘ایسا ہی ہو گا۔ مجھے تو معلوم نہیں ہے۔ بہرحال جو بھی ہیں انہیں لے کر میں ہسپتال پہنچ جاؤں گا’’...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی کٹاک کی آواز کے ساتھ ہی فون بند ہو گیا تو ڈاکٹر معظم نے فون سیٹ واپس اس نوجوان کو دے دیا۔

‘‘کیا پاکیشیا کے ڈاکٹر آپ سے زیادہ ماہر ہیں۔ آپ کی مہارت کی تو پوری دنیا معترف ہے’’...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

‘‘میں کیا کہہ سکتا ہوں پرنسز۔ ویسے رفاعی صاحب نے جو بتایا ہے اس کے مطابق تو یہ دونوں پاکیشیائی نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ دونوں حبشی ہیں۔ میں آفس جا رہا ہوں۔ آپ یہیں رہیں تاکہ ہر لمحے اس مریض کو چیک کیا جا سکے’’...... ڈاکٹر معظم نے کہا اور

دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

‘‘میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر معظم پاکیشیا سے آنے والے ڈاکٹروں سے زیادہ ماہر ہیں۔ جب وہ کچھ نہیں کر پا رہے تو یہ آنے والے ڈاکٹر کیا کریں گے’’...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

‘‘پرنسز۔ مریض کے بچ جانے کی اب زیرو فیصد بھی امید نہیں رہی۔ یہ تو بس سانسیں چل رہی ہیں ورنہ یہ مشینیں جو کچھ دکھا رہی ہے وہ ڈیتھ کاشنز ہیں’’...... ایک اور ڈاکٹر نے کہا تو پرنسز سدرہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد دروازہ کھلا تو پرنسز سدرہ اور کمرے میں موجود ڈاکٹر اور نرسیں حیرت بھری نظروں سے کمرے میں آنے والے دو دیوہیکل حبشیوں کو دیکھنے لگیں۔ دونوں افریقی دیوؤں جیسے تھے۔ ان میں سے ایک افریقی حبشی تھا اور دوسرا ایکریمین حبشی تھا۔ ان کے قدوقامت اور جسامت دیکھ کر فوراً محسوس ہوتا تھا کہ ان کے جسموں میں طاقت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ ان کے پیچھے ڈاکٹر معظم اور رفائی تھے۔

‘‘باس۔ باس۔ میں آ گیا ہوں۔ پرنس آف افریقہ۔ لیکن آپ کا غلام۔ آپ بے فکر رہیں۔ کوکاٹی اب دم دبا کر بھاگ جائے گی’’۔ افریقی حبشی نے تیزی سے عمران کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک تیز دھار خنجر نکال لیا۔

‘‘آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ خنجر آپ نے کیوں نکالا ہے۔ کیا کر رہے ہیں آپ’’...... ڈاکٹر معظم نے یکلخت چیختے ہوئے کہا۔

‘‘آپ خاموش رہیں۔ باس پر کوکاٹی نے حملہ کیا ہے اور اگر کوکاٹی کو بھگایا نہ گیا تو باس کی جان شدید خطرے کی زد میں رہے گی’’...... افریقی حبشی نے مڑ کر غراتے ہوئے لہجے میں ڈاکٹر معظم سے کہا۔

‘‘سنو۔ میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا کہ آپ مریض پر خنجر آزمائی کریں’’...... ڈاکٹر معظم نے چیختے ہوئے کہا۔

‘‘میں کہہ رہا ہوں کہ خاموش رہو۔ ورنہ’’...... یکلخت ایکریمین حبشی نے جیب سے مشین پسٹل نکالتے ہوئے کہا۔

‘‘ڈاکٹر آپ خاموش رہیں۔ یہ ان کا مریض ہے جو کرتے ہیں انہیں کرنے دیں۔ مجھے پاکیشیا کے سیکرٹری خارجہ سر سلطان نے کہا ہے کہ یہ جو کرنا چاہیں انہیں کرنے دیا جائے۔ ان کے راستے میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے۔ ان خنجر بردار کا نام جوزف ہے اور یہ مشین پسٹل بردار جوانا ہیں۔ مسٹر جوزف اور جوانا آپ جو چاہیں کریں آپ کو روکا نہیں جائے گا لیکن پہلے یہ سن لیں کہ عمران کی حالت بے حد خراب ہے اور ڈاکٹر جواب دے چکے ہیں۔ یہ کسی بھی لمحے’’...... رفائی نے مسلسل بولتے ہوئے کہا لیکن جیسے ہی رفائی نے عمران کے بارے میں مایوسی کی بات کرنا چاہی تو جوزف نے بجلی کی سی تیزی سے مڑ کر ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

''باس کے بارے میں کوئی غلط بات منہ سے مت نکالنا ورنہ''۔ جوزف نے غراتے ہوئے کہا اور پھر ہاتھ ہٹا لیا۔

''جوزف جو کرنا ہے جلدی کرو۔ ماسٹر کی حالت واقعی خراب اور مایوس کن نظر آ رہی ہے''...... جوانا نے قدرے گلوگیر لہجے میں کہا۔

''کوکاٹی کا حملہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ انتہائی خوفناک حملہ۔ لیکن تم دیکھنا کہ پرنس جوزف کوکاٹی کے حملے کو اپنے خون سے پسپا کر دے گا''...... جوزف نے کہا اور دوسرے لمحے اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تیز دھار خنجر کو اوپر اٹھایا اور دوسرے لمحے اس نے خنجر اپنے ہی دوسرے ہاتھ کی کلائی میں اس طرح مارا کہ کلائی پر ایک کٹ سا پڑ گیا اور اس میں سے خون تیزی سے نکلنے لگا۔ کمرے میں موجود ہر آدمی کے چہرے پر شدید ترین حیرت کے تاثرات صاف دیکھے جا سکتے تھے۔ وہ سب سانس روکے اس طرح جوزف کو دیکھ رہے تھے کہ جیسے بچے کسی شعبدہ باز کو دیکھتے ہیں۔ جوزف نے خون آلود خنجر کو بیڈ پر رکھا اور ہاتھ سے اس نے عمران کا منہ بھینچ کر کھولا اور پھر کلائی سے بہنے والے خون کے قطرے اس نے عمران کے حلق میں ٹپکانے شروع کر دیئے۔

''ہا۔ ہا۔ دیکھو کوکاٹی بھاگ رہی ہے۔ پرنس آف افریقہ کے خون کے سامنے کوکاٹی نہیں ٹھہر سکتی۔ ہا۔ ہا۔ ہا''...... جوزف نے یکلخت فاتحانہ انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ ہٹا کر دوسرے ہاتھ سے کلائی پکڑ لی۔

''اس پر بینڈیج کرو''...... جوزف نے کہا تو ایک نرس تیزی سے آگے بڑھی اور اس نے میز پر رکھے ہوئے ٹرے میں سے ایک بینڈیج نکالی اور جوزف کی کلائی میں لگے کٹ سے خون مسلسل نکل رہا تھا، بڑے ماہرانہ انداز میں بینڈیج کر دی جبکہ سب کی نظریں عمران پر جمی ہوئی تھیں جس کے منہ کے کونوں سے جوزف کے خون کے قطرے لگے ہوئے صاف دکھائی دے رہے تھے۔

''یہ۔ یہ۔ اوہ۔ اوہ۔ حیرت انگیز۔ انتہائی حیرت انگیز۔ یہ امید افزا سگنلز ہیں۔ امید افزا''...... یکلخت ڈاکٹر معظم نے چیختے ہوئے کہا اور تیزی سے عمران کی طرف بڑھنے لگا۔

''گڈ گاڈ''...... جوانا کے منہ سے بے اختیار نکلا اور سب کے چہروں پر حیرت تھی اور سب کی نظریں عمران پر اس طرح جمی ہوئی تھیں جیسے مقناطیس سے لوہا چمٹ جاتا ہے۔ عمران کے زرد چہرے پر اب زردی کی تہہ کم ہوتی صاف دکھائی دے رہی تھی۔

''کیا ہوا ڈاکٹر''...... رفاعی نے بھی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''مریض کا خون بیرونی خون کو اپنے اندر جذب نہ کر رہا تھا جس کی وجہ سے مریض کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی تھی حالانکہ دونوں کا ایک ہی گروپ ہے اور لگائے جانے والے خون کو ہم نے کئی بار ٹیسٹ کیا ہے۔ خون میں کسی قسم کی کوئی گڑبڑ نہیں لیکن مریض کا خون اسے جذب نہیں کر رہا تھا لیکن ان صاحب کیا نام ہے جوزف صاحب، ان کا خون جیسے ہی مریض

کے منہ میں ڈالا گیا تو صورت حال حیرت انگیز طور پر تبدیل ہونا شروع ہو گئی۔ یہ دیکھیں یہ مشین۔ یہ خون کو جذب کرنے یا نہ کرنے کو ظاہر کرتی ہے اور وہ مسلسل منفی کاشن دے رہی تھی لیکن دیکھیں اب اس مشین نے مثبت کاشن دینے شروع کر دیئے ہیں۔ اب اس مریض کے بچ جانے کا امکان سامنے آ گیا ہے''۔ ڈاکٹر معظم نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''دیکھا جوانا۔ میں نے کہا تھا نا کہ پرنس آف افریقہ کا خون کوکائی کو مار بھگائے گا۔ تم نے دیکھا کہ کیسے وہ بھاگی ہے''۔ جوزف نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تم واقعی افریقہ کے پرنس ہو جوزف۔ آج ماسٹر کی طرح مجھے بھی یقین ہو گیا ہے''...... جوانا نے بھی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ اسے عمران کے بچ جانے کے امکان پر دلی مسرت محسوس ہو رہی تھی۔

''ڈاکٹر صاحب۔ یہ سب آخر ہوا کیسے۔ آپ تو ہاتھ پیر چھوڑ بیٹھے تھے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ انسانی خون کے چند قطرے منہ میں ڈالنے سے معاملات یکلخت پلٹ جائیں''...... ڈپٹی سیکرٹری رفاعی نے ڈاکٹر معظم سے مخاطب ہو کر کہا۔

''مجھے خود حیرت ہے جناب۔ لیکن عمران صاحب کا خون بیرونی خون کو جو ان کے بلڈ گروپ کا ہی خون تھا قبول کرنے سے انکاری تھا جس کی وجہ سے عمران کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی جا

رہی تھی لیکن جوزف صاحب نے اپنے خون کے چند قطرے عمران صاحب کے منہ میں ڈالے تو عمران صاحب کے خون نے بیرونی خون قبول کرنا شروع کر دیا اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے عمران صاحب کے بچ جانے کے امکانات پیدا ہو گئے ہیں۔ یہ سب کیسے ہوا۔ کیوں ہوا۔ جوزف کے خون میں ایسے کیا اثرات تھے یا یہ اثرات کیسے اور کیوں پیدا ہوئے اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اسے آپ طبی دنیا کا حیرت انگیز کرشمہ کہیں۔ بہرحال میں اس پر تحقیق کروں گا''...... ڈاکٹر معظم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ کیا کہتے ہیں مسٹر جوزف''...... ڈپٹی سیکرٹری رفاعی نے جوزف سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

''باس پر خوفناک قوت کوکائی نے حملہ کیا تھا اور کوکائی کو بھگانے کے لئے صدیوں سے افریقہ کے شاہی خاندان کا خون عمل میں لایا جاتا ہے۔ میں بھی افریقہ کا پرنس ہوں اس لئے آپ نے دیکھا کہ جیسے ہی میرا خون باس کے جسم میں گیا کوکائی دم دبا کر بھاگ جانے پر مجبور ہو گئی''...... جوزف نے ظاہر ہے اپنے ہی انداز میں جواب دینا تھا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان ہاتھ میں کارڈلیس فون اٹھائے اندر داخل ہوا اور سیدھا ڈپٹی سیکرٹری رفاعی کی طرف بڑھنے لگا۔

''پاکیشیا سے سیکرٹری وزارت خارجہ سر سلطان کا فون ہے جناب۔ آپ کے لئے''...... نوجوان نے کہا تو رفاعی نے اثبات میں سر

ہلاتے ہوئے فون اس نوجوان کے ہاتھ سے لے لیا۔

''یس۔ رفائی بول رہا ہوں''...... ڈپٹی سیکرٹری رفائی نے کہا۔

''کیا پوزیشن ہے عمران بیٹے کی۔ آپ نے کوئی کال ہی نہیں کی''...... دوسری طرف سے سرسلطان کی تشویش سے پر آواز سنائی دی۔

''یہاں حیرت انگیز کرشمہ ہوا ہے جناب''...... رفائی نے کہا اور پھر اس نے جوزف اور جوانا کے کمرے میں آنے سے لے کر اب تک کی ساری صورت حال تفصیل سے بتا دی۔

''اوہ۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے نئی زندگی دی ہے۔ جوزف ایسا ہی آدمی ہے جو عمران کے لئے کچھ بھی کر سکتا ہے۔ بہرحال عمران کا خیال رکھنا اب آپ کا بھی فرض ہے۔ جوزف اور جوانا کو عمران کے پاس رہنے دیں۔ یہ دونوں فوج سے بھی زیادہ اچھی طرح اس کی حفاظت کر سکتے ہیں''...... سرسلطان نے کہا۔

''یس سر۔ ایسے ہی ہو گا''...... رفائی نے جواب دیا اور پھر فون آف کر کے اس نے فون لانے والے نوجوان کو واپس کر دیا۔ اب ان کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔

گارڈ نے گولی اس وقت چلائی تھی جب ٹائیگر آخری شیڈ سے ایک شیڈ پہلے سے آخری شیڈ پر چھلانگ لگا چکا تھا اور گولی چلتے ہی ٹائیگر چیختا ہوا الٹ کر نیچے گرا تھا لیکن جیسے ہی اس کے پیر زمین سے لگے دوسرے لمحے گارڈ چیختا ہوا اچھل کر عمارت کی دیوار سے ٹکرا کر نیچے گرا۔ مشین پسٹل اس کے ہاتھ سے نکل کر ایک طرف جا گرا تھا۔ ٹائیگر نے گارڈ کے ہاتھ کا اینگل دیکھ کر فضا میں ہی قلابازی لگا دی تھی اور اس طرح وہ گولی سے بال بال بچا تھا لیکن اس نے گارڈ کو مزید گولیاں چلانے سے روکنے کے لئے اس انداز میں چیخ ماری تھی جیسے وہ ہٹ ہو گیا ہو ورنہ گارڈ اس کے نیچے گرنے سے پہلے اس پر فائرنگ کر سکتا تھا اور اگر یہ فائرنگ ہو جاتی تو ٹائیگر کا بچ نکلنا ناممکن ہو جاتا۔

ٹائیگر نے گارڈ پر حملہ بھی اس انداز میں کیا تھا کہ اس کا سر عقبی

دیوار سے پوری قوت سے ٹکرایا تھا اور وہ سر کی شدید چوٹ کی وجہ سے بے ہوش ہو کر نیچے گرا تھا کیونکہ ٹائیگر کو معلوم تھا کہ فرنٹ پر موجود گارڈ عقبی طرف فائرنگ کی آواز سن کر لازماً دوڑتے ہوئے ادھر آئیں گے اور پھر وہ یقینی طور پر ہٹ ہو جائے گا۔ چنانچہ جیسے ہی گارڈ دیوار سے ٹکرا کر نیچے گرا ٹائیگر بجلی کی سی تیزی سے دوڑتا ہوا اس طرف گیا جہاں گٹر کا وہ دہانہ تھا جس سے نکل کر وہ یہاں اس کوٹھی کے اندر آیا تھا۔ اس نے ایک لمحے سے بھی کم وقت میں جھک کر گٹر کا ڈھکن اٹھا کر ایک طرف رکھا اور پھر اسی تیزی سے وہ اندر لگی ہوئی سیڑھی سے نیچے اترتا چلا گیا۔ اسی لمحے اس نے سائیڈ گلی سے اندر آتے ہوئے قدموں کی تیز آوازیں سنیں تو اس نے آہستہ سے ڈھکن کھسکا کر اسے دہانے پر پوری طرح فٹ کیا اور پھر سیڑھیاں اتر کر وہ گٹر لائن میں اتر کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا واپس اس دہانے کی طرف بڑھتا چلا گیا جہاں سے وہ اس گٹر لائن میں اترا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اس دہانے تک پہنچ گیا۔ سیڑھیاں چڑھ کر وہ اوپر پہنچا۔ دونوں ہاتھوں کا زور لگا کر اس نے ڈھکن اٹھا کر علیحدہ رکھا اور پھر تیزی سے باہر آ گیا۔ یہ کوٹھی کی عقبی گلی تھی۔ اب اسے کوٹھی کے اندر سے تیز تیز آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور اس نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے اسے موت سے بال بال بچا لیا تھا جبکہ وہ راجر سے سب کچھ معلوم کر چکا تھا۔ قدیم

تختیاں یہاں مصر میں موجود نہیں تھیں بلکہ نیدر لینڈ کے دارالحکومت ہاگ میں رہنے والے ڈاکٹر کارلینڈ کی تحویل میں تھیں۔ راجر کا گروپ جو کراؤن گروپ کہلاتا تھا نیدر لینڈ کا گروپ تھا جو مصر کے شہر لاگور میں سب ہیڈکوارٹر بنا کر یہاں سے مفادات حاصل کر کے نیدرز لینڈ بھجواتا رہتا تھا۔

قدیم تختیاں اور ہیرا اس کراؤن گروپ نے چوری کر کے نیدر لینڈ اپنے ہیڈکوارٹر بھجوایا تھا جہاں انہیں پڑھنے کے لئے ڈاکٹر کارلینڈ کے حوالے کر دیا گیا تھا لیکن ٹائیگر کو اب فکر عمران کی تھی۔ وہ اس وقت لاگور میں تھا جبکہ عمران دارالحکومت قاہرہ میں تھا ورنہ ٹائیگر کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اڑتا ہوا عمران تک پہنچ جائے لیکن ظاہر ہے ایسا ممکن نہیں تھا۔ البتہ اب اس نے فوری طور پر واپس دارالحکومت جانے کا فیصلہ کر لیا لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ عمران کس ہسپتال میں ہے لیکن اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ وہاں ڈپٹی سیکرٹری رفاعی سے مل کر معلوم کر لے گا۔ چنانچہ ایک ٹیکسی لے کر وہ ایئر پورٹ پہنچا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر کوئی لوکل فلائٹ نہ جا رہی ہو گی تو وہ طیارہ چارٹرڈ کرا لے گا لیکن یہ ایک چانس تھا کہ لوکل فلائٹ دارالحکومت کے لئے تیار کھڑی تھی۔ اسے ٹکٹ بھی آسانی سے مل گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ دارالحکومت کے لئے محو پرواز تھا۔ دارالحکومت پہنچ کر اس نے ایئر پورٹ سے ہی سول سیکرٹریٹ کے لئے ٹیکسی پکڑی اور سول سیکرٹریٹ پہنچ کر اس نے ڈپٹی سیکرٹری

رفاعی کے آفس کا معلوم کیا اور تھوڑی دیر بعد وہ ان کے فون سیکرٹری کے کمرے میں موجود تھا۔

''میرا نام رضوان ہے اور میرا تعلق پاکیشیا سے ہے جہاں سے علی عمران صاحب کے ساتھ میں آیا ہوں۔ میری رفاعی صاحب سے بات کرا دیں''...... ٹائیگر نے فون سیکرٹری سے کہا تو فون سیکرٹری نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''سر۔ پاکیشیا سے ایک رضوان نامی صاحب یہاں میرے آفس میں موجود ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں کہ وہ پاکیشیا سے آئے ہیں اور عمران صاحب کے ساتھی ہیں اور وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں''......فون سیکرٹری نے کہا۔

''اوہ اچھا۔ کراؤ بات''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو فون سیکرٹری نے رسیور ٹائیگر کی طرف بڑھا دیا۔

''جناب۔ میں علی عمران صاحب کا شاگرد ہوں۔ ان کے ساتھ ہی پاکیشیا سے آیا ہوں۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ شدید زخمی ہیں اور کسی ہسپتال میں داخل ہیں۔ ان کا کیا حال ہے اور مجھے ان سے ملنا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''فون سیکرٹری کو رسیور دیں''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو ٹائیگر نے رسیور فون سیکرٹری کی طرف بڑھا دیا۔

''لیس سر''...... فون سیکرٹری نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

''ان صاحب کو میرے آفس میں بھجوا دو''...... ڈپٹی سیکرٹری رفاعی نے کہا۔

''لیس سر''......فون سیکرٹری نے کہا اور رسیور رکھ کر اس نے میز کے کنارے پر موجود بٹن پریس کر دیا تو باہر موجود ایک چپڑاسی اندر داخل ہوا۔

''ان صاحب کو بڑے صاحب کے آفس پہنچا دو''...... فون سیکرٹری نے کہا۔

''آیئے سر''...... چپڑاسی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو ٹائیگر اٹھا۔ اس نے فون سیکرٹری کا شکریہ ادا کیا اور چپڑاسی کے پیچھے بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک شاندار آفس میں موجود تھا جہاں ادھیڑ عمر ڈپٹی سیکرٹری موجود تھے۔ انہوں نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔

''سر۔ ملاقات کا وقت دینے کا شکریہ۔ علی عمران صاحب کا کیا حال ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''میں ابھی چند منٹ پہلے ہسپتال سے واپس آ رہا ہوں۔ پہلے تو ان کی حالت بے حد خراب تھی۔ ڈاکٹروں نے بھی مکمل طور پر مایوسی کا اظہار کر دیا تھا۔ پھر پاکیشیا کے سیکرٹری خارجہ سر سلطان نے عمران کے دو ساتھی حبشیوں جوزف اور جوانا کو چارٹرڈ طیارے کے ذریعے یہاں بھجوایا اور جوزف نے اپنی کلائی پر خنجر مار کر اپنا خون عمران کے منہ میں ڈالا تو عمران کی کیفیت بدل گئی اور اب وہ خطرے سے

باہر آ چکا ہے‘‘...... ڈپٹی سیکرٹری رفاعی نے کہا۔

’’جوزف افریقہ کا پرنس ہے۔ وہ ایسے کام اکثر کرتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے‘‘...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

’’بہرحال جو بھی ہوا ہے اور جس طرح ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے واقعی عمران کو نئی زندگی دی ہے‘‘...... ڈپٹی سیکرٹری رفاعی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’عمران صاحب کس ہسپتال میں ہیں۔ میں ان سے فوری ملنا چاہتا ہوں‘‘...... ٹائیگر نے کہا۔

’’اوکے۔ میں تمہیں وہاں بھجوا دیتا ہوں‘‘...... ڈپٹی سیکرٹری رفاعی نے کہا اور پھر رسیور اٹھا کر انہوں نے یکے بعد دیگرے چند بٹن پریس کر دیئے۔

’’ڈرائیور کو بھجوا دو‘‘...... ڈپٹی سیکرٹری رفاعی نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے کے بعد ٹائیگر ہسپتال پہنچ جانے میں کامیاب ہو گیا۔ وہاں جوزف اور جوانا موجود تھے اور عمران کی حالت اب پہلے سے خاصی بہتر تھی۔ ٹائیگر نے جوزف کا شکریہ ادا کیا تو جوزف کا چہرہ کھل اٹھا۔ عمران چونکہ ابھی تک ہوش میں نہیں آیا تھا اس لئے وہ تینوں کمرے سے باہر برآمدے میں موجود کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

’’مجھے عمران صاحب کی فکر تھی۔ اب میں نے نیدر لینڈ جانا ہے

تاکہ باس کے کام کو مکمل کر سکوں‘‘...... ٹائیگر نے کہا۔

’’باس کا کام اور نیدر لینڈ میں۔ کیا مطلب‘‘...... جوانا نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

’’مصر سے قدیم تاریخی تختیاں اور ہیرا چوری کیا گیا ہے اور باس ان تختیوں کی برآمدگی کے لئے مصر آئے تھے۔ باس تو زخمی ہو کر ہسپتال پہنچ گئے جبکہ میں نے اپنے طور پر انڈر ورلڈ سے معلومات حاصل کیں کہ یہ تختیاں نیدر لینڈ سے تعلق رکھنے والے ایک گروپ جسے کراؤن گروپ کہا جاتا ہے، نے چوری کی ہیں اور اب یہ تختیاں نیدر لینڈ کے دارالحکومت ہاگ میں ایک ماہر ڈاکٹر کارلینڈ کی تحویل میں ہیں لیکن چونکہ باس کے بارے میں مجھے اطلاع مل چکی تھی اس لئے میں واپس قاہرہ آ گیا ورنہ میں لاگور سے براہ راست نیدر لینڈ چلا جاتا۔ اب باس چونکہ خطرے سے باہر ہیں اس لئے اب میں نیدر لینڈ جا کر یہ تختیاں واپس لا کر مصری حکومت کے حوالے کرنا چاہتا ہوں تاکہ کیس مکمل ہو جائے‘‘۔ ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

’’ماسٹر پر حملہ اس کراؤن گروپ نے کیا ہے‘‘...... جوانا نے پوچھا۔

’’نہیں۔ باس پر حملہ کسی ریڈ لائٹ ایجنسی کے مقامی ایجنٹ رافیل نے کیا ہے‘‘...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

’’کیوں۔ کیا باس ان کے خلاف کام کر رہا تھا‘‘...... جوانا نے

پوچھا۔

''میرا خیال ہے کہ باس ان کے خلاف کام نہیں کر رہا تھا کیونکہ انہوں نے تو یہ تختیاں چوری نہیں کیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی اور غلط کام میں ملوث ہوں اور باس کا نام سن کر گھبرا گئے ہوں''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم اکیلے مت جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں''...... جوانا نے کہا۔

''مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ جوزف سے پوچھ لو''۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہمیں سب سے پہلے ان لوگوں کو پکڑنا ہے جنہوں نے باس پر قاتلانہ حملہ کیا ہے۔ ان تختیوں سے باس کی اہمیت زیادہ ہے''...... جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ ہاں۔ لازماً وہ کسی گہرے چکر میں ہیں ورنہ ان کے خلاف تو باس کام کرنے ہی نہیں آیا تھا۔ پھر انہوں نے ان پر حملہ کیوں کیا۔ ہمیں انہیں چیک کرنا چاہئے''...... جوانا نے کہا۔ اسی لمحے ایک لڑکی جس نے جینز کی پینٹ اور لیدر جیکٹ پہنی ہوئی تھی برآمدے میں نمودار ہوئی تو وہ تینوں چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ جوزف اور جوانا اسے اس حد تک جانتے تھے کہ جب وہ پہلی بار عمران کے کمرے میں داخل ہوئے تھے تو یہ لڑکی پہلے سے وہاں موجود تھی۔ پھر وہ واپس چلی گئی۔ اس بارے میں نہ انہوں نے کسی

سے پوچھا اور نہ ہی کسی نے انہیں اس کے بارے میں بتایا تھا۔

''عمران کا کیا حال ہے''...... لڑکی نے قریب آ کر رکتے ہوئے کہا۔

''باس کی حالت اب خطرے سے باہر ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم کون ہو۔ تمہیں میں پہلی بار دیکھ رہی ہوں۔ انہیں تو ڈپٹی سیکرٹری رفائی صاحب ساتھ لے آئے تھے''...... لڑکی نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

''پہلے آپ اپنے بارے میں بتا دیں تاکہ مجھے بھی معلوم ہو سکے کہ میں کس سے مخاطب ہوں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''میں پرنسس سدرہ ہوں اور میرا تعلق مصر کی سیکرٹ سروس سے ہے۔ قدیم تختیوں کی چوری والا کیس میرے پاس تھا جس سلسلے میں عمران کو پاکیشیا سے بلوایا گیا تھا''...... لڑکی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میرا نام ٹائیگر ہے اور مجھے عمران صاحب کے شاگرد ہونے کا اعزاز حاصل ہے اور یہ جوزف اور جوانا ہیں۔ یہ عمران صاحب کے ساتھی ہیں''...... ٹائیگر نے اپنے ساتھ ساتھ جوزف اور جوانا کا تعارف بھی کراتے ہوئے کہا۔

''آپ تختیوں والے کیس پر کب سے کام کر رہی ہیں''۔ جوانا نے کہا تو پرنسس سدرہ چونک پڑی۔

"جب سے تختیاں چوری ہوئی ہیں۔ کیوں۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو"...... پرنسز سدرہ نے چونک کر اور قدرے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس لئے کہ ٹائیگر نے یہ معلوم کر لیا ہے کہ تختیاں کس نے چوری کی ہیں اور اس وقت یہ تختیاں کہاں ہیں"...... جوانا نے جواب دیا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنی جلدی معلوم ہو جائے۔ ہم کب سے ٹکریں مارتے پھر رہے ہیں"...... پرنسز سدرہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"میں عمران صاحب کا شاگرد ہوں میڈم۔ اگر عمران صاحب پر حملہ نہ ہوتا تو شاید اب تک کیس مکمل کر کے ہم واپس پاکیشیا بھی پہنچ چکے ہوتے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"عمران کو میں نے ہی فوری طور پر ہسپتال پہنچایا تھا ورنہ اگر تھوڑی دیر اور ہو جاتی تو عمران بچ نہ پاتا"...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ پھر تو آپ ہماری محسن ہیں۔ ہم آپ کو سلام کرتے ہیں"...... ٹائیگر، جوزف اور جوانا تینوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

"بہت خوش قسمت ہے عمران کہ اسے تم جیسے ساتھی ملے ہیں جو اس کے لئے اتنے مخلص ہیں"...... پرنسز سدرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پرنسز سدرہ۔ آپ کا تعلق مقامی سیکرٹ سروس سے ہے۔ کیا آپ اندازہ لگا سکتی ہیں کہ عمران صاحب پر حملہ کس نے کیا ہے اور کیوں کیا ہے"...... ٹائیگر نے کہا۔

"ابھی اس پر کام ہو رہا ہے۔ ابھی کوئی گروپ تو سامنے نہیں آیا لیکن میرا خیال ہے کہ جن لوگوں نے تختیاں چوری کی ہیں یہ بھی ان کا ہی کام ہو سکتا ہے"...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

"آپ کسی تنظیم کے ایجنٹ رافیل کو جانتی ہیں"...... ٹائیگر نے کہا۔

"ہاں۔ رافیل کا یہاں کلب ہے۔ وہ اسلحے کی اسمگلنگ میں ملوث ہے۔ کئی بار پکڑا بھی جا چکا ہے لیکن ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے قید نہیں ہو سکا۔ ویسے سیکرٹ سروس کے دائرہ کار میں چونکہ اسمگلنگ وغیرہ نہیں آتی اس لئے ہم اس کے خلاف کام نہیں کرتے۔ پولیس اور انٹیلی جنس کرتی ہیں"...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

"کون سے کلب کا مالک ہے یہ رافیل"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"ریڈ لائٹ کلب قاہرہ کا بڑا مشہور کلب ہے"...... پرنسز سدرہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"چلیں"...... جوانا نے ٹائیگر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کہاں جا رہے ہو"...... پرنسز سدرہ نے چونک کر پوچھا۔

''اس رافیل نے ماسٹر پر حملہ کیا ہے اور اب اسے اس کے لئے بھگتنا پڑے گا''...... جوانا نے سرد لہجے میں کہا۔

''رافیل نے۔ اوہ۔ کیسے معلوم ہو گیا تمہیں۔ تم تو شاید یہاں سے کہیں گئے ہی نہیں''...... پرنسسز سدرہ نے چونک کر اور حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ماسٹر پر حملہ کرنے والوں کی تصویریں میری آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہیں۔ آؤ ٹائیگر۔ میرا سینہ جل رہا ہے''...... جوانا نے پہلے پرنسسز سدرہ سے اور پھر ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ہاں چلو۔ جوزف یہیں رہے گا''...... ٹائیگر نے کہا تو جوزف نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''سنو۔ ایک منٹ۔ رافیل کا عمران سے کوئی تعلق نہیں بنتا اور وہ خواہ مخواہ کے بکھیڑوں میں پڑنے والا آدمی نہیں ہے۔ تمہیں غلط اطلاع دی گئی ہے۔ وہ میرا دوست ہے۔ تم میرے ساتھ چلو۔ میں تم پر ثابت کر دوں گی کہ وہ اس کام میں ملوث نہیں ہے''۔ پرنسسز سدرہ نے تیز لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ اچھا ہے آپ کے سامنے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا''...... ٹائیگر نے کہا تو جوانا کا چہرہ بگڑنے لگ گیا۔

''جوانا۔ پرنسسز سدرہ کی موجودگی ہمارے حق میں بہتر رہے گی۔ پرنسسز سدرہ مقامی سیکرٹ سروس کی رکن ہیں۔ ان کے

سامنے جو ہو گا یہ کم از کم اس کی گواہی تو دے سکیں گی اور ہو سکتا ہے کہ ہماری ہی معلومات غلط ہوں''...... ٹائیگر نے جوانا چہرہ بگڑتے دیکھ کر کہا۔

''ٹھیک ہے۔ لیکن اگر یہ واقعی اس میں ملوث ہوا تو پھر تم یا پرنسسز سدرہ مجھے نہیں روکیں گے''...... جوانا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم اس سے ملو گے تو تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا''۔ پرنسسز سدرہ نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

''اوکے آؤ۔ تمہارے پاس کار ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ہاں ہے۔ آؤ میرے ساتھ''...... پرنسسز سدرہ نے کہا اور واپس مڑ گئی۔ اس کے پیچھے جوانا اور ٹائیگر بھی تھے۔

''میں فون کر کے معلوم کر لوں کہ رافیل کلب میں ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو میں اسے پابند کر دوں''...... پرنسسز سدرہ نے ہسپتال کے گیٹ کے قریب پبلک فون کاؤنٹر کے قریب پہنچتے ہوئے کہا۔ یہاں ایک بڑا کاؤنٹر بنایا گیا تھا جس پر پانچ کے قریب فون موجود تھے تاکہ کوئی بھی شخص پیمنٹ کر کے فون کر سکے۔

''لاؤڈر کا بٹن بھی ضرور پریس کر دیجئے گا تاکہ ہم بھی رافیل کے بارے میں سن لیں''...... ٹائیگر نے کہا تو پرنسسز سدرہ نے جیب سے ایک چھوٹی مالیت کا نوٹ نکال کر کاؤنٹر مین کے حوالے کیا اور ایک فون کا رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پریس

کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

''یس۔ رافیل بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''پرنسز سدرہ بول رہی ہوں رافیل''...... پرنسز سدرہ نے بے تکلفانہ لہجے میں کہا۔

''اوہ آپ۔ کہاں سے بات کر رہی ہیں۔ اب تو آپ سے ملاقات ہی نہیں ہوتی''...... رافیل نے پرنسز سدرہ سے بھی زیادہ بے تکلفانہ لہجے میں کہا۔

''میں آپ کے آفس آ رہی ہوں۔ کاؤنٹر پر بتا دیں۔ میرے ساتھ دو مہمان بھی ہیں''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''مہمان۔ کیا مطلب ہوا اس کا''...... رافیل نے چونک کر پوچھا۔

''وہیں آ کر تعارف کراؤں گی''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''اوکے۔ آ جاؤ۔ میں انتظار کروں گا''...... رافیل نے کہا۔

''شکریہ''...... پرنسز سدرہ نے کہا اور رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

''رافیل آپ کا دوست ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ہاں۔ مجھے بعض اوقات اس سے ایسی معلومات مل جاتی ہیں جن سے مصر کو بہت فائدہ پہنچتا ہے''...... پرنسز سدرہ نے جواب

دیا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک جدید ماڈل کی کار میں سوار قاہرہ کی سڑک پر آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر خود پرنسز سدرہ موجود تھی جبکہ ٹائیگر اور جوانا دونوں عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد کار ایک چار منزلہ عمارت کے کمپاؤنڈ میں مڑ گئی۔ عمارت پر ریڈ لائٹ کلب کا بہت بڑا بورڈ موجود تھا۔ کار کو پارکنگ میں روک کر وہ نیچے اتری تو ٹائیگر اور جوانا بھی نیچے اتر آئے۔ پرنسز سدرہ نے کار لاک کی۔ پارکنگ بوائے سے ٹوکن کارڈ لے کر پرس میں ڈالا اور پھر وہ مڑ کر عمارت کی طرف بڑھ گئے۔ کلب کا ہال خاصا وسیع و عریض تھا اور اسے بڑے خوبصورت انداز میں سجایا گیا تھا۔ ایک طرف ایک طویل کاؤنٹر موجود تھا۔ کاؤنٹر کے کونے میں موجود لڑکی پرنسز سدرہ کو دیکھ کر چونک کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''پرنسز آپ''...... لڑکی نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''رافیل نے تمہیں میرے بارے میں کوئی اطلاع نہیں دی''۔ پرنسز سدرہ نے قدرے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''وہ آپ کے انتظار میں ہیں پرنسز۔ انہوں نے مجھے کہا تھا کہ میں آپ کو اور آپ کے مہمانوں کو بھی ان کے آفس بھجوا دوں''...... لڑکی نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''شکریہ''...... پرنسز سدرہ نے کہا اور سائیڈ میں موجود ایک راہداری کی طرف بڑھ گئی۔ ٹائیگر اور جوانا بھی اس کے پیچھے تھے۔

راہداری کے آخر میں دو مسلح گارڈز موجود تھے لیکن پرنسز سدرہ کو دیکھ کر انہوں نے باقاعدہ سیلوٹ کیا اور سائیڈ پر موجود دروازہ ایک ہاتھ سے کھول دیا۔

حصہ اول ختم شد

عمران سیریز

آرمس پروہت

حصہ دوم

مظہر کلیم ایم اے

مان برادرز گارڈن ٹاؤن ملتان

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات اور پیش کردہ سچوئیشنز قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔ جس کے لئے پبلشرز، مصنف، پرنٹر قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

ناشر ---------- مظہر کلیم ایم اے
اہتمام ----- محمد ارسلان قریشی
تزئین ---------- محمد علی قریشی
طابع ---------- سلامت اقبال پرنٹنگ پریس ملتان

کتب منگوانے کا پتہ

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان
Mob
0333-6106573
0336-3644440
0336-3644441
Ph 061-4018666
E.Mail.Address
arsalan.publications@gmail.com

"آؤ"...... پرنسز سدرہ نے ٹائیگر اور جوانا سے کہا اور آگے بڑھ گئی۔ یہ ایک طویل راہداری تھی جس کے آخر میں ایک بند دروازہ تھا۔ ٹائیگر کی نظریں چھت پر جگہ جگہ لگی ہوئی مخصوص لائٹوں پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی کیونکہ چھت میں لگی لائٹوں کی اصل کارکردگی وہ سمجھتا تھا۔ ان لائٹوں سے نکلنے والی نظر نہ آنے والی ریز اسلحہ کو بے کار کر دیتی تھیں اس لئے اسے معلوم تھا کہ اس کے اور جوانا کے پاس جو اسلحہ ہوگا وہ اب کئی گھنٹوں تک بے اثر رہے گا اور اگر پرنسز سدرہ کے پاس بھی کوئی اسلحہ ہوگا تو وہ بھی بے کار رہ گیا ہوگا لیکن پرنسز سدرہ جس انداز میں چل رہی تھی اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اسے ان ریز کے بارے میں سرے سے علم ہی نہیں ہے۔ ویسے بھی چونکہ پرنسز سدرہ اور رافیل کے درمیان تعلقات خاصے دوستانہ تھے اس لئے پرنسز

سدرہ کو اسلحہ چلانے کی ضرورت ہی نہ پڑی ہو گی۔ تھوڑی دیر بعد وہ تینوں اس بند دروازے تک پہنچ گئے۔ پرنسز سدرہ نے آگے بڑھ کر دروازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھلتا چلا گیا اور پرنسز سدرہ اندر داخل ہو گئی۔ ٹائیگر اور جوانا اس کے پیچھے اندر داخل ہوئے تو یہ کمرہ جو خاصا وسیع تھا آفس کے انداز میں سجا ہوا تھا۔ ایک بڑی سی میز کے پیچھے اونچی پشت کی کرسی پر ایک سمارٹ اور ورزشی جسم کا مالک مقامی نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔

”ویل کم پرنسز سدرہ“...... اس نوجوان نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر سائیڈ پر آ کر اس نے باقاعدہ پرنسز سدرہ سے بڑے گرمجوشانہ انداز میں مصافحہ کیا۔ ٹائیگر اور جوانا بھی پرنسز سدرہ کی پیروی کرتے ہوئے میز کی سائیڈ سے ہو کر آگے بڑھے۔ پرنسز سدرہ اور رافیل کے درمیان بڑے گرمجوشانہ انداز میں مصافحہ ختم ہوا تو جوانا نے معنی خیز نظروں سے ٹائیگر کو مصافحہ کر کے پیچھے ہٹتی ہوئی پرنسز سدرہ کی طرف اشارہ کیا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ رافیل نے جوانا کی طرف مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن جوانا نے مصافحہ کرنے کی بجائے بازو گھمایا اور رافیل کی کنپٹی پر ضرب لگانے کی کوشش کی لیکن جوانا کے طویل بازو نے گھومتے ہوئے چند لمحے لگا دیئے اور رافیل چونکہ تربیت یافتہ ایجنٹ تھا اس لئے جوانا کا بازو گھومتے ہی وہ بجلی کی سی تیزی سے پیچھے ہٹا تو جوانا کا بازو خلاء میں ہی گھوم گیا اور جیسے ہی اس کا بازو گھوما رافیل

یکلخت پارے کی طرح تڑپا اور دیوہیکل جوانا کے سینے پر اس نے پوری قوت سے سر کی ٹکر ماری لیکن جوانا پر اس زوردار ضرب کا صرف اتنا اثر ہوا کہ وہ لڑکھڑاتے ہوئے انداز میں دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ رافیل ٹکر مار کر ایک بار پھر گھوما اور وہ جوانا کی سائیڈ پر لات مارنے کے لئے اچھلا لیکن دوسرے لمحے چیختا ہوا اور فضا میں اڑتا ہوا وہ سائیڈ دیوار سے ایک دھماکے سے ٹکرا کر نیچے گرا اور پھر چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔ یہ سب کچھ اس قدر تیزی سے وقوع پذیر ہوا کہ پرنسز سدرہ حیرت سے بت بنی صرف پلکیں جھپکاتی رہ گئی۔

”یہ کیا کر رہے ہو تم۔ یہ کیوں کیا ہے تم نے“...... یکلخت پرنسز سدرہ نے پھٹ پڑنے والے لہجے میں کہا۔

”خاموش رہو ورنہ ایک لمحے میں گردن توڑ دوں گا“...... جوانا نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تم۔ تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔ مجھے۔ پرنسز سدرہ کو“۔ پرنسز سدرہ نے جوانا کی غراہٹ سے خوفزدہ ہونے کی بجائے چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے برق رفتاری سے مشین پسٹل نکال لیا لیکن اسی لمحے ٹائیگر نے ہاتھ مار کر مشین پسٹل گرانا چاہا لیکن پرنسز سدرہ پارے کی طرح تڑپ کر ایک طرف ہٹ گئی اور اس نے ٹریگر دبا دیا لیکن کٹاک کٹاک کی آواز کے علاوہ مشین پسٹل سے کچھ برآمد نہ ہوا۔ اسی لمحے جوانا کا بازو بجلی کی

سی تیزی سے گھوما اور پرنسز سدرہ جو مشین پسٹل کے جام ہونے پر حیرت سے اسے دیکھنے لگی تھی بروقت اپنے آپ کو نہ بچا سکی اور کنپٹی پر ضرب کھا کر ایک لحاظ سے اڑتی ہوئی سائیڈ دیوار سے ٹکرائی اور پھر نیچے گر گئی۔ نیچے گرتے ہی اس نے تڑپ کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے ٹائیگر کی لات گھومی اور پرنسز سدرہ چیختی ہوئی واپس زمین پر گری اور ساکت ہو گئی۔

''میں نے کوشش تو کی تھی کہ اس پر ہاتھ نہ اٹھاؤں لیکن اب کیا کیا جائے۔ وہ احمقوں کی طرح سمجھ ہی نہ رہی تھی''...... ٹائیگر نے بیلٹ کے ساتھ بندھی ہوئی نائیلون کی رسی کا بنڈل علیحدہ کرتے ہوئے کہا جبکہ جوانا نے آگے بڑھ کر فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے رافیل کو اٹھا کر سائیڈ پر موجود کرسی پر ڈال دیا۔

''اسے بھی ساتھ والی کرسی پر ڈال دو تاکہ اسے بھی باندھ دوں ورنہ یہ ہوش میں آ کر لازماً گڑبڑ کرے گی''...... ٹائیگر نے رسی کی مدد سے رافیل کو کرسی پر باندھتے ہوئے کہا تو جوانا نے جھک کر فرش پر بے ہوش پڑی ہوئی پرنسز سدرہ کو اٹھا کر رافیل کے ساتھ والی کرسی پر ڈال دیا جبکہ ٹائیگر نے رافیل کو باندھنے کے بعد بچ جانے والی رسی کی مدد سے پرنسز سدرہ کو بھی کرسی سے باندھ دیا۔

''یہ دونوں ایجنٹ ہیں اس لئے ایسی گرہیں لگانا کہ یہ کھول نہ سکیں اور جس قدر جلد ممکن ہو سکے ان سے پوچھ گچھ مکمل کرو''۔ جوانا نے کہا۔

''رافیل کے نتھنے کاٹ کر لاشعوری معلومات حاصل کرنا پڑیں گی۔ تم دروازے کے قریب رک کر آنے والوں کا خیال رکھنا''۔ ٹائیگر نے کہا تو جوانا نے سر ہلایا اور مڑ کر بند دروازے کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا جبکہ ٹائیگر نے کرسیوں کے عقب میں جا کر پہلے دونوں ہاتھوں سے رافیل کی ناک اور منہ بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب اس کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے تو اس نے ہاتھ ہٹائے اور ساتھ ہی موجود پرنسز سدرہ کی کرسی کے عقب میں جا کر اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کی ناک اور منہ بند کر دیا۔

''اسے کیوں ہوش میں لا رہے ہو۔ خواہ مخواہ گڑبڑ کرے گی''۔ جوانا نے کہا۔

''یہ مقامی عہدیدار ہے۔ اس کے سامنے رافیل سے معلومات ملیں گی تو یہ پرسکون رہے گی ورنہ یہ اس سے بھی بڑی گڑبڑ کر سکتی ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا تو جوانا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ چند لمحوں بعد جب پرنسز سدرہ کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے تو ٹائیگر نے ہاتھ ہٹائے اور کرسیوں کے پیچھے سے گھوم کر وہ رافیل کی کرسی کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کوٹ کی مخصوص جیب سے خنجر نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا۔ اسی لمحے رافیل نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور پھر اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن بندھا ہونے کی وجہ سے وہ

اپنی کوشش میں ناکام رہا۔ اسی لمحے پرنسز سدرہ نے بھی کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں تو رافیل نے گردن موڑ کر پرنسز سدرہ کو دیکھا تو اس کے جسم کو ایک اور جھٹکا لگا۔

''یہ۔ یہ کیا ہے۔ یہ کیوں ہو رہا ہے۔ کون ہو تم''...... رافیل نے سامنے کھڑے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

'مجھے کیوں باندھ رکھا ہے۔ چھوڑو مجھے''...... پرنسز سدرہ نے ہوش میں آتے ہی چیختے ہوئے کہا۔

''اگر تم خاموش نہ رہیں تو تمہیں پہلے ہلاک کر دیا جائے گا''۔ ٹائیگر نے ہاتھ میں موجود خنجر کو دائیں بائیں لہراتے ہوئے کہا۔

''تم آخر چاہتے کیا ہو۔ رافیل صرف اسمگلر ہے۔ صرف اسمگلر''۔ پرنسز سدرہ نے کہا۔

''یہ ریڈ لائٹ ایجنسی کا مقامی ایجنٹ ہے اور یہ ایجنسی نیدر لینڈ کی ہے اور باس عمران پر خوفناک قاتلانہ حملہ بھی اس نے ہی کیا ہے''۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ یہ سب غلط ہے۔ میرا کسی ایجنسی یا قاتلانہ حملے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں تو کسی عمران کو جانتا تک نہیں''...... رافیل نے تیز لہجے میں بولتے ہوئے کہا لیکن جیسے ہی اس کی بات ختم ہوئی ٹائیگر کا خنجر والا ہاتھ گھوما اور کمرہ رافیل کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ ابھی چیخ کی بازگشت فضا میں موجود تھی کہ ٹائیگر

کا بازو ایک بار پھر گھوما اور رافیل کا دوسرا نتھنا بھی آدھے سے زیادہ کٹ گیا۔ اب پرنسز سدرہ نے بھی بے اختیار چیخنا شروع کر دیا تھا۔ وہ مسلسل اس انداز میں کسمسا رہی تھی جیسے رسیاں توڑ کر آزاد ہونا چاہتی ہو لیکن ٹائیگر نے اب اسے اس انداز میں نظر انداز کر دیا جیسے کمرے میں اس کا وجود ہی نہ ہو اور پھر ٹائیگر نے ہاتھ موڑ کر خنجر کا دستہ رافیل کی پیشانی پر ابھر آنے والی رگ پر مار دیا تو رافیل کا جسم اس طرح کانپنے لگا جیسے اسے جاڑے کا تیز بخار چڑھ آیا ہو۔ اس کا چہرہ تیزی سے مسخ ہوتا چلا گیا اور آنکھوں میں دھند سی چھا گئی۔

''بولو۔ کس ایجنسی سے تمہارا تعلق ہے۔ بتاؤ۔ بولو''...... ٹائیگر نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''ریڈ لائٹ۔ ریڈ لائٹ ایجنسی''...... رافیل کے منہ سے اس طرح الفاظ نکلنے لگے جیسے گلے میں الفاظ بنانے والی کوئی فیکٹری موجود ہو جہاں سے الفاظ بن کر زبان پر آ رہے ہوں۔ اب اس کی آنکھوں میں مکمل دھند چھا گئی تھی جس کا مطلب تھا کہ اس کا شعور مکمل طور پر ختم ہو گیا ہے اور اب لاشعور بول رہا ہو۔

''کس ملک کی ہے یہ ایجنسی''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''نیدر لینڈ کی۔ نیدر لینڈ کی''...... رافیل نے جواب دیا تو پرنسز سدرہ کے چہرے پر یکلخت انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

''عمران پر کس کے حکم پر قاتلانہ حملہ کیا گیا تھا''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''میرے حکم پر میرے آدمی نے میزائل فائر کیا تھا اس کی کار پر''...... رافیل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیوں۔ تمہیں عمران سے کیا خوف تھا''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''عمران انتہائی خطرناک ایجنٹ ہے۔ اسے ریڈ لائٹ کے خفیہ منصوبوں کا علم ہو سکتا تھا جن کا علم آج تک مقامی سیکرٹ سروس سمیت اور کسی کو نہیں ہو سکا اس لئے ایجنسی چیف نے اسے فوری طور پر ہلاک کرنے کا حکم دیا اور یہ طے ہوا کہ جب عمران جمال پاشا سے ملاقات کے لئے جائے تو اسے ہلاک کر دیا جائے''۔ رافیل اب اس طرح یہ باتیں بتا رہا تھا جیسے اپنے کسی باس کو تفصیلی رپورٹ دے رہا ہو۔

''کیا منصوبے ہیں تمہاری ایجنسی کے۔ تفصیل بتاؤ''...... ٹائیگر نے کہا۔

''یہاں ایسے اہرام اور مقبرے موجود ہیں جن میں سونے اور جواہرات کی بڑی مقدار دفن ہے۔ ان کے بارے میں یہاں کے حکام کو علم تک نہیں۔ ہم ان اہراموں اور مقبروں سے سونا اور جواہرات نکالنے کے لئے جدید ترین مشینری کے ذریعے ریت میں سرنگ لگا رہے تھے''...... رافیل نے جواب دیتے ہوئے کہا تو ساتھ بیٹھی پرنسز سدرہ کے ہونٹ بے اختیار بھنچ گئے۔ اب اس کی

آنکھوں میں رافیل کے لئے نفرت کا واضح اظہار ہو رہا تھا۔ شاید یہ سب کچھ اس کے لئے حیرت انگیز تھا۔

''کہاں کہاں کام کر رہے ہو۔ تفصیل بتاؤ''...... ٹائیگر نے کہا تو رافیل نے تفصیل بتانی شروع کر دی جبکہ پرنسز سدرہ غور سے یہ سب کچھ سن رہی تھی۔ رافیل کے مطابق کنگ ایریا اور کوئن ایریا میں چار اہراموں سے سونا نکالنے کی مہم جاری تھی جس کی مزید تفصیل بھی رافیل نے بتا دی۔

''یہاں تمہاری ایجنسی کا چیف کون ہے۔ کیا تم خود انچارج ہو یا کوئی اور ہے''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''راڈرک ہمارا باس ہے۔ میں سپر ایجنٹ ہوں''...... رافیل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''راڈرک اب کہاں ہے''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''چیف نے اسے ایکریمیا بھجوا دیا ہے تاکہ وہ عمران کے ہاتھ نہ لگ سکے۔ میں چونکہ مقامی ہوں اس لئے مجھ پر کسی کو شک نہیں پڑ سکتا اس لئے میں نے یہاں ساری کارروائی کی ہے''...... رافیل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کون سے اہراموں اور مقبروں سے تم سونا نکالنے کے لئے کام کر رہے ہو''...... اس بار ساتھ بیٹھی ہوئی پرنسز سدرہ نے چیخ کر پوچھا لیکن رافیل نے نہ اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور نہ ہی اس کی بات کا جواب دیا۔

''اس کا لاشعور میرے تحت آ چکا ہے اس لئے یہ صرف میری آواز پہچانتا ہے اور مجھے بھی تحکمانہ انداز اس لئے استعمال کرنا پڑتا ہے تاکہ لاشعور سب کچھ باہر نکال دے۔

''تم پوچھو اس سے۔ ہمارے ملک کی دولت کو یہ چوہے نکال کر لے جانا چاہتے ہیں''..... پرنسز سدرہ نے چیختے ہوئے کہا۔

''بتاؤ کون سے اہراموں اور مقبروں سے تم سونا نکالنے کے لئے کام کر رہے ہو''..... ٹائیگر نے اس بار رافیل سے مخاطب ہو کر تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''چار اہراموں اور دو مقبرے''..... رافیل نے جواب دیا اور پھر اس نے ان چاروں اہراموں اور دونوں مقبروں کے بارے میں تفصیل بتا دی۔

''اوہ۔ ویری بیڈ۔ یہ لوگ نجانے کب سے یہ کام کر رہے ہیں۔ پہلے اس جیگر کا سلسلہ سامنے آیا تھا۔ وہ بھی زمین میں دفن سونا تلاش کرنے کا سلسلہ تھا اور اب یہ سامنے آیا ہے''..... پرنسز سدرہ نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا۔

''کون جیگر''..... ٹائیگر نے چونک کر کہا۔

''وہ بھی ایک مسئلہ ہے۔ بعد میں بتاؤں گی''..... پرنسز سدرہ نے کہا تو ٹائیگر دوبارہ رافیل کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''عمران کے بارے میں تم نے اپنے چیف کو کیا رپورٹ دی ہے''..... ٹائیگر نے کہا۔

''یہی کہ عمران کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ ہمیں معلوم تھا کہ عمران آسانی سے ہلاک ہونے والوں میں سے نہیں۔ وہ سخت جان آدمی ہے اس لئے ہم نے اس کی کار پر جو میزائل فائر کیا اس میں خصوصی طور پر فرازک ریز استعمال کی گئی تھیں اس لئے کہ اول تو کار کے پرزے اڑنے کے ساتھ ہی عمران کے بھی ٹکڑے اڑ جائیں گے لیکن اگر وہ کسی بھی طرح فوری طور پر ہلاک ہونے سے بچ گیا تو پھر فرازک ریز کی وجہ سے اس کا جسم بیرونی خون کو جسم میں موجود خون میں جذب نہیں کرے گا۔ اس ریز کی وجہ سے اس کے جسم میں موجود خون زہریلا ہو جائے گا اور اس کا حتمی نتیجہ یہی ہے کہ عمران بہرحال ہلاک ہو جائے گا اور ایسا ہی ہوا ہو گا۔ پوری دنیا میں اس کا کوئی علاج ہو ہی نہیں سکتا''..... اس بار رافیل نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''سن لو کہ عمران بچ چکا ہے''..... دروازے کے قریب کھڑے جوانا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''اس کا شعور ختم ہو چکا ہے اور لاشعور صرف میرا حکم سن سکتا ہے''..... ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ میں موجود خنجر کو پوری قوت سے رافیل کی گردن میں اتار دیا تو ساتھ ہی کرسی پر بیٹھی ہوئی پرنسز سدرہ نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں جبکہ رافیل کے ختم ہونے پر ٹائیگر نے خنجر کھینچ کر رافیل کے گلے سے نکالا اور اس کے لباس سے صاف کر کے اس نے اسے واپس

جیب میں ڈال لیا اور پھر کرسی کے عقب میں جا کر اس نے رسی کھولنا شروع کر دی اور پرنسز سدرہ کو بھی رسی کی گرفت سے آزاد کر دیا گیا۔

''میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ رافیل اس معاملے میں اس حد تک ملوث ہو سکتا ہے۔ آئی ایم سوری۔ مجھے اب احساس ہو رہا ہے کہ تم ہم لوگوں سے صدیوں آگے ہو''..... پرنسز سدرہ نے کرسی پر سے اٹھتے ہوئے کہا۔

''یہ سب اللہ تعالی کا کرم ہے۔ اب آپ نے دیکھا کہ رافیل کس طرح یقین کے ساتھ کہہ رہا تھا کہ باس ہلاک ہو جائے گا اور واقعی باس کا خون بیرونی خون کو قبول نہ کر رہا تھا لیکن جیسے ہی جوزف نے اپنے خون کے چند قطرے باس کے منہ میں ڈالے تو اللہ تعالی نے کرم کر دیا اور باس کے خون نے بیرونی خون کو قبول کرنا شروع کر دیا''..... ٹائیگر نے رسی کو لپیٹ کر اس کا گچھا بنا کر بیلٹ کے ساتھ منسلک کرتے ہوئے کہا تو پرنسز سدرہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

پرنسز سدرہ اپنے چیف اعظم سالار کے آفس میں داخل ہوئی تو اعظم سالار نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔

''بیٹھو۔ پرنسز''..... اعظم سالار نے کہا۔

''تھینکس باس''..... پرنسز سدرہ نے کہا اور میز کی دوسری طرف موجود کرسی پر بیٹھ گئی۔

''مجھے رپورٹ ملی ہے کہ تم عمران کے ساتھیوں کے ساتھ انڈر ورلڈ میں کام کرتی رہی ہو۔ کیا ہوتا رہا ہے''..... اعظم سالار نے کہا۔

''باس۔ میں صرف چند گھنٹے ان کے ساتھ رہی ہوں لیکن مجھے احساس ہوا ہے کہ ہم ان سے بہت پیچھے ہیں۔ یہ لوگ واقعی بے حد تیز ہیں''..... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''حیرت ہے۔ تم یہ کہہ رہی ہو حالانکہ مصر کی سیکرٹ سروس میں

میری نظروں میں تم سب سے فعال ایجنٹ ہو''...... اعظم سالار نے کہا۔

''آپ کا شکریہ باس۔ لیکن میں نے انہیں جس انداز میں کام کرتے دیکھا ہے میں تو حیران رہ گئی ہوں''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''کیا ہوا ہے۔ تفصیل تو بتاؤ''...... اعظم سالار نے پوچھا تو پرنسز سدرہ نے ہسپتال جانے اور وہاں عمران کے شاگرد ٹائیگر سے ملاقات سے لے کر رافیل کلب جانے اور پھر وہاں ہونے والی تمام کارروائی اور بات چیت کی تفصیل بتا دی۔

''یہ کیا کہہ رہی ہو۔ کیا مطلب۔ کیا رافیل نے عمران پر حملہ کیا تھا لیکن ٹائیگر کو اس کا علم کیسے ہوا''...... اعظم سالار نے چونک کر پوچھا۔

''یہ تو میں نے پوچھا نہیں البتہ رافیل نے خود اس کا اعتراف کیا ہے اور یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ رافیل اور اس کی ایجنسی دراصل مصر کے خلاف ایک خوفناک سازش کر رہی ہے''۔ پرنسز سدرہ نے کہا۔

''سازش۔ کیسی سازش''...... اعظم سالار نے چونک کر پوچھا تو پرنسز سدرہ نے رافیل کی بتائی ہوئی تفصیل دوہرا دی۔

''اوہ۔ اوہ۔ ویری بیڈ۔ پھر اس سلسلے میں تم نے کیا کیا ہے''۔ اعظم سالار نے انتہائی پریشان سے لہجے میں کہا۔

''میں نے ڈیزرٹ سیکورٹی کے چیف کمانڈر مراوی کو فون کر کے پوری تفصیل بتا دی تھی تاکہ وہ ان اہراموں اور مقبروں کی حفاظت کر سکے''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''کتنا وقت ہو گیا ہے تمہیں اطلاع دیئے ہوئے''...... اعظم سالار نے کہا۔

''تین چار گھنٹے تو ہو چکے ہیں''...... پرنسز سدرہ نے کہا تو اعظم سالار نے فون کا رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے دو نمبر پریس کر دیئے۔

''یس سر''...... دوسری طرف سے فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''ڈی ایس کے چیف کمانڈر مراوی سے بات کراؤ''...... اعظم سالار نے کہا۔

''یس سر''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو اعظم سالار نے رسیور رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی اور اعظم سالار نے رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... اعظم سالار نے کہا۔

''کمانڈر مراوی سے بات کیجئے''...... دوسری طرف سے سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''ہیلو۔ اعظم سالار بول رہا ہوں''...... اعظم سالار نے کہا۔

''یس سر۔ میں مراوی بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے

ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''کمانڈر مراوی صاحب۔ پرنسز سدرہ نے آپ کو معلومات مہیا کی تھیں۔ اس سلسلے میں کیا کارروائی کی ہے آپ نے''۔ اعظم سالار نے کہا۔

''جناب۔ پرنسز سدرہ نے انتہائی اہم معلومات مہیا کی ہیں۔ ہم نے پچیس افراد گرفتار کر لئے ہیں اور انتہائی جدید اور قیمتی مشینری جو ریت میں سرنگ لگانے کے لئے منگوائی گئی تھی اور جسے استعمال بھی کیا جا رہا تھا وہ سب کچھ ہم نے ضبط کر لیا ہے۔ ان کے چار آفس بھی ٹریس ہوئے ہیں۔ ان کو بھی سیلڈ کر دیا گیا ہے۔ ان کا سب سے اہم آدمی راڈرک ایکریمیا فرار ہو چکا ہے جبکہ دوسرا آدمی رافیل اپنے کلب کے آفس میں ہلاک ہو چکا ہے''...... کمانڈر مراوی نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''آپ اس پورے گروہ کو ان کی جڑوں سے اکھاڑ پھینکیں۔ ویسے آپ صحرا میں اہراموں اور مقبروں کی سیکورٹی سخت کر دیں۔ اگر پرنسز سدرہ آپ کو معلومات مہیا نہ کرتیں تو یہ لوگ ملک کی انتہائی قیمتی تاریخی دولت اڑا لے جاتے اور یہ آپ کی سیکورٹی کی ناکامی ہوتی اس لئے اب آپ کے پاس آخری چانس ہے کہ آپ اپنی سیکورٹی مزید بڑھائیں''...... اعظم سالار نے تحکمانہ لہجے میں کہا کیونکہ وہ سیکرٹ سروس کا چیف تھا۔

''یس سر''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو اعظم سالار نے رسیور رکھ دیا۔

''اس جیگر کی لاش ملی تھی۔ اس سلسلے میں کچھ معلومات ملی ہیں۔ وہ مشین جو مدفون خزانے ٹریس کر لیتی ہے اس کے بارے میں کچھ معلوم ہوا''...... اعظم سالار نے سامنے بیٹھی پرنسز سدرہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

''میں نے ٹائیگر سے اس معاملے کو ڈسکس کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ جلد ہی اس کا سراغ لگا لے گا''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''ٹائیگر سراغ لگائے گا۔ وہ کیسے سراغ لگائے گا۔ وہ تو غیر ملکی ہے۔ یہ کام تمہارا ہے پرنسز اور تم نے یہ کام اس پر چھوڑ دیا''۔ اعظم سالار نے قدرے ناراض سے لہجے میں کہا۔

''میں نے اپنے سیکشن کو اس پر لگایا ہوا ہے لیکن ابھی تک کچھ معلوم نہیں ہو سکا جبکہ مجھے سو فیصد یقین ہے کہ ٹائیگر بہت جلد اس مشین تک پہنچ جائے گا۔ یہ آدمی بے حد ذہین، تیز، ہوشیار اور فعال ہے''...... پرنسز سدرہ نے جس لہجے میں ٹائیگر کی تعریف شروع کر دی اس لہجے پر اعظم سالار بے اختیار مسکرا دیا۔

''لگتا ہے تم ہمیں چھوڑ کر پاکیشیا جانے کے لئے پر تول رہی ہو''...... اعظم سالار نے کہا تو پرنسز سدرہ بے اختیار چونک پڑی۔

''میں پاکیشیا جانے کے لئے۔ کیا مطلب ہوا''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''جس انداز اور لہجے میں تم ٹائیگر کی تعریفیں کر رہی ہو اس سے مجھے لگتا تھا کہ تم ٹائیگر کو دل دے چکی ہو اور اب اس سے شادی کر کے پاکیشیا چلی جاؤ گی'' ...... اعظم سالار نے کہا تو پرنسز سدرہ بے اختیار ہنس پڑی۔

''یہ پاکیشیائی ہوتے ہی ایسے لوگ ہیں۔ پہلے عمران سے ملاقات ہوئی تو اس نے اپنی خصوصیات سے مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ پھر اس کے شاگرد ٹائیگر سے ملاقات ہوئی تو اس کی خصوصیات نے مجھے اس کی تعریف کرنے پر مجبور کر دیا'' ...... پرنسز سدرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا تم نے ان دونوں یا کسی ایک کے دل میں اپنے لئے بھی کوئی دلچسپی محسوس کی ہے۔ آخر تم مصری حسن کی نمائندہ ہو''۔ اعظم سالار نے کہا تو پرنسز سدرہ نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

''یہی تو حیرت انگیز بات ہے چیف۔ یہ لوگ نجانے کس مٹی کے بنے ہوئے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے ان کے سامنے کوئی عورت یا کوئی لڑکی نہ ہو بلکہ پتھر کا مجسمہ ہو۔ دلچسپی کی معمولی سی رمق بھی ان کی آنکھوں یا لہجوں سے نہیں ملتی'' ...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''ہو سکتا ہے کہ وہ اجنبی ہونے کے ناطے ابھی کھل نہ پا رہے ہوں'' ...... اعظم سالار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مرد تو مرد ہی ہوتا ہے باس۔ اجنبی ہو یا نہ ہو۔ دلچسپی کا اظہار

تو بہرحال محسوس ہو ہی جاتا ہے لیکن یہ دونوں ہی کیا وہ عمران کے دیوہیکل حبشی ساتھی ہیں ان کی حالت بھی یہی ہے'' ...... پرنسز سدرہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو تمہارا خیال ہے کہ ٹائیگر اس مشین کا سراغ لگا لے گا''۔ اعظم سالار نے کہا۔

''مجھے یقین ہے کہ وہ ایسا کر لے گا'' ...... پرنسز سدرہ نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی پرنسز سدرہ کے بیگ سے سیل فون کی گھنٹی کی ہلکی سی آواز سنائی دی تو پرنسز سدرہ نے چونک کر بیگ کھولا اور اس میں موجود سیل فون نکال کر اس کی سکرین دیکھی۔

''ٹائیگر کی کال ہے چیف'' ...... پرنسز سدرہ نے ایسے مسرت بھرے لہجے میں کہا جیسے اسے ٹائیگر کی کال آنے پر دلی مسرت ہو رہی ہو۔

''لاؤڈر پر بات کرو'' ...... اعظم سالار نے کہا تو پرنسز سدرہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے یکے بعد دیگرے دو بٹن پریس کر دیئے۔

''ہیلو۔ پرنسز سدرہ بول رہی ہوں'' ...... پرنسز سدرہ نے بٹن پریس کرتے ہوئے کہا۔

''ٹائیگر بول رہا ہوں پرنسز۔ آپ کا کام کس حد تک ہو چکا ہے۔ فائنل رزلٹ حاصل کرنے کے لئے آپ ساتھ چلنا چاہتی

ہیں یا نہیں''...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی لیکن لہجہ بے حد سپاٹ تھا۔

''کیا ہوا ہے۔ تفصیل سے بتائیں۔ میں اس وقت چیف کے آفس میں ہوں اور تمہاری بات چیف بھی سنیں گے''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''جیگر کی لاش جس علاقے میں پولیس کو ملی تھی وہاں میں نے ادھر ادھر سے معلومات حاصل کی ہیں تو ایک آدمی نے مجھے بتایا کہ اس نے ایک کار کو یہاں رک کر لاش باہر پھینکتے ہوئے دیکھا۔ لاش دیکھ کر وہ ڈر گیا اور وہاں سے چلا گیا ورنہ پولیس اسے بھی پکڑ سکتی تھی۔ میں نے اسے تھوڑی سی رقم دی تو اس نے کار کا رجسٹریشن نمبر بتا دیا جو اس نے دیکھ لیا تھا۔ میں نے رجسٹریشن آفس سے معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ یہ کار ماسٹر کلب کے ہارڈی کے نام رجسٹرڈ ہے۔ میں نے ماسٹر کلب کے ہارڈی کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو وہاں سے پتہ چلا کہ ہارڈی نے یہاں کلب میں ایک آدمی جیگر سے ملاقات کی اور پھر اسے ساتھ لے کر وہ چلا گیا۔ میں نے ایک ٹیکسی ڈرائیور سے معلومات حاصل کر لی ہیں کہ ان دونوں کو اس نے کاشان کالونی کی کوٹھی نمبر ایک سو ایک کے سامنے ڈراپ کیا تھا۔ میں کاشان کالونی پہنچا اور اس کوٹھی کو چیک کیا تو اس پر سخت حفاظتی اقدامات موجود ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ کوٹھی اس تنظیم کا ہیڈکوارٹر ہے۔ اب میں اس کوٹھی کے پاس

موجود ہوں۔ اگر تم آنا چاہتی ہو تو بتاؤ ورنہ میں اپنی کارروائی جاری رکھوں''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا تو اعظم سالار کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

''میں پہنچ رہی ہوں''...... پرنسز سدرہ نے کہا اور فون آف کر کے اسے واپس اپنے بیگ میں ڈال لیا۔

''حیرت ہے۔ اس اجنبی نے یہاں اتنی جلد اتنی اہم معلومات حاصل کر لی ہیں''...... اعظم سالار نے پرنسز سدرہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یہ واقعی حیرت انگیز انداز میں کام کرتے ہیں۔ میں ان سے بہت کچھ سیکھ رہی ہوں''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''کوئی اہم بات ہو تو مجھے رپورٹ دینا اور ہاں۔ اپنا خصوصی طور پر خیال رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ یہ ٹائیگر دشمنوں سے مل کر تمہارے ساتھ دغا کرے''...... اعظم سالار نے کہا تو پرنسز سدرہ بے اختیار ہنس پڑی۔

''ایسا نہیں ہو سکتا باس۔ مجھے ٹائیگر پر مکمل بھروسہ اور اعتماد ہے۔ اب آپ دیکھیں اسے اس مشن سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے کیونکہ یہ ہمارے کام آ سکتا ہے۔ اس کے یا اس کے ملک کے نہیں مگر اس کے باوجود وہ صرف میری خاطر اپنی جان داؤ پر لگائے ہوئے ہے''...... پرنسز سدرہ نے کہا اور تیزی سے مڑ گئی تو اعظم سالار نے اس انداز میں سر ہلا دیا جیسے وہ سمجھ گیا ہو کہ پرنسز

سدرہ کے دل پر ٹائیگر نے قبضہ کر لیا ہو۔ پرنسز سدرہ تھوڑی دیر بعد اپنی کار میں سوار کاشان کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر وہ خود تھی۔ کاشان کالونی میں داخل ہو کر اس نے ایک بورڈ کی مدد سے کوٹھی نمبر ایک سو ایک ٹریس کر لی اور تھوڑی دیر بعد وہ اس کوٹھی کے سامنے سے گزر رہی تھی۔ کوٹھی کا فولادی پھاٹک بند تھا۔ اس کی چاردیواری پر حفاظتی انتظامات واضح طور پر نظر آ رہے تھے۔ اس نے کچھ آگے جا کر ایک پبلک پارکنگ میں کار روکی اور نیچے اتری ہی تھی کہ ایک طرف سے ٹائیگر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس کی طرف آ گیا۔

''آپ پہنچ گئیں پرنسز سدرہ۔ میں آپ کا شدت سے انتظار کر رہا تھا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ایک بار پھر یہ فقرہ دوہرائیں پلیز''...... پرنسز سدرہ نے قدرے جذباتی لہجے میں کہا تو ٹائیگر بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

''پلیز پرنسز۔ سنجیدہ رہیں۔ ہم اس وقت انتہائی اہم موڑ پر ہیں۔ میں آپ کا ساتھ اس لئے نہیں دے رہا کہ مجھے آپ کی ذات سے کوئی دلچسپی ہے بلکہ اس لئے ساتھ دے رہا ہوں کہ جس مشین کا آپ نے کہا ہے اس مشین کے ذریعے ہم اپنے ملک میں بھی زیر زمین معدنیات تلاش کر کے اپنے ملک کے عوام کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں''...... ٹائیگر نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس پر آپ مجھے اس طرح لیکچر دینا شروع کر دیں۔ اب آپ بتائیں کہ مزید کیا کرنا ہے''۔ پرنسز سدرہ نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ہم نے اس کوٹھی پر ریڈ کرنا ہے کیونکہ ہارڈی جیگر کو ساتھ لے کر اس کوٹھی میں آیا تھا۔ اس کے بعد جیگر کی لاش ملی اور ہارڈی پھر دوبارہ کلب نہیں آیا۔ مزید کلیو یہاں سے ہی مل سکتا ہے''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''یہ کوٹھی کس کے نام ہے۔ یہ معلوم کیا ہے''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''ہاں۔ ڈاکٹر اینڈرسن کے نام درج ہے۔ وہ غیر ملکی ہے''۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔ ایک ڈاکٹر کو اس قدر حفاظتی انتظامات کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔ آؤ''...... پرنسز سدرہ نے کہا اور سڑک کی طرف بڑھنے لگی۔

''آپ کا کیا پلان ہے۔ یہ کسی ایجنسی کا ہیڈکوارٹر بھی ہو سکتا ہے''...... ٹائیگر نے اس کے پیچھے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

''یہاں اتنی ایجنسیاں نہیں ہیں جتنی آپ سمجھ رہے ہیں۔ آپ میرے ساتھ آئیں۔ میرے پاس سپیشل پولیس کا خصوصی کارڈ ہے اور اس کارڈ کی وجہ سے کوئی بھی مجھے روک نہیں سکتا''...... پرنسز سدرہ نے کہا تو اسے اپنے پیچھے آتے ہوئے ٹائیگر کا لمبا سانس لینے کی آواز سنائی دی۔

’’تو پھر آپ جا کر معلومات حاصل کریں۔ میں یہیں رکتا ہوں‘‘...... ٹائیگر نے کہا تو پرنسز سدرہ بے اختیار رک گئی۔

’’تم کیا چاہتے ہو‘‘...... پرنسز سدرہ نے مڑتے ہوئے کہا۔

’’آپ کو وہ لوگ پہچانتے ہوں گے کیونکہ آپ یہاں رہتی ہیں اور یہ لوگ ہر معاملے میں باخبر رہتے ہیں جبکہ مجھے وہ لوگ نہیں جانتے اس لئے مجھے انہوں نے اندر داخل نہیں ہونے دینا اس لئے آپ جا کر معلومات حاصل کریں کہ وہ مشین اب کہاں ہے‘‘۔ ٹائیگر نے کہا۔

’’تو تمہیں میرے پلان سے اختلاف ہے لیکن پھر تم اندر کیسے داخل ہو گے کوئی راستہ ہے تمہاری نظر میں‘‘...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

’’میں اکیلا تو کسی نہ کسی راستے سے چلا جاتا لیکن بہرحال ٹھیک ہے۔ آئیں۔ آپ سپیشل پولیس کی آفیسر اور میں آپ کا نائب۔ ڈاکٹر اینڈرسن سے ملاقات ہو جائے تو پھر دیکھا جائے گا‘‘۔ ٹائیگر نے کہا تو پرنسز سدرہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

کراؤن گروپ کا رچرڈ دارالحکومت قاہرہ میں اپنی رہائش گاہ کے ایک کمرے میں موجود تھا۔ یہ کمرہ آفس کے انداز میں سجایا گیا تھا۔ گروپ کا ہیڈکوارٹر مصر کے ایک چھوٹے سے شہر لاگور میں بنایا گیا تھا جہاں باس راجر تھا لیکن رچرڈ مستقل طور پر دارالحکومت میں رہتا تھا۔ یہاں وہ کراؤن کلب کا مالک اور مینجر تھا لیکن رچرڈ نے اپنی رہائش گاہ کو باقاعدہ سب ہیڈکوارٹر بنایا ہوا تھا۔ یہاں دو مسلح چوکیداروں کے ساتھ ساتھ ایک فون سیکرٹری اور ایک ملازم کھانا بنانے اور دیگر کام کے لئے رکھا گیا تھا لیکن ان سب لوگوں کا تعلق ایجنسی سے تھا اور وہ باقاعدہ تربیت یافتہ تھے۔ کوٹھی کی چاردیواری پر باقاعدہ حفاظتی نظام نصب تھا۔ رچرڈ کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر پریشانی اور تشویش کے تاثرات واضح طور پر موجود تھے۔ باس راجر کی لاگور میں ہلاکت کا اسے علم ہو چکا تھا۔

وہ اب چیف سے اس بارے میں بات کرنا چاہتا تھا لیکن چیف کسی ضروری میٹنگ میں مصروف تھا اور ہیڈکوارٹر نے کہا تھا کہ چیف خود ہی اسے فون کر لے گا اور تب سے وہ فون کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''لیس''۔۔۔۔ رچرڈ نے کہا۔

''ہیڈکوارٹر سے کال ہے باس''۔۔۔۔ دوسری طرف سے اس کی فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''ہیلو سر۔ میں رچرڈ بول رہا ہوں۔ قاہرہ سے''۔۔۔۔ رچرڈ نے اس بار مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کیوں کال کی تھی''۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ایک بری خبر دینی ہے کہ باس راجر کو ان کے ہیڈکوارٹر میں ہلاک کر دیا گیا ہے''۔۔۔۔ رچرڈ نے کہا۔

''راجر کو لاگور میں۔ وہ کیسے۔ کس نے کیا ہے ہلاک۔ وہاں تو انتہائی سخت حفاظتی انتظامات کئے گئے تھے''۔۔۔۔ چیف نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''حملہ آور کا علم نہیں ہو سکا کہ وہ کدھر سے آیا اور کہاں غائب ہو گیا لیکن راجر کے دونوں نتھنے کٹے ہوئے پائے گئے ہیں اور یہ کارروائی معلومات حاصل کرنے کے لئے پاکیشیا کا عمران کرتا ہے لیکن عمران پر ریڈ لائٹ ایجنسی نے خوفناک حملہ کیا ہے اور وہ شدید

زخمی ہو کر ہسپتال میں پڑا ہے۔ ڈاکٹروں نے اس کی صحت سے مایوسی کا اظہار کر دیا ہے''۔۔۔۔ رچرڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یہ کیا کہہ رہے ہو۔ ادھر کہہ رہے ہو کہ عمران ہسپتال میں پڑا ہے اور ادھر کہہ رہے ہو کہ عمران نے راجر پر تشدد کیا ہے''۔۔۔۔ اس بار دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا لیکن لہجے میں حیرت کے ساتھ ساتھ غصے کا عنصر بھی موجود تھا۔

''یہ کام تو عمران کے انداز میں کیا گیا ہے لیکن عمران نے خود نہیں کیا۔ میں نے اس سلسلے میں جو معلومات حاصل کی ہیں اس کے مطابق عمران کے ساتھ اس کا شاگرد ٹائیگر نامی آیا ہے جو پاکیشیا کی انڈر ورلڈ میں کام کرتا ہے اور اپنی کارکردگی کے لحاظ سے عمران کے برابر نہیں تو عمران سے کم بھی نہیں ہے۔ یہ کارروائی اس ٹائیگر کی ہو سکتی ہے''۔۔۔۔ رچرڈ نے کہا۔

''لیکن وہ راجر تک پہنچا کیسے۔ کس طرف سے۔ وہاں کا حفاظتی انتظام اس کا کیوں کچھ نہیں بگاڑ سکا''۔۔۔۔ چیف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''جو رپوٹ ملی ہے اس کے مطابق مسلح دربان فرنٹ کی طرف ہوتے ہیں لیکن ہر ایک گھنٹے بعد وہ عقبی طرف کا راؤنڈ لگاتے ہیں۔ پوری کوٹھی پر سکوت طاری تھا کہ ایک گارڈ عقبی طرف گیا اور پھر اچانک فرنٹ پر موجود باقی تین گارڈز نے عقبی طرف سے فائر کی آواز کے ساتھ ہی دھماکے کی آواز سنی تو وہ سب دوڑتے ہوئے

عقبی طرف پہنچے تو ان کا ساتھی گارڈ عمارت کی دیوار کے ساتھ بے ہوش پڑا ہوا تھا اور اس کا مشین پسٹل کچھ فاصلے پر پڑا تھا جبکہ وہاں کوئی آدمی موجود نہیں تھا۔ پھر جب باس راجر کو اطلاع دینے کے لئے ایک گارڈ عمارت کے اس خصوصی حصے میں گیا جہاں باس راجر علیحدہ رہتا تھا تو وہاں باس راجر کی لاش کرسی پر پڑی دیکھی گئی۔ اس کے دونوں نتھنے کٹے ہوئے تھے اور گردن میں خنجر مار کر شہ رگ کاٹ دی گئی تھی۔ بے ہوش ہونے والے گارڈ نے ہوش میں آ کر بتایا کہ وہ عقبی طرف گیا تو اس نے ویسے ہی سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ایک آدمی ایک پائپ پر چڑھا ہوا اوپر موجود تھا۔ پھر اس آدمی نے چھلاوے کے سے انداز میں کھڑکی کے شیڈ پر چھلانگ لگائی اور جب گارڈ نے اس پر فائر کیا تو وہ چیختا ہوا ایک دھماکے سے نیچے گرا۔ گارڈ یہ سمجھا کہ وہ ہٹ ہو گیا ہے اس لئے اس نے دوسرا فائر نہ کیا لیکن اس آدمی نے پلک جھپکنے میں گارڈ پر حملہ کر دیا اور اسے اٹھا کر اس انداز میں عمارت کی عقبی دیوار پر مارا کہ اس کا سر دیوار سے ٹکرا گیا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ جب فرنٹ کے گارڈز وہاں پہنچے تو فائر کو صرف چند ہی لمحے گزرے تھے لیکن وہ آدمی کہیں موجود نہیں تھا''...... رچرڈ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا وہ آدمی قوم جنات میں سے تھا کہ یکلخت غائب ہو گیا''...... چیف نے کہا۔

''اسی لئے تو کہہ رہا ہوں چیف کہ ایسا چھلاوہ شخص ٹائیگر ہی ہو سکتا ہے۔ نتھنے کاٹنے اور چھلاوے کی طرح غائب ہو جانے سے یہی مطلب نکلتا ہے''...... رچرڈ نے کہا۔

''نتھنے کاٹنے سے ان کا کیا مقصد ہوتا ہے''...... چیف نے پوچھا۔

''یہ عمران کا خاص طریقہ ہے جو پوری دنیا میں مشہور ہے۔ خنجر کی مدد سے ناک کے دونوں نتھنے آدھے سے زیادہ کاٹ دیئے جاتے ہیں جس سے پیشانی پر ایک موٹی رگ ابھر آتی ہے جس کا تعلق براہ راست انسانی شعور سے ہوتا ہے اور پھر اس رگ پر ضربیں لگائی جاتی ہیں تو شعور ختم ہو جاتا ہے اور لاشعور کنٹرول میں آ جاتا ہے اور پھر نہ بتانے والی تمام معلومات لاشعور باہر نکال دیتا ہے''...... رچرڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تمہارا مطلب ہے کہ راجر سے پوچھ گچھ کی گئی ہے''۔ چیف نے کہا۔

''یس چیف۔ انہیں قدیم تختیوں کی تلاش ہے اس لئے وہ باس راجر تک پہنچے اور یقینا باس راجر نے انہیں بتا دیا ہو گا کہ تختیاں کہاں ہیں۔ اب یہ لوگ وہاں پہنچیں گے''...... رچرڈ نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تم نے اچھا کیا کہ مجھے بتا دیا لیکن کیا تم اس عمران اور ٹائیگر کو ختم نہیں کرا سکتے۔ وہ اس وقت قاہرہ میں ہی ہیں اور تم بھی وہیں ہو''...... چیف نے کہا۔

''آپ نے پہلے منع کر دیا تھا اور صرف نگرانی کا حکم دیا تھا۔ عمران تو اب بچ نہیں سکتا۔ البتہ ٹائیگر بھی اتنا ہی خطرناک ثابت ہو رہا ہے جتنا عمران کو سمجھا جاتا ہے اس لئے اس کی موت ضروری ہے۔ ٹھیک ہے چیف۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی لیکن اب لاگور میں ہیڈکوارٹر کا کیا ہو گا'' ...... رچرڈ نے کہا۔

''مین ہیڈکوارٹر جلد ہی اس بارے میں میٹنگ کر کے فیصلہ کرے گا۔ ویسے اگر تم نے اس ٹائیگر اور عمران کا خاتمہ کر دیا تو پھر تمہیں مصر میں گروپ کا چیف بنا دیا جائے گا'' ...... چیف نے کہا۔

''یس چیف۔ آپ کی مہربانی۔ میں آپ کے احکامات کی تعمیل کروں گا'' رچرڈ نے مسرت بھرے لہجے میں کہا تو دوسری طرف سے رسیور رکھ دیا گیا۔ رچرڈ نے بھی ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھنے کی بجائے دوبارہ کریڈل کو دبا دیا۔

''یس باس'' ...... دوسری طرف سے اس کی فون سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

''ڈیوڈ سے میری بات کراؤ۔ جہاں بھی وہ ہو'' ...... رچرڈ نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً دس منٹ بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو رچرڈ نے رسیور اٹھا لیا۔

''یس'' ...... رچرڈ نے کہا۔

''ڈیوڈ سے بات کریں باس'' ...... دوسری طرف سے مؤدبانہ

لہجے میں کہا گیا۔

''ہیلو باس۔ میں ڈیوڈ بول رہا ہوں'' ...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''تم ہسپتال گئے تھے جہاں عمران کو لے جایا گیا تھا۔ کیا رپورٹ ہے۔ ہلاک ہو گیا ہے عمران یا نہیں'' ...... رچرڈ نے کہا۔

''نہیں باس۔ اس کی حالت اب خطرے سے باہر بتائی جاتی ہے اور وہ تیزی سے صحت یاب ہوتا جا رہا ہے لیکن ابھی اسے وہاں ایک دو ہفتے تک رہنا پڑے گا'' ...... ڈیوڈ نے کہا۔

''یہ کیا کہہ رہے ہو۔ اس پر تو فرازک ریز میزائل فائر کیا گیا تھا۔ وہ موقع پر اگر ہلاک نہ بھی ہوتا تب بھی اس نے بہرحال ہلاک ہونا تھا کیونکہ اس کا خون کوئی بیرونی خون قبول ہی نہ کر سکتا تھا'' ...... رچرڈ نے تیز تیز لہجے میں بولتے ہوئے کہا۔

''ایسا ہی ہے باس۔ جیسا آپ کہہ رہے ہیں۔ ڈاکٹروں کا بھی متفقہ یہی فیصلہ تھا لیکن پھر عمران کے دو حبشی ساتھی پاکیشیا سے یہاں پہنچ گئے اور ایک حبشی نے اپنی کلائی کاٹ کر اس میں سے نکلنے والا خون عمران کے منہ میں ٹپکا دیا۔ اس کے ساتھ ہی سب ڈاکٹر حیران رہ گئے کیونکہ عمران کے خون نے بیرونی خون کو قبول کرنا شروع کر دیا اور عمران تیزی سے صحت یاب ہونے لگا۔ اب تو اسے ہوش بھی آ چکا ہے اور دونوں حبشی چوبیس گھنٹے اس کی حفاظت کر رہے ہیں'' ...... ڈیوڈ نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے

کہا۔

''عمران کے ساتھ اس کا ایک شاگرد آیا تھا ٹائیگر۔ وہ کہاں ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے''...... رچرڈ نے پوچھا۔

''یس باس۔ ہمارا ایک گروپ اس کی نگرانی کر رہا ہے اور وہ مقامی سیکرٹ سروس کی رکن پرنسز سدرہ کے ساتھ دیکھا جا رہا ہے اور یہیں دارالحکومت میں ہی ہے''...... ڈیوڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس وقت کہاں ہے وہ''...... رچرڈ نے پوچھا۔

''کاشان کالونی میں اینڈرسن کے گھر کے سامنے پبلک پارکنگ میں موجود ہے اور اس کے ساتھ پرنسز سدرہ بھی ہے''...... ڈیوڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ یہ ٹائیگر، اینڈرسن کے پیچھے کیوں لگ گیا ہے۔ اس کا خاص آدمی ہارڈی کہاں ہے''...... رچرڈ نے تقریباً اچھلتے ہوئے کہا۔

''وہ دو تین روز سے نظر نہیں آ رہا باس''...... ڈیوڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ویری بیڈ۔ اینڈرسن اور ہارڈی کا تعلق تو سلاوان سے ہے۔ وہ وہاں کا مشہور گروپ ہے لیکن یہ لوگ صرف سلاوان سے آنے والے سیاحوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور کسی جرم میں شریک نہیں ہیں۔ پھر یہ ٹائیگر اور پرنسز سدرہ کیوں اس کے سر ہو رہے ہیں۔ سنو۔ تمہارے پاس فارکراس موجود ہے''...... رچرڈ نے کہا۔

''یس باس''...... ڈیوڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس سے ٹائیگر اور اینڈرسن کے درمیان ہونے والی پوری صورت حال کو مانیٹر کرو۔ تصویریں بھی اور باتیں بھی۔ سب کچھ میرے سامنے ہونا چاہئے''...... رچرڈ نے کہا۔

''یس باس۔ میں ابھی اس کا بندوبست کرتا ہوں''...... ڈیوڈ نے جواب دیا۔

''چیف باس نے عمران اور ٹائیگر دونوں کی فوری ہلاکت کا حکم دے دیا ہے کیونکہ اس ٹائیگر نے باس راجر کو ہلاک کر دیا ہے لیکن میں پہلے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ٹائیگر اس اینڈرسن سے کیا حاصل کرنا چاہتا ہے''...... رچرڈ نے کہا۔

''یس باس۔ باس راجر کے بارے میں مجھے اطلاع مل چکی ہے لیکن وہاں سے تو معلوم ہوا تھا کہ کسی پراسرار قاتل نے باس راجر کو ہلاک کیا ہے جبکہ آپ ٹائیگر کا نام لے رہے ہیں''...... ڈیوڈ نے کہا۔

''ہاں۔ یہ ٹائیگر ہی تھا اس لئے تو باس چیف نے اس کی فوری ہلاکت کا حکم دیا ہے۔ اس کے بعد عمران کا خاتمہ کیا جائے گا''۔ رچرڈ نے کہا۔

''یس باس۔ ٹائیگر جب اینڈرسن سے مل کر واپس جائے گا تو اسے ہلاک کر دیا جائے''...... ڈیوڈ نے کہا۔

”ہاں۔ لیکن یہ کارروائی پرنسز سدرہ کے سامنے نہیں ہونی چاہئے۔ وہ مقامی سیکرٹ سروس کی رکن ہے اور پھر حکومت براہ راست ہمارے خلاف حرکت میں آ جائے گی“...... رچرڈ نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ باس۔ میں خیال رکھوں گا“...... ڈیوڈ نے کہا۔

”مجھے ساتھ ساتھ رپورٹ دیتے رہنا۔ میں تمہاری رپورٹ کا منتظر رہوں گا“...... رچرڈ نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

پرنسز سدرہ اور ٹائیگر دونوں پبلک پارکنگ سے نکل کر سڑک کراس کرتے ہوئے ڈاکٹر اینڈرسن کی کوٹھی کے گیٹ کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ جہازی سائز کا پھاٹک بند تھا۔ ٹائیگر نے آگے بڑھ کر سائیڈ ستون پر موجود کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔ چند لمحوں بعد چھوٹا پھاٹک کھلا اور ایک مسلح دربان باہر آ گیا۔

”جی سر“...... دربان نے ٹائیگر اور پرنسز سدرہ کو حیرت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ڈاکٹر صاحب سے ملنا ہے۔ یہ کارڈ انہیں دو“...... پرنسز سدرہ نے ہاتھ میں موجود کارڈ اس دربان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”سوری میڈم۔ ڈاکٹر صاحب تو رات گئے واپس آئیں گے۔ وہ شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں“...... دربان نے کارڈ لینے کی بجائے

مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کب گئے ہیں''...... پرنسز سدرہ نے چونک کر پوچھا۔

''صبح سویرے چلے گئے تھے اور کہہ کر گئے ہیں کہ وہ رات گئے واپس آئیں گے''...... دربان نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ ٹھیک ہے۔ آؤ چلیں واپس''...... پرنسز سدرہ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور واپس مڑی۔ ٹائیگر بھی مڑنے لگ گیا تھا جبکہ دربان اطمینان بھرے انداز میں مڑ کر کھلے چھوٹے پھاٹک کی طرف بڑھنے لگا لیکن اسی لمحے ٹائیگر بجلی کی سی تیزی سے مڑا اور پلک جھپکنے میں اس نے پھاٹک کے قریب پہنچے ہوئے دربان کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور بجلی کی سی تیزی سے اسے دھکیلتا ہوا پھاٹک کے اندر لیتا چلا گیا۔ یہ سب کچھ اس قدر تیزی سے ہوا تھا کہ دربان کے منہ سے ہلکی سی اوغ کی آواز نکلی تھی لیکن وہ کسی قسم کی مزاحمت نہ کر سکا تھا لیکن پھاٹک کے اندر پہنچتے ہی اس سے پہلے کہ دربان سنبھلتا ٹائیگر کے اس بازو نے جس کا ہاتھ دربان کی گردن پر جما ہوا تھا حرکت کی اور دربان ہلکی سی چیخ مار کر فضا میں قلابازی کھا کر ایک دھماکے سے پھاٹک کی سائیڈ پر موجود گارڈ روم کی دیوار سے ٹکرا کر نیچے گرا اور بجائے تڑپنے کے ایک جھٹکا کھا کر ساکت ہو گیا۔ پرنسز سدرہ دربان کی اوغ کی آواز سن کر پلٹی تھی لیکن وہ حیرت سے بت بنی اپنی جگہ پر کھڑی رہ گئی تھی۔ دربان

کے نیچے گرتے ہی ٹائیگر نے بجلی کی سی تیزی سے جیب سے گیس پسٹل نکالا اور دوسرے لمحے کٹاک کٹاک کی تیز آوازوں کے ساتھ ہی چار پانچ نیلے رنگ کے کیپسول عمارت کے برآمدے کے اندر گر کر پھٹے تو ٹائیگر تیزی سے مڑا اور اس نے باہر آ کر باہر سے چھوٹا پھاٹک بند کر دیا۔

''یہ سب کیا کر رہے ہو۔ جب اینڈرسن موجود ہی نہیں ہے تو پھر اس کارروائی کا فائدہ''...... پرنسز سدرہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اینڈرسن اندر موجود ہو گا۔ بہرحال ہم نے چیکنگ کرنی ہے۔ میں نے دربان کے چہرے کے تاثرات دیکھے ہیں۔ وہ جھوٹ بول رہا تھا''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''مجھے تو ایسے کوئی تاثرات اس کے چہرے پر نظر نہیں آئے اور پھر وہ ایسا کیوں کرتا۔ ہم تو پہلی بار یہاں آئے ہیں''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''میں باس عمران کا شاگرد ہوں اس لئے جھوٹ، سچ کا پتہ چلانا میرے لئے معمولی بات ہے۔ آؤ اب گیس کا اثر ختم ہو گیا ہو گا''...... ٹائیگر نے چھوٹے پھاٹک کی طرف مڑتے ہوئے کہا تو پرنسز سدرہ خاموشی سے اس کے پیچھے چلتی ہوئی کوٹھی میں داخل ہوئی۔ ٹائیگر نے مڑ کر چھوٹا پھاٹک اندر سے بند کر دیا۔

''یہ گیس پسٹل تمہارے پاس تھا۔ کیا تم پہلے سے یہ پلان بنا

کر آئے تھے‘‘...... پرنسز سدرہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

‘‘ہر قسم کا سامان میں ساتھ رکھتا ہوں۔ پلان موقع محل دیکھ کر بنتا ہے۔ دیکھو اب اگر ہماری عام حالات میں اینڈرسن سے ملاقات ہو جاتی تو مجھے گیس فائر کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی‘‘۔ ٹائیگر نے جواب دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد انہوں نے پوری عمارت کا اندر سے جائزہ لے لیا۔ اندر کی راہداری سے چار مسلح افراد فرش پر بے ہوش پڑے تھے جبکہ تین افراد ایک کمرے میں کرسیوں سے نیچے فرش پر گرے ہوئے تھے جبکہ میز پر تاش کے پتے پڑے دکھائی دے رہے تھے۔ یہ یقیناً تاش کھیلنے میں مصروف تھے اور پھر ایک کمرے میں جسے بیڈ روم کے انداز میں سجایا گیا تھا ایک آرام کرسی پر ایک ادھیڑ عمر آدمی بے ہوش پڑا ہوا تھا اور وہ اپنے انداز سے ہی اینڈرسن دکھائی دے رہا تھا۔ ٹائیگر نے بیلٹ سے رسی کا گچھا کھولا اور پھر اینڈرسن کو اس کرسی پر رسی سے مضبوطی سے باندھ دیا۔

‘‘اس کے ساتھ بھی تم وہی سلوک کرو گے جو تم نے رافیل کے ساتھ کیا تھا‘‘...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

‘‘ہاں۔ یہ تربیت یافتہ لوگ ہیں اور ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ کسی بھی وقت یہاں کوئی آ سکتا ہے‘‘...... ٹائیگر نے جیب سے خنجر نکالتے ہوئے کہا۔

‘‘تم اس سے پوچھ گچھ کر لو۔ میں باہر کا چکر لگاتی ہوں‘‘۔ پرنسز سدرہ نے کہا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ ٹائیگر نے اینڈرسن کا منہ اور ناک دونوں ہاتھوں سے بند کر کے اسے ہوش دلایا تو اینڈرسن کا چہرہ حیرت کی شدت سے بگڑ سا گیا۔

‘‘تم۔ تم کون ہو۔ یہ تم نے مجھے کیوں باندھا ہے۔ کون ہو تم‘‘...... اینڈرسن نے ہوش میں آتے ہی انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

‘‘تمہارا نام اینڈرسن ہے اور تمہارا ہارڈی سے کیا تعلق ہے‘‘۔ ٹائیگر نے کہا تو اینڈرسن نمایاں طور پر چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر انتہائی تشویش کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

‘‘کون ہارڈی۔ میں تو کسی ہارڈی کو نہیں جانتا۔ تم یہاں اندر کیسے آ گئے۔ میرے ملازم کہاں ہیں۔ انہوں نے تمہیں کیوں نہیں روکا‘‘...... اینڈرسن نے کہا۔

‘‘تمہارے آدمی بے ہوش پڑے ہوئے ہیں اور سنو۔ مجھے تم تربیت یافتہ لگ رہے ہو۔ میں تمہیں بتا دوں کہ ہارڈی، جیگر کو ساتھ لے کر یہاں تمہاری کوٹھی میں آیا تھا۔ اس کے بعد جیگر کی لاش ملی ہے اور ہارڈی بھی تب سے غائب ہے۔ اب تم بتاؤ گے کہ وہ مشین جو چھپے ہوئے خزانوں کو ٹریس کر سکتی ہے وہ کہاں ہے‘‘...... ٹائیگر نے کہا تو اینڈرسن کے چہرے پر ایک بار پھر شدید حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

‘‘کس مشین کی بات کر رہے ہو اور تم ہو کون‘‘...... اینڈرسن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میرا نام ٹائیگر ہے اور میں پاکیشیا میں علی عمران کا شاگرد ہوں۔ ہارڈی، جیگر کو ساتھ لے کر یہاں آیا اور پھر جیگر کی لاش ویرانے میں پھینک دی گئی۔ جیگر کے پاس وہ مشین تھی جس سے زمین میں چھپے ہوئے خزانے دریافت کئے جا سکتے تھے۔ بولو۔ کہاں ہے وہ مشین''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تم غلط بیانی کر رہے ہو۔ میرا کسی ایسے مسئلے سے تعلق ہی نہیں ہے''...... اینڈرسن نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''میں نے سوچا تھا کہ تمہیں زندہ چھوڑ دوں گا لیکن تم نے اپنی موت کو خود آواز دے دی ہے۔ اب بھی موقع دیتا ہوں۔ سب کچھ بتا دو''...... ٹائیگر نے جیب سے خنجر نکالتے ہوئے کہا۔

''میں جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ ہے۔ تم مجھے ہلاک کر دو گے۔ کر دو''...... اینڈرسن نے منہ بناتے ہوئے کہا لیکن ابھی اس کا فقرہ مکمل نہ ہوا تھا کہ ٹائیگر کا خنجر والا بازو تیزی سے گھوما اور کمرہ اینڈرسن کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا اور ابھی چیخ کی بازگشت ختم نہ ہوئی تھی کہ ٹائیگر کا خنجر والا ہاتھ ایک بار پھر گھوما اور کمرہ ایک بار پھر اینڈرسن کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔

ٹائیگر نے دوسرا ہاتھ اینڈرسن کے سر پر رکھا اور خنجر والا ہاتھ موڑ کر خنجر کا دستہ اس نے اینڈرسن کی پیشانی پر ابھر آنے والی رگ پر مار دیا تو اینڈرسن کا جسم اس طرح کانپنے لگ گیا جیسے لاکھوں وولٹیج الیکٹرک کرنٹ اس کے جسم سے گزر رہا ہو۔ اس کا چہرہ انتہائی

تیزی سے مسخ ہوتا چلا گیا۔

''کہاں ہے مشین۔ بولو۔ جلدی بولو''...... ٹائیگر نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''مشین ہانگری سفارت خانے میں ہے''...... اینڈرسن نے جواب دیا تو ٹائیگر بے اختیار چونک پڑا۔

''تمہارا تعلق ہانگری سے ہے''...... ٹائیگر نے حیران ہو کر کہا۔

''ہاں۔ ہمارا تعلق ہانگری سے ہے اور ہانگری کے مفادات کا خیال رکھنے کے لئے ہم یہاں موجود ہیں''...... اینڈرسن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تفصیل سے مشین کے بارے میں بتاؤ''...... ٹائیگر نے کہا۔

''پروفیسر اسمٹ اور اس کے ساتھیوں کا تعلق سلاوان سے تھا۔ سلاوان کے سفارت خانے کے ایک آدمی نیلسن نے پروفیسر اسمٹ سے ملاقات کی اور مشین کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ پروفیسر اسمٹ پر دباؤ پڑا تو اس نے تمام معلومات نیلسن کو دے دیں۔ نیلسن واپس گیا تو پروفیسر اسمٹ کے ساتھی پروفیسر سے ناراض ہو گئے کہ اس نے سفارت خانے کو کیوں اطلاع دی ہے کیونکہ اس طرح وہاں سے ملنے والا سونا اور جواہرات حکومت سلاوان کے قبضے میں چلے جائیں گے اور ان لوگوں کو کچھ نہیں ملے گا اور پھر جیگر نے جارحانہ اقدام کیا اور پروفیسر اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کر کے مشین لے اڑا۔ وہ ہارڈی کا گہرا دوست

تھا۔ اس نے یہاں سے نکلنے اور اپنے تحفظ کے لئے ہارڈی سے درخواست کی۔ ہارڈی نے ہمیں بتایا تو ہم نے اسے بھاری رقم دے کر مشین حاصل کرنے کے لئے کہا اور ہارڈی کے دباؤ پر جیگر مان گیا۔ ہم نے ہارڈی کے ذریعے اسے بھاری رقم کا گارینٹڈ چیک دے دیا لیکن جب وہ مشین سمیت ہیڈکوارٹر پہنچا تو سپر چیف نے اسے ہلاک کرنے کا حکم دے دیا لیکن وہ چونکہ ہارڈی کا بہت گہرا دوست تھا اس لئے ہارڈی نے اسے ہلاک کرنے سے انکار کر دیا جس پر ہارڈی کو بھی ہلاک کر دیا گیا اور جیگر کو بھی۔ پھر جیگر کی لاش ویرانے میں پھینکوا دی گئی تاکہ سلاوان کے ایجنٹ اسے تلاش کرتے ہوئے ہم تک نہ پہنچ جائیں جبکہ ہارڈی کی لاش برقی بھٹی میں ڈال کر راکھ کر دی گئی تاکہ مشین محفوظ ہو سکے اور اسے مزید محفوظ کرنے کے لئے سفارت خانے پہنچا دیا گیا۔ وہاں وہ سفیر صاحب کی حفاظت میں ہے اور کسی کو اس کا خیال نہ آئے گا۔ جب معاملات ٹھنڈے پڑ جائیں گے تو پھر ہم اس مشین کی مدد سے مصر کے اہراموں اور مقبروں میں دفن سونا اور جواہرات نکال کر ہانگری بھجوا دیں گے''...... اینڈرسن جب بولنے پر آیا تو وہ مسلسل بولتا چلا گیا اور جب ٹائیگر نے محسوس کر لیا کہ اینڈرسن اب مزید کچھ نہیں بتا سکتا تو ٹائیگر نے ہاتھ میں موجود خنجر اس کی شہ رگ میں اتار دیا۔ تھوڑی دیر تک تڑپنے کے بعد اینڈرسن ساکت ہو گیا۔

''میں نے تو کوشش کی تھی کہ تم سب کچھ بتا کر اپنے آپ کو بچا لو لیکن تم نے خود ہی اپنے لئے موت پسند کر لی''...... ٹائیگر نے خنجر واپس کھینچتے ہوئے بڑبڑا کر کہا اور پھر خنجر کو اینڈرسن کے لباس سے صاف کر کے اس نے اسے واپس کوٹ کی مخصوص جیب میں ڈالا اور اس کے بعد اس نے رسی کھولی۔ اس کا بنڈل بنایا اور اسے بیلٹ کے ساتھ منسلک کر کے وہ مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمران اب اٹھ کر بیٹھنے لگ گیا تھا لیکن ڈاکٹروں نے اسے ابھی مزید ایک ہفتہ ہسپتال میں رہنے کا کہہ دیا تھا اور چونکہ عمران کو اپنی حالت کا بخوبی علم تھا اس لئے اس نے بھی ضد نہیں کی تھی۔ اس وقت عمران بیڈ سے اتر کر آرام کرسی پر نیم دراز تھا جبکہ جوانا اور جوزف دونوں اس کمرے سے باہر چوکنا انداز میں کھڑے تھے۔ عمران نے انہیں آرام کرنے کے لئے کہا تھا لیکن ان دونوں نے ہی عمران کی بات تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

''سسٹر۔ باہر موجود میرے ساتھی حبشیوں کو اندر بھجوا دینا''۔ عمران نے نرس کو دروازے کی طرف جاتے دیکھ کر کہا۔

''یس سر''...... نرس نے جواب دیا اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ چند لمحوں بعد جوزف اور جوانا دونوں کمرے میں آ گئے۔ جوانا نے مڑ کر دروازہ نہ صرف بند کر دیا بلکہ اسے لاک بھی کر دیا

تاکہ اچانک کوئی اندر نہ آ جائے۔

''یس باس''...... جوزف نے عمران کے قریب پہنچ کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''تم دونوں بیٹھو''...... عمران نے جوزف اور جوانا سے کہا تو جوانا سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا لیکن جوزف ویسے ہی کھڑا رہا۔

''تم بھی بیٹھو جوزف''...... عمران نے جوزف سے کہا۔

''سوری باس۔ غلام آقا کے سامنے نہیں بیٹھ سکتا۔ آپ حکم دیں''...... جوزف نے صاف اور دوٹوک لہجے میں کہا۔

''میں تمہیں حکم دے رہا ہوں کہ بیٹھ جاؤ''...... عمران نے سخت لہجے میں کہا تو جوزف اس طرح کرسی پر بیٹھ گیا جیسے جلتے ہوئے انگاروں پر اسے بیٹھنا پڑ رہا ہو۔

''اب میں ٹھیک ہو اور ایک ہفتے بعد یہاں سے فارغ ہو جاؤں گا۔ یہاں حکومت کی طرف سے میری درست انداز میں حفاظت کی جا رہی ہے اس لئے اب تم دونوں واپس پاکیشیا جا سکتے ہو''۔ عمران نے کہا۔

''ماسٹر۔ کیا آپ کا مشن ختم ہو چکا ہے''...... جوانا نے کہا تو عمران چونک پڑا۔

''نہیں۔ ابھی تو کام ہی شروع نہیں ہوا۔ تم کہہ رہے ہو کہ ختم ہو گیا ہے''...... عمران نے کہا۔

''تو پھر آپ ہم دونوں کو بھی اس مشن میں شامل کر لیں۔ ہم

مشن کے اختتام پر ہی واپس پاکیشیا جائیں گے''...... جوانا نے کہا۔

''تم کیا کہتے ہو جوزف''...... عمران نے جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''باس۔ ٹائیگر آپ کا شاگرد ہے اور میں ٹائیگر پر پاؤتی کے گہرے سیاہ بادل چھاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ آپ جانتے ہیں باس کہ پاؤتی کے بادلوں میں اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے۔ بجلی تک نہیں چمکتی اور پاؤتی کے بادل جس پر مکمل طور پر چھا جائیں اسے لازماً قبر میں اترنا پڑتا ہے''...... جوزف نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا تو عمران کے چہرے پر یکلخت تشویش کے تاثرات ابھر آئے۔

''ٹائیگر کہاں ہے۔ کیا کر رہا ہے''...... عمران نے اس انداز میں کہا جیسے جوزف کے یاد دلانے پر اسے ٹائیگر کے بارے میں یاد آ گیا ہو۔

''ٹائیگر آیا تھا۔ پھر وہ مقامی سیکرٹ سروس کی رکن پرنسز سدرہ کے ساتھ واپس چلا گیا۔ اس کے بعد ابھی تک اس کی واپسی نہیں ہوئی''...... جوانا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم کیا کہہ رہے ہو جوزف۔ کیا ٹائیگر کسی مشکل میں پھنس رہا ہے''...... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

''اس پر موت کے سیاہ بادل جنہیں افریقہ میں پاؤتی بادل کہا جاتا ہے چھا رہے ہیں باس''...... جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اگر اس کی موت کا وقت آ گیا ہے تو پھر تم کیا دنیا کی کوئی طاقت اسے نہیں بچا سکتی''...... عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''باس۔ وہ موت نہیں ہوتی جو فادر جوشوا کی طرف سے آتی ہے بلکہ وہ موت ہے جو زبردستی کسی پر لادی جاتی ہے جسے ختم کیا جا سکتا ہے۔ اسے نئی زندگی کہا جاتا ہے''...... جوزف نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ شاید وہ اپنا مؤقف واضح طور پر عمران کو سمجھا نہ پا رہا تھا۔

''لیکن وہ یقیناً فیلڈ میں ہو گا جبکہ تم یہاں موجود ہو۔ پھر تم اس کی کیا مدد کرو گے''...... عمران نے کہا۔

''باس۔ ابھی پاؤتی کے بادل آسمان پر اکٹھے ہو رہے ہیں جب وہ اکٹھے ہو کر ٹائیگر پر ٹوٹ پڑیں گے تو پھر آپ کا غلام پاؤتی کے بادلوں میں بجلی کی تیز لہریں داخل کر دے گا اور پاؤتی کے بادل غائب ہو جائیں گے''...... جوزف نے جواب دیا۔

''لیکن تم کیا کرو گے۔ تفصیل تو بتاؤ''...... عمران نے پوری طرح دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

''باس۔ پاؤتی کے بادلوں میں بجلی ڈالنے کے لئے افریقہ کا بڑا وچ ڈاکٹر سامانا انسانی بالوں کی لٹ لے کر اس میں مخصوص انداز کی گانٹھ لگاتا ہے اور پھر اس گانٹھ لگی ہوئی لٹ کو آگ میں ڈال دیتا ہے۔ اس گانٹھ کے آگ میں جلنے سے جو شعلہ نکلتا ہے وہ پاؤتی کے بادلوں میں بجلی کی لہریں ڈال دیتا ہے اور پاؤتی کے بادل

غائب ہو جاتے ہیں۔ ان بجلی کی لہروں کی وجہ سے پاؤتی کے سیاہ اور گہرے بادل کسی انسان یا پورے قبیلے پر سے غائب ہو جاتے ہیں۔ اس طرح آقا کے مطابق انہیں نئی زندگی مل جاتی ہے''۔ جوزف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''کس کے بال۔ ٹائیگر کے یا تمہارے اپنے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر موجود تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ اس ساری بات چیت کو مذاق سمجھ رہا ہے۔

''ٹائیگر یا آپ کے باس۔ کیونکہ ٹائیگر آپ کا شاگرد ہے''۔ جوزف نے جواب دیا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

''یہ خوب رہی۔ پاؤتی کا شکار ہو جائے شاگرد اور بال کاٹے جائیں استاد کے''...... عمران نے ہنستے ہوئے کہا لیکن پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی تو جوانا اٹھ کر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے لاک ہٹا کر دروازہ کھولا تو باہر ایک ڈاکٹر موجود تھا۔ چونکہ یہ ڈاکٹر یہاں آتا جاتا رہتا تھا اور جوانا اسے پہچانتا تھا اس لئے اسے دیکھ کر وہ ایک طرف ہٹ گیا تو ڈاکٹر اندر داخل ہوا۔

''عمران صاحب۔ جناب جمال پاشا صاحب آپ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے ہیں۔ وہ اس وقت آفس میں انچارج ڈاکٹر کے پاس موجود ہیں۔ وہ اکیلے ہیں اور آپ سے ملاقات چاہتے ہیں''...... ڈاکٹر نے جوزف اور جوانا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''جوزف اور جوانا تم دونوں باہر جا کر ٹھہرو میں جمال پاشا صاحب سے ملاقات کر لوں''...... عمران نے جوزف سے کہا۔

''یس باس''...... جوزف نے کہا اور اٹھ کر تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا جہاں جوانا پہلے کھڑا تھا لیکن وہ عمران کے کہنے سے بھی پہلے کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔

''میں پاشا صاحب کو لے کر آتا ہوں''...... ڈاکٹر نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی جمال پاشا ہاتھ میں چھڑی پکڑے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اندر داخل ہوئے تو عمران اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''اوہ۔ اوہ۔ بیٹھو بیٹے۔ بیٹھو''...... جمال پاشا نے سلام کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''آپ کو میری وجہ سے تکلیف ہوئی ہے''...... عمران نے سلام کا جواب دیتے ہوئے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

''نہیں۔ مجھے تمہیں زندہ دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی ہے۔ بیٹھو''۔ جمال پاشا نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا اور خود بھی عمران کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئے۔

''اب تمہاری صحت کیسی ہے۔ ڈاکٹر تو کہہ رہا تھا کہ اب تم مکمل طور پر خطرے سے باہر ہو''...... ڈاکٹر جمال پاشا نے کہا۔

''جی اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکر ہے جس نے مجھے صحت عطا کی ہے''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا تو جمال پاشا نے

مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''عمران بیٹے۔ تم نے پچھلی ملاقات میں قدیم تختی کے فوٹوگراف کو پڑھتے ہوئے کہا تھا کہ جس میں آرمس پروہت کا اشارہ ہے وہ تختی قدیم ترین رسم الخط ہیروگلفی میں لکھی گئی ہے اور اسے حروف علت کے بغیر لکھا گیا ہے۔ حروف علت لگا کر اسے پڑھا گیا ہے اور تم نے کہا کہ اگر اسے عراق کے قدیم سومیری منخی یا پیکانی رسم الخط کی مدد سے پڑھا جائے تو پھر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آرمس پروہت کا مقبرہ فرعون اسار کے اہرام کے مغرب میں ہے اور میں نے تمہاری بات کی تائید کی تھی'' ...... جمال پاشا نے دھیمے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''آپ درست کہہ رہے ہیں۔ مجھے یاد ہے'' ...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہم نے فرعون اسار کے اہرام کے مغرب میں مشینری سے زیر زمین چیکنگ کی ہے۔ وہاں کسی مقبرے یا مدفون چیزوں یا خزانے کے کوئی آثار نہیں ہیں۔ میں نے خود جا کر چیکنگ کی ہے''۔ جمال پاشا نے کہا۔

''اوہ۔ آپ کو ناحق تکلیف ہوئی۔ میں نے تو اپنے اندازے سے بات کی تھی۔ میں خود اسے چیک کرتا لیکن میں حملہ ہونے کی وجہ سے ہسپتال پہنچ گیا۔ اس کا مطلب ہے کہ میں نے غلط سمجھا ہے اور اب اصل تختیاں واپس لانا ہی پڑیں گی کیونکہ مجھے یقین ہے

کہ جو کچھ تختی کے فوٹوگراف میں نظر آ رہا تھا اس لحاظ سے میری ریڈنگ درست ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ اصل تختی اور فوٹوگراف میں کوئی لائن یا لفظ کچھ ٹیڑھا ہو گیا ہو یا اس پر کوئی لکیر پڑ گئی ہو جس کی وجہ سے ریڈنگ غلط ہو گئی ہے۔ آپ فکر مت کریں۔ اب یہ کام میرے ذمے رہا کہ میں نے اس آرمس پروہت کے مقبرے کا کھوج نکالنا ہے۔ صرف ایک ہفتہ اور مجھے یہاں لگے گا۔ اس کے بعد میں حرکت میں آ جاؤں گا'' ...... عمران نے کہا تو جمال پاشا نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر اٹھ کھڑے ہوئے تو عمران بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''اچھا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں صحت کاملہ عطا کرے۔ اب اجازت۔ میں بس یہی بات تمہیں بتانے آیا تھا'' ...... جمال پاشا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''آپ کو واقعی تکلیف ہوئی۔ میں شرمندہ ہوں'' ...... عمران نے کہا

''ایسی کوئی بات نہیں۔ مجھے تمہاری ذہانت پر یقین ہے کہ تم بہرحال اس شیطانی پروہت کا مقبرہ ڈھونڈ نکالو گے اور مصری تاریخ میں ایک زبردست اضافہ ہو جائے گا'' ...... جمال پاشا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آپ نے پہلے بھی اسے شیطان کہا تھا۔ کیا واقعی یہ شیطان تھا'' ...... عمران نے چونک کر کہا۔ اسے سید چراغ شاہ صاحب کی

بات یاد آ گئی تھی جنہوں نے اسے شیطان کہا تھا اور حکم دیا تھا کہ اس کا مقبرہ تلاش کر کے اس میں موجود چیزیں جن سے شیطنیت کو فروغ ملتا تھا ضائع کر دی جائیں۔

”ہاں۔ تاریخ یہی بتاتی ہے۔ بہرحال تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ پروہت واقعی مجسم شیطان تھا۔ اوکے۔ اللہ حافظ“۔ جمال پاشا نے کہا اور پھر چھڑی پکڑے وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے بیرونی دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ان کے کمرے سے باہر جانے کے بعد عمران ایک طویل سانس لیتا ہوا دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اسے واقعی شرمندگی سی محسوس ہو رہی تھی کہ اس کی حتمی ریڈنگ غلط ثابت ہوئی ہے لیکن تختی اپنے الفاظ سمیت اس کی نگاہوں کے سامنے تھی اور اسے اب تک یہی محسوس ہو رہا تھا کہ اس کی ریڈنگ غلط نہیں ہو سکتی لیکن ظاہر ہے جمال پاشا جیسے عالم بھی غلط بیانی نہیں کر سکتے اور پھر بقول ان کے انہوں نے خود چیکنگ کی ہے اس لئے اسے اپنی ریڈنگ کو غلط ماننا پڑ رہا تھا۔ وہ بیٹھا یہی سوچ رہا تھا کہ دروازہ کھلا اور عمران بے اختیار چونک پڑا کیونکہ کمرے میں داخل ہونے والا ٹائیگر تھا اور عمران نے اسے صحیح سلامت دیکھ کر بے اختیار اطمینان بھرا سانس لیا۔ ٹائیگر نے سلام کیا اور عمران نے سلام کا جواب دیتے ہوئے اسے بیٹھنے کے لئے کہا۔ اسی لمحے جوزف اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی قینچی تھی۔

”باس۔ ٹائیگر کی لٹ چاہئے تا کہ پاؤتی کے بادلوں میں بجلی کی

لہریں ڈالی جا سکیں“...... جوزف نے قریب آ کر کہا تو ٹائیگر بے اختیار چونک پڑا۔

”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو“...... ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران نے اسے جوزف کی بات تفصیل سے بتا دی۔

”لیکن میں تو صحیح سلامت تمہارے سامنے بیٹھا ہوں اور بظاہر تو کوئی ایسا ماحول نہیں ہے بلکہ میں نے دشمنوں کے خلاف بھرپور کام کیا ہے“...... ٹائیگر نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

”باس۔ پھر غلام کو آقا کے بالوں کی لٹ کاٹنا پڑے گی اس لئے آپ اجازت دیں جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ ٹائیگر نہیں دیکھ سکتا۔ بڑے وچ ڈاکٹر سامانا نے مجھے اپنا جانشین قرار دیتے ہوئے اس پرندے کا پر مجھے دیا تھا جس کا رنگ گہرا سیاہ تھا لیکن اس میں سفید رنگ کی لکیریں بھی موجود تھیں“...... جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ باز نہیں آئے گا اس لئے اسے بالوں کی لٹ کاٹنے دو۔ یہ سستا سودا ہے“......عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اب میں کیا کہہ سکتا ہوں“...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

”تم نے پاؤتی کو شکست دے دی ہے۔ لٹ دے کر“۔ جوزف نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہاتھ میں پکڑی ہوئی قینچی سے اس نے ٹائیگر کے گردن کی سائیڈ پر پڑے ہوئے بالوں میں سے ایک کافی

لمبی لٹ کاٹ لی۔

''اب اس کا کیا کرو گے''...... ٹائیگر نے ہاتھ سے بال سیٹ کرتے ہوئے کہا۔

''اب دیکھو۔ اس میں سانا گانٹھ لگا رہا ہوں اور جب پاؤتی کے بادل گھرے ہو جائیں گے اور وہ تمہیں قبر کے اندھیرے میں اتارنے پر تل جائیں گے تو میں اسے آگ لگا دوں گا اور پاؤتی کے بادل شکست کھا کر غائب ہو جائیں گے اور تمہیں بقول باس نئی زندگی مل جائے گی''...... جوزف نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا اور واپس مڑ گیا۔

''ہمارے اندر چھ حسیں ہیں تو جوزف کے اندر سات بلکہ آٹھ دس حسیں ہیں اس لئے اس کی بات چھوڑو۔ اپنی بات کرو۔ کیا کرتے پھر رہے ہو تم''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اسے شہر لاگور جانے اور وہاں ہونے والی تمام کارروائیوں کے بعد واپس یہاں ہسپتال آنے اور پھر یہاں سے پرنسز سدرہ کو ساتھ لے جانے سے لے کر اینڈرسن سے معلومات حاصل کرنے تک کی تمام تفصیل بتا دی۔

''ویری گڈ۔ تو تم نے معلوم کر لیا ہے کہ تختیاں نیدر لینڈ کے ڈاکٹر کارلینڈ کے پاس ہیں۔ ابھی تمہارے آنے سے پہلے جمال پاشا یہاں آئے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ تختی کے فوٹوگراف کے مطابق جو انکشاف میں نے کیا تھا کہ آرمس پروہت کا مقبرہ فرعون اسار کے مغرب میں ہے وہاں مشینوں سے چیکنگ کی گئی ہے۔ وہ درست ثابت نہیں ہوئی۔ اب دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اصل تختی اور اس فوٹوگراف میں معمولی سا کوئی فرق ہو جس کی وجہ سے نتیجہ بدل گیا یا دوسری بات یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جو مشینری اس کی تلاش کے لئے استعمال کی گئی ہے وہ اپنا کام بخوبی نہیں کر سکی اس لئے تمہاری کارروائی دونوں طرف سے ہمارے فائدے میں رہے گی۔ اصل تختی ملنے سے دوبارہ اسے پڑھا جا سکتا ہے اور رزلٹ پہلے والا ہی رہنے کے بعد پروفیسر اسمٹ کی جدید ترین ایجاد کردہ مشین کے ذریعے اسے چیک کیا جا سکتا ہے''...... عمران نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ اس آرمس پروہت کے مقبرے میں ایسی کیا خاص بات ہے کہ سب اسے ٹریس کرنے میں مصروف ہیں''...... ٹائیگر نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''حکومت تو اسے قدیم تاریخ کے تسلسل کے لئے ٹریس کر رہی ہے جبکہ دیگر لوگ اس مقبرے کے اندر دفن شدہ قیمتی تاریخی آثار، سونا اور جواہرات لوٹنے کے لئے ٹریس کرنے کے خواہش مند ہیں جبکہ میں اسے اس لئے ٹریس کرنا چاہتا ہوں کہ آرمس پروہت نہ صرف اپنے دور میں شیطان کا پجاری رہا ہے بلکہ اس نے شیطانیت کے فروغ کے لئے بہت کام کیا اور اس کے مقبرے میں ایسی چیزیں اب بھی موجود ہیں جن سے شیطنیت کو فروغ مل رہا

ہے۔ میں ان چیزوں کا خاتمہ کرنا چاہتا ہوں“...... عمران نے کہا۔

”ایسی کیا چیزیں ہوسکتی ہیں باس“...... ٹائیگر نے حیران ہو کر کہا۔

”مجھے نہیں معلوم۔ لیکن یہاں آنے سے پہلے میں سید چراغ شاہ صاحب سے ملا تھا۔ انہوں نے حکم دیا تھا کہ اس مقبرے کو ٹریس کر کے وہاں موجود چیزوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے۔ اب مقبرہ ملنے پر ہی پتہ چل سکے گا کہ وہاں ایسی کون سی چیزیں ہیں اور انہیں کس طرح ہمیشہ کے لئے ختم کیا جا سکتا ہے“...... عمران نے کہا۔

”تو کیا آپ شاہ صاحب کو یہاں بلوائیں گے“...... ٹائیگر نے کہا۔

”اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ یہاں ہمارے ساتھ جوزف جو موجود ہے۔ اس کی خصوصی حسیں فوراً سب کچھ بتا دیں گی“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو ٹائیگر بھی بے اختیار مسکرا دیا۔

”باس۔ اب میرے لئے کیا حکم ہے“...... ٹائیگر نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”اس مشین کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے“...... عمران نے کہا۔

”چونکہ سفارت خانے کا معاملہ تھا اس لئے پرنسز سدرہ نے کہا کہ وہ سیکرٹ سروس کے چیف کے نوٹس میں یہ بات لائے گی

اور پھر سفارتی سطح پر یہ مشین واپس حاصل کی جائے گی لیکن میں نے اسے فی الحال ایسا کرنے سے روک دیا ہے کیونکہ میں آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا تھا۔ اب آپ جیسے حکم دیں“...... ٹائیگر نے کہا۔

”تو تم خود اسے وہاں سے حاصل کرنا چاہتے ہو“...... عمران نے کہا۔

”یس باس۔ مجھے یقین ہے کہ جیسے ہی انہیں اینڈرسن کی موت کی خبر ملے گی تو وہ اس مشین کو سفارتی بیگ کے ذریعے یہاں سے باہر نکال دیں گے یا پھر دوسری صورت میں ایسی کسی مشین کی موجودگی سے ہی انکار کر دیں گے۔ اس طرح یہ مشین ہمیشہ کے لئے غائب ہو جائے گی“...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن تم یہاں غیر ملکی ہو اس لئے تم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہو۔ سیکرٹ سروس اس سلسلے میں کچھ کر سکتی ہے تم نہیں اور ہمیں حکومتی معاملات میں مداخلت ہی نہیں کرنی چاہئے۔ البتہ تم نیدر لینڈ جا کر وہاں سے یہ تختیاں واپس لا سکتے ہو“...... عمران نے کہا۔

”میں نے اپنے طور پر نیدر لینڈ فون کر کے وہاں سے معلومات حاصل کی ہیں اور ان معلومات کے مطابق نیدر لینڈ کے ماہر مصریات ڈاکٹر کارلینڈ ان دنوں بیمار ہیں اور ہسپتال میں داخل ہیں اس لئے لازماً یہ تختیاں ان کی رہائش گاہ میں محفوظ ہوں گی جہاں سے آسانی سے واپس حاصل کی جا سکتی ہیں“...... ٹائیگر نے کہا۔

''بہرحال اس کے لئے نیدر لینڈ تو جانا ہی پڑے گا''...... عمران نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک ڈاکٹر ہاتھ میں کارڈلیس فون سیٹ اٹھائے اندر داخل ہوا۔

''مسٹر ٹائیگر کا فون ہے پرنسز سدرہ کی طرف سے''...... آنے والے ڈاکٹر نے فون سیٹ ٹائیگر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''شکریہ''...... ٹائیگر نے کہا اور فون سیٹ لے کر اس نے اس کے یکے بعد دیگرے دو بٹن پریس کر دیئے۔

''ٹائیگر بول رہا ہوں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''پرنسز سدرہ بول رہی ہوں ٹائیگر۔ میں نے چیف سے اس مشین کے بارے میں بات کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر سرکاری طور پر ان سے مشین کی واپسی کا کہا گیا تو وہ اس کی موجودگی سے ہی انکار کر دیں گے اس لئے وہاں ریڈ کیا جائے۔ اس سفارت خانے میں ہمارے آدمی موجود ہیں۔ میں ان سے رابطہ کر رہی ہوں۔ وہ ریڈ میں مدد دے سکتے ہیں۔ تم میرے پاس آ جاؤ تاکہ ہم مل کر یہ ریڈ کر سکیں۔ میری رہائش گاہ کوئن کالونی میں ہے اور میری رہائش گاہ کا نام سدرہ پیلس ہے۔ نمبر ٹو ون تھری ہے''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔ چونکہ ٹائیگر نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا تھا اس لئے پرنسز سدرہ کی آواز عمران تک بخوبی پہنچ رہی تھی جبکہ ڈاکٹر فون سیٹ دے کر واپس چلا گیا تھا۔ ٹائیگر نے بات سنتے

ہوئے عمران کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اوکے۔ میں آ رہا ہوں''...... ٹائیگر نے کہا اور فون آف کر دیا۔

''یہ مشین ہمارے لئے بھی بے حد قیمتی ہے۔ ہم اس کا فارمولا حاصل کر کے اپنے ملک میں ایسی مشین بنا کر وہاں صحراؤں میں معدنیات ٹریس کر سکتے ہیں جبکہ صحراؤں میں معدنیات کو ٹریس کرنے کی ابھی تک کوئی کارآمد مشینری ایجاد نہیں کی گئی۔ جو مشینری بنائی گئی ہے وہ پہاڑی علاقوں کے لئے ہے کیونکہ عام خیال یہ ہے کہ معدنیات صرف پہاڑی علاقوں میں ہی ہوتی ہیں حالانکہ صحراؤں میں بھی اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ رکھا ہوا ہے''...... عمران نے کہا۔

''یس باس''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم جاؤ اور مشین پر کام کرو۔ یہ فون سیٹ مجھے دو۔ میں ان تختیوں کے سلسلے میں کوشش کرتا ہوں''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے فون سیٹ عمران کو دیا اور پھر سلام کر کے وہ اٹھا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ عمران نے فون آف کیا اور پھر اسے آن کر کے اس نے جمال پاشا کا نمبر پریس کر دیا۔

''یس۔ پاشا ہاؤس''...... دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا

ہوں۔ جمال پاشا صاحب سے بات کرائیں''...... عمران نے کہا۔

''ہیلو۔ جمال پاشا بول رہا ہوں''...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد جمال پاشا کی دھیمی آواز سنائی دی۔

''السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ میں علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''...... عمران نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

''وعلیکم السلام بیٹے۔ کوئی خاص بات جو فون کیا ہے''...... جمال پاشا نے بڑے محبت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میں نے آپ سے یہ پوچھنا تھا کہ نیدر لینڈ میں ایک ماہر مصریات ہیں ڈاکٹر کارلینڈ۔ کیا آپ انہیں جانتے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ بہت اچھی طرح۔ وہ اکثر یہاں آتے رہتے ہیں اور ان سے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ کیا ہوا ہے انہیں''...... جمال پاشا نے قدرے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

''وہ بیمار ہیں اور اس وقت ہسپتال میں داخل ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ مصر سے چوری شدہ تختیاں نیدر لینڈ پہنچائی گئی ہیں اور ڈاکٹر کارلینڈ کی تحویل میں ہیں''...... عمران نے کہا۔

''اوہ نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ فوراً مجھے اطلاع دیتے''...... جمال پاشا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''یہ مصدقہ اطلاع ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہاں جاؤں اور

ان سے جبراً یہ تختیاں لے آؤں۔ وہ عالم فاضل آدمی ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ انہیں فون کریں اور وہ تختیاں واپس کر دیں''۔ عمران نے کہا۔

''مجھے یقین ہے کہ اول تو ایسا ممکن ہی نہیں لیکن اگر ممکن ہے تو پھر وہ انکار کر دیں گے کیونکہ نیدر لینڈ کے حکام کا وہ سامنا نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد وہ تختیاں بھی ایسی جگہ پہنچا دیں گے جہاں سے ان کا پتہ چلنا ناممکن ہوگا۔ البتہ ایک بات ہے کہ میں فون کر کے ان کی خیریت معلوم کروں اور پھر انہیں ایک ہفتہ بعد یہاں مصر میں ہونے والی ایک کانفرنس میں شرکت کی دعوت دوں جو قدیم تاریخ کے ایک شعبے میں منعقد کی جا رہی ہے جس میں پہلے ان کا نام شامل نہیں ہے۔ جب وہ یہاں آئیں گے تو پھر ان سے بات کی جائے۔ ہوسکتا ہے کہ یہاں اصل بات بتا دیں اور اپنی حکومت کو بھی مجبور کریں کہ وہ تختیاں واپس کر دے''...... جمال پاشا نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ جیسے آپ مناسب سمجھیں ان سے بات کر لیں۔ پھر مجھے بتائیں کہ انہوں نے کیا جواب دیا ہے تاکہ ان کے جواب کے مطابق پلاننگ کی جائے''...... عمران نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں ابھی فون کر کے ان سے بات کرتا ہوں۔ پھر تمہیں فون کروں گا''...... جمال پاشا نے کہا تو عمران نے اللہ حافظ کہہ کر فون آف کر دیا اور پھر اٹھ کر وہ بیڈ پر لیٹ گیا کیونکہ

کرسی پر بیٹھے بیٹھے اب وہ تھک گیا تھا۔ فون سیٹ اس نے ساتھ ہی رکھ لیا تھا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے فون سیٹ اٹھا کر اس کا بٹن آف کر دیا۔

''ہیلو''...... عمران نے کہا۔

''جمال پاشا بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے جمال پاشا کی آواز سنائی دی۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''...... عمران نے اپنے مخصوص انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''عمران بیٹے۔ ڈاکٹر کارلینڈ سے بات نہیں ہو سکی۔ وہ شدید بیمار ہیں اور بات کرنے کے قابل نہیں ہیں''...... جمال پاشا نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اب مجھے خود ہی کچھ کرنا پڑے گا''...... عمران نے کہا۔

''تمہاری صحت ابھی ٹھیک نہیں ہے کیوں نہ میں مصری حکومت کی طرف سے نیدر لینڈ حکومت سے رابطہ کروں کہ حکومت تختیاں واپس کر دے''...... جمال پاشا نے کہا۔

''آپ ابھی یہ بات منہ سے نہ نکالیں جناب ورنہ تختیاں وہاں سے بھی غائب کر دی جائیں گی اور حکومت نیدر لینڈ اس بات کو تسلیم کر کے بدنامی اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہو گی۔ آپ بے فکر رہیں۔ اب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تختیاں کہاں ہیں تو اب یہ لازماً واپس آ جائیں گی''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ مجھے تم پر مکمل اعتماد ہے''...... جمال پاشا نے کہا تو عمران نے ان کا شکریہ ادا کیا اور پھر فون آف کر کے اس نے سائیڈ پر رکھ دیا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ ٹائیگر اور جوانا دونوں کو تختیاں واپس حاصل کرنے کے لئے بھجوا دے گا اور اسے یقین تھا کہ یہ دونوں کامیاب لوٹیں گے۔

کار سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک یورپی نوجوان بیٹھا ہوا تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر بھی ایک یورپی نوجوان اور عقبی سیٹ پر بھی دو یورپی نوجوان بیٹھے ہوئے تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر کراؤن گروپ کا ڈیوڈ تھا جبکہ باقی اس کے ساتھی تھے۔ یہ کراؤن گروپ کے رچرڈ کا گروپ تھا۔ لاگور میں کراؤن گروپ کے مصر میں باس راجر کو ہلاک کر دیا گیا تھا اس لئے اب مصر میں کراؤن گروپ کا باس رچرڈ تھا اور رچرڈ نے ڈیوڈ کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ عمران کے ساتھی ٹائیگر کا خاتمہ کر دے لیکن اس وقت جب وہ پرنسز سدرہ کے ساتھ نہ ہو کیونکہ وہ مقامی سیکرٹ سروس کو اپنے خلاف حرکت میں آتا نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ اس وقت بھی وہ اس کار کا ہی تعاقب کر رہے تھے جس میں ٹائیگر

اور پرنسز سدرہ دونوں موجود تھے اس لئے ڈیوڈ اور اس کے ساتھی صرف نگرانی کرنے پر مجبور تھے۔

''اوہ۔ وہ رک رہے ہیں''...... سائیڈ سیٹ پر بیٹھے نوجوان نے اچانک چونک کر کہا۔

''ہاں۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ یہ سپیشل ہسپتال ہے''...... ڈیوڈ نے کار ایک سائیڈ پر موجود پارکنگ کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

''باس۔ ایک میزائل مار دینا چاہئے تھا ہمیں تاکہ یہ دونوں ہی اڑ جاتے''...... سائیڈ سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے کہا۔

''نہیں فورڈ۔ باس جو حکم دیتا ہے سوچ سمجھ کر دیتا ہے اس لئے ہمیں صرف اس کے حکم کی تعمیل کرنی ہے''...... ڈیوڈ نے کہا تو فورڈ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد سفید رنگ اور جدید ماڈل کی کار انہیں واپس آتی دکھائی دی اور چند لمحوں بعد جب وہ ان کے سامنے سے گزرے تو وہ سب چونک پڑے کیونکہ اب کار میں اکیلی پرنسز سدرہ موجود تھی۔ ٹائیگر موجود نہ تھا۔

''اس کا مطلب ہے کہ ٹائیگر کو ہسپتال ڈراپ کر دیا گیا ہے۔ یہاں وہ عمران بھی موجود ہو گا''...... ڈیوڈ نے کہا۔

''لیکن باس۔ یہ یہاں رہ بھی تو سکتا ہے۔ ہم کب تک یہاں بیٹھ کر اس کی واپسی کا انتظار کریں گے''...... فورڈ نے کہا۔

''ہمیں بہرحال انتظار کرنا پڑے گا''...... ڈیوڈ نے قدرے سخت لہجے میں کہا تو فورڈ نے اس طرح ہونٹ بھینچ لئے جیسے وہ اب بھی

نہ بولے گا اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد انہیں دور سے ٹائیگر پیدل چل کر ایک سائیڈ پر بنے ہوئے ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف آتا دکھائی دیا۔

’’باس۔ وہ آ رہا ہے اکیلا۔ اب اس پر ہاتھ ڈالنے کا بہترین موقع ہے‘‘...... فورڈ نے چونک کر اور جذباتی لہجے میں کہا۔

’’اس قدر جذبات میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں ہمیں فوراً گھیر لیا جائے گا۔ ہمیں کسی ویران جگہ پر پہنچ کر اس پر ہاتھ ڈالنا پڑے گا‘‘...... ڈیوڈ نے کہا تو فورڈ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ واقعی جذباتی نوجوان تھا۔ ٹیکسی اسٹینڈ پارکنگ کے قریب ہی تھا۔ جب ٹائیگر ٹیکسی اسٹینڈ پر پہنچا تو ڈیوڈ کار سے اتر کر ٹہلتے ہوئے انداز میں ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھ گیا۔

’’کوئن کالونی جانا ہے سدرہ پیلس‘‘...... ٹائیگر نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔

’’یس سر بیٹھیں‘‘...... ٹیکسی ڈرائیور نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور ٹائیگر ٹیکسی کی عقبی سیٹ پر بیٹھ گیا تو ڈیوڈ تیزی سے مڑا اور واپس آ کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے اس نے کار سٹارٹ کر کے اسے پارکنگ سے باہر نکالا اور پھر اس کی کار تیز رفتاری سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔

’’میزائل گن تیار کرو روکس۔ ٹائیگر، پرنسز سدرہ کی رہائش گاہ پر جا رہا ہے جو کوئن کالونی میں ہے۔ ہم نے راستے میں اسے ٹیکسی سمیت میزائل سے اڑانا ہے‘‘...... ڈیوڈ نے عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے اپنے ایک ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔

’’لیکن باس۔ اگر ہم ٹیکسی کے پیچھے چلتے رہے تو پھر وہ تو کوئن کالونی پہنچ جائے گی‘‘...... فورڈ نے کہا۔

’’نہیں۔ ہم ایک شارٹ راستے سے ہو کر پہلے گروز پہنچ جائیں گے جبکہ ٹیکسی ڈرائیوروں کی فطرت ہوتی ہے کہ جب کوئی غیر ملکی یا اجنبی ان کی ٹیکسی میں بیٹھ جائے تو وہ جان بوجھ کر طویل راستے سے ہوتے ہوئے منزل پر جاتے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ کرایہ وصول کیا جائے‘‘...... ڈیوڈ نے کہا تو فورڈ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اسی لمحے ڈیوڈ نے کار ایک سائیڈ پر موڑ دی اور پھر کافی دیر بعد وہ دوبارہ ایک بڑی سڑک پر پہنچ گئے۔ یہ ایک ویران سا علاقہ تھا۔ البتہ کچھ فاصلے پر سڑک موڑ کاٹ کر ایک بڑی سڑک سے مل جاتی تھی جس پر خاصی ٹریفک تھی۔ رچرڈ نے کار سڑک کے قریب ایک درخت کے نیچے روک دی اور پھر کار کا دروازہ کھول کر وہ نیچے اتر آیا۔

’’گن مجھے دو روکس‘‘...... ڈیوڈ نے عقب میں بیٹھے اپنے ساتھی سے کہا تو اس نے میزائل گن کار کی کھڑکی سے باہر کھڑے ڈیوڈ کے ہاتھ میں دے دی۔

’’تم لوگ اندر ہی رہو گے۔ ہم نے فوری نکلنا ہے‘‘...... ڈیوڈ نے گن کو کار کی چھت پر اس انداز میں ایڈجسٹ کیا کہ وہ سامنے

والی سڑک سے گزرنے والی کسی بھی کار کو آسانی سے نشانہ بنا سکے۔ سڑک پر سے اکا دکا کاریں گزر رہی تھیں لیکن زیادہ رش نہیں تھا۔

‘‘باس۔ اگر یہ ٹائیگر صرف زخمی ہوا تو پھر’’...... فورڈ نے ایک بار پھر سوال کرتے ہوئے کہا۔

‘‘چلتی ہوئی کار پر جب میزائل لگے تو کار کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ اس کے باوجود اگر وہ صرف زخمی ہوا تب بھی بہرحال ہلاک ہو جائے گا’’...... ڈیوڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

‘‘ہمیں اسے چیک کرنا چاہئے’’...... فورڈ نے کہا۔

‘‘نہیں۔ ہمیں فوری نکلنا ہے’’...... ڈیوڈ نے اس بار سخت لہجے میں کہا تو فورڈ خاموش ہو گیا۔ تقریباً چار پانچ منٹ بعد دور موڑ سے ایک ٹیکسی نکل کر ان کی طرف آتی دکھائی دی۔ ٹیکسی خاصی رفتار سے آ رہی تھی۔

‘‘یہی ٹائیگر کی ٹیکسی ہے باس۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہے۔ میں نے چیک کر لیا ہے’’...... عقبی سیٹ پر بیٹھے روکس نے اونچی آواز میں کہا۔

‘‘ہاں۔ میں نے دیکھ لیا ہے۔ اب خاموش رہو’’...... ڈیوڈ نے تیز لہجے میں کہا اور پھر چند لمحوں بعد ٹیکسی ابھی ان کی کار کے سامنے نہ آئی تھی کہ ڈیوڈ نے یکے بعد دیگرے دو بار ٹریگر دبا دیا۔ میزائل گن سے یکے بعد دیگرے دو سیاہ رنگ کے چھوٹے چھوٹے میزائل نکل کر تیزی سے سڑک کی طرف بڑھے اور پھر عین اس وقت جب وہ سڑک پر پہنچے ٹیکسی بھی ان کے سامنے آ گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں میزائل خوفناک دھماکوں کے ساتھ ٹیکسی سے ٹکرا گئے اور ٹیکسی واقعی ہینکڑوں ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر فضا میں بکھر گئی جبکہ ڈیوڈ نے فائرنگ کر کے ایک لمحے میں گن کار کے اندر پھینکی اور اچھل کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کار کا انجن مسلسل چل رہا تھا۔ عین اس وقت جب دھماکے ہوئے ڈیوڈ کی کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھی اور کچھ آگے جا کر کار سڑک پر آئی اور پھر تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔ پھر موڑ کاٹ کر وہ جب ایک مارکیٹ کے قریب پہنچی تو ڈیوڈ نے کار سائیڈ پارکنگ میں لے جا کر روک دی۔

‘‘تم بیٹھو میں آ رہا ہوں’’...... ڈیوڈ نے کار سے نیچے اترتے ہوئے کہا اور تیزی سے ایک سائیڈ پر موجود پولیس آفیسر کی طرف بڑھا جو ٹریفک کنٹرول کرنے کے لئے پریشان ہو رہا تھا کیونکہ دھماکوں کے بعد ہر طرف افراتفری سی برپا ہو گئی تھی۔

‘‘کیا ہوا جناب’’...... ڈیوڈ نے پولیس آفیسر کے قریب جا کر کہا۔

‘‘ایک کار کو میزائلوں سے اڑا دیا گیا ہے’’...... پولیس آفیسر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

‘‘اوہ۔ ویری بیڈ۔ جانی نقصان تو نہیں ہوا’’...... ڈیوڈ نے کہا۔

‘‘لازمی ہونا تھا۔ ٹیکسی خود تو نہیں چل رہی تھی۔ ڈرائیور کے

ساتھ ایک مسافر بھی ہلاک ہو گیا ہے''...... پولیس آفیسر نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

''کون تھا یہ مسافر۔ کچھ پتہ چلا''...... ڈیوڈ نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

''ڈرائیور تو پھر بھی پہچانا جاتا ہے لیکن مسافر کے تو ٹکڑے اس طرح اڑے ہیں کہ ریشہ ریشہ علیحدہ ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ کوئی غیر ملکی تھا لیکن آپ کون ہیں اور یہ سب کیوں پوچھ رہے ہیں''۔ پولیس آفیسر نے شاید پہلی بار اس کے سوالوں کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

''میرا تعلق پریس سے ہے۔ شکریہ''...... ڈیوڈ نے مسکراتے ہوئے کہا اور واپس مڑ گیا۔ اس کے چہرے پر مسرت اور اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے کیونکہ اس کا نشانہ سو فیصد درست ثابت ہوا تھا ورنہ چلتی ہوئی گاڑی پر اس انداز میں فائر کرنا خاصا مشکل کام ہوتا ہے کیونکہ گاڑی کی سپیڈ کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے ورنہ میزائل پہلے سڑک کراس کر جاتے ہیں اور گاڑی بعد میں پہنچتی یا گاڑی پہلے نکل جاتی اور میزائل بعد میں اس جگہ تک پہنچتے اس لئے ایک ماہر نشانہ باز ہی ان سب مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے درست فیصلہ کر سکتا ہے اور اسے خوشی تھی کہ اس نے اپنے آپ کو ماہر نشانہ باز ثابت کر دیا ہے۔

''کیا ہوا باس''...... فورڈ نے ڈیوڈ کے کار تک پہنچنے پر اس سے

پوچھا۔

''کامیابی۔ ڈرائیور اور ٹائیگر دونوں کے ٹکڑے اڑ گئے ہیں۔ میں نے تصدیق کر لی ہے''...... ڈیوڈ نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا تو سب کے چہروں پر خوشی اور کامیابی کے تاثرات ابھر آئے۔ ان کا مشن کامیاب رہا تھا۔

پرنسز سدرہ اپنی محل نما کوٹھی کے ایک کمرے میں موجود تھی۔

یہ کمرہ اس نے آفس کے انداز میں سجایا ہوا تھا۔ وہ چونکہ پرنسز تھی اور اس کے آباؤ اجداد مصر کے شاہی خاندان سے متعلق رہے تھے اور پرنسز سدرہ اپنے والدین کی اکلوتی تھی اور چونکہ اس کے والدین کو لڑکے کی خواہش تھی لیکن لڑکے کی بجائے ان کے ہاں ایک لڑکی کی پیدائش ہوئی تھی اس لئے انہوں نے اپنے آپ کو تسلی دینے کے لئے اسے بچپن سے ہی لڑکوں کے انداز میں پالا تھا۔ وہ لڑکوں والا لباس پہنتی، لڑکوں کی طرح کھیل کود میں شریک ہوتی تھی۔ پھر والدین کے ایک ایکسیڈنٹ میں ہلاک ہونے کے بعد گو اس نے لڑکوں کی طرح رہنا ختم کر دیا اور لڑکی کے روپ میں آ گئی لیکن بچپن کی تربیت کے پیش نظر اس نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد خصوصی طور پر کرمنالوجی کے مضمون میں خصوصی ڈگری

حاصل کی اور پھر سیکرٹ سروس کے چیف اعظم سالار جو اس کے دور کے عزیز بھی تھے اور اس کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھے اسے خصوصی تربیت دلا کر سیکرٹ سروس میں شامل کر لیا گیا۔

پرنسز سدرہ کا سیکشن علیحدہ تھا اور پرنسز سدرہ اور اس کے سیکشن نے بے شمار سخت مشنز میں نمایاں کامیابیاں حاصل کی تھیں اس لئے اعظم سالار، پرنسز سدرہ کا خاص طور پر خیال رکھتا تھا۔ قدیم تاریخی تختیوں کی چوری پر بھی پرنسز سدرہ اور اس کے سیکشن نے کافی محنت کی لیکن انہیں کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی جس پر حکومت نے پاکیشیا سیکرٹ سروس کو ان قدیم تاریخی تختیوں کی واپسی کے لئے حرکت میں لانے کی کوشش کی لیکن پاکیشیا سیکرٹ سروس کی بجائے عمران اپنے شاگرد ٹائیگر کے ساتھ مصر آ گیا۔ جب اعظم سالار نے اس بارے میں پرنسز سدرہ کو بتایا تو پہلے تو پرنسز سدرہ نے بہت برا منایا کیونکہ وہ سمجھتی تھی کہ ایسا ان کو ناکام سمجھ کر کیا گیا ہے لیکن جب اعظم سالار نے عمران کے بارے میں اسے کچھ تفصیل سے بتایا تو اسے عمران سے ملاقات کرنے اور اس کے ساتھ کام کرنے کا شوق پیدا ہو گیا اور پھر جب عمران اور اس کی ملاقات ہوئی اور عمران نے جس طرح جمال پاشا جیسے مصری عالم کے ساتھ قدیم تاریخی مقابر اور تختیوں پر تحریر کے بارے میں باتیں کیں تو پرنسز سدرہ اس کی ذہانت اور قابلیت کی دل سے قائل ہو گئی۔

وہ عمران کو پسند کرنے لگی اور اس کی اس کیفیت کو اعظم سالار نے بھی بھانپ لیا اور پھر ایک روز اس نے پرنسز سدرہ کو بتایا کہ عمران ایسے معاملات میں انتہائی کٹھور واقع ہوا ہے اور اس کے بارے میں مشہور چند ایسے ہی معاملات کے بارے میں بتایا تو پرنسز سدرہ سمجھ گئی کہ عمران صرف فلرٹ کرتا ہے اور بس۔ اس کے بعد اس کی ملاقات عمران کے شاگرد ٹائیگر سے ہوئی تو ٹائیگر کی طبیعت اسے بے حد پسند آئی۔ ٹائیگر کے ساتھ اس نے تھوڑا سا کام کیا اور جب اس نے ٹائیگر کو کام کرتے ہوئے دیکھا تو وہ اسے واقعی دل سے پسند کرنے لگی۔ ٹائیگر کی کارکردگی اس کے نزدیک حیرت انگیز تھی۔ وہ بے حد ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد فعال تھا۔ اس نے اس تیز رفتاری سے کام کیا کہ پرنسز سدرہ اگر ساتھ نہ ہوتی تو شاید اسے یقین ہی نہ آتا لیکن اسے ٹائیگر کی طرف سے کوئی ردعمل نہ ملا۔

ٹائیگر کا رویہ اس کے ساتھ ایسا تھا جیسے وہ عورت ہونے کی بجائے مرد ہو۔ ٹائیگر کے ردعمل نے اسے واقعی حیران کر دیا تھا کیونکہ مصر میں بڑے بڑے امراء اس سے شادی کرنے کے خواہش مند تھے اور اس سے ملاقات کر لینے کو بھی اپنے لئے باعث افتخار سمجھتے تھے لیکن ٹائیگر کی نظروں میں معمولی سی دلچسپی کے تاثرات بھی اسے نظر نہ آئے تھے تو اس کی نسوانی انا جاگ اٹھی اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ٹائیگر کو اپنے حق میں جھکا کر رہے گی اس لئے

اس نے ٹائیگر کو اپنی اس محل نما کوٹھی میں کال کیا تھا تاکہ اس پر پرنسز سدرہ کی سماجی اور مالی حیثیت کا رعب ڈالا جا سکے ورنہ اس کے سیکشن کا ہیڈکوارٹر علیحدہ تھا۔

پرنسز سدرہ نے اعظم سالار کو نیدر لینڈ کے سفارت خانے میں پروفیسر اسمٹ کی مشین کی موجودگی کے بارے میں بتایا اور کہا کہ وہ حکومتی سطح پر بات کر کے یہ مشین واپس حاصل کر لیں تو اعظم سالار نے اسے بتایا کہ ایسا ممکن نہیں ہے۔ سفارت خانے کو خصوصی تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ اگر انہوں نے مشین کی موجودگی سے انکار کر دیا تو پھر حکومت بے بس ہو جائے گی اور دوسری بات یہ کہ پھر وہ اس مشین کو سفارتی ذرائع سے مصر سے باہر نکال دیں گے اس لئے پرنسز سدرہ، ٹائیگر کو آگے کر کے یہ مشین حاصل کرے لیکن اعظم سالار نے پرنسز سدرہ کو اس معاملے میں شامل ہونے سے منع کر دیا تھا تاکہ اگر سفارت خانے کو معلوم بھی ہو جائے کہ یہ کام کس نے کیا ہے تو پرنسز سدرہ کا نام سامنے نہ آئے اور حکومت پیچیدگیوں میں نہ پھنس جائے۔ ٹائیگر کو اس نے سپیشل ہسپتال ڈراپ کیا تھا اور پھر اعظم سالار سے مل کر اس سے ہدایات لے کر وہ یہاں اپنی رہائش گاہ پر آ گئی اور پھر اس نے سپیشل ہسپتال فون کر کے ٹائیگر کو یہاں آنے کا کہہ دیا اور ٹائیگر نے یہاں آنے پر آمادگی ظاہر کر دی تھی اس لئے پرنسز سدرہ اب اپنے آفس میں بیٹھی اس کی آمد کا شدت سے انتظار کر رہی تھی۔ اس نے پھاٹک

پر موجود گارڈز کو کہہ دیا تھا کہ جیسے ہی ٹائیگر آئے اسے فوراً اور انتہائی ادب و احترام سے اس کے آفس پہنچا دیا جائے اور پھر تھوڑی دیر بعد جب دروازے پر دستک ہوئی تو وہ چونک پڑی۔

''کم ان''...... پرنسز سدرہ نے اونچی آواز میں کہا تو دروازہ کھلا اور نوجوان گارڈ اندر داخل ہوا اور اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں سلام کیا۔

''کیا ہوا۔ کیوں آئے ہو۔ مہمان ابھی نہیں آئے''...... پرنسز سدرہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا کیونکہ گارڈ اکیلا آیا تھا۔ اس کے ساتھ ٹائیگر نہیں تھا۔

''ابھی اطلاع ملی ہے کہ کارنز مارکیٹ کے قریب ایک ٹیکسی پر میزائل فائر کئے گئے ہیں جس سے ٹیکسی مکمل طور پر تباہ ہو گئی ہے اور ٹیکسی میں سوار ڈرائیور کے ساتھ ایک غیر ملکی بھی ہلاک ہو گیا ہے۔ میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں موقع پر جا کر مزید صورت حال کا جائزہ لے کر آپ کو تفصیل بتاؤں''...... گارڈ نے کہا۔

''غیر ملکی۔ اوہ۔ اوہ۔ کارنز مارکیٹ تو کوئن کالونی کے ساتھ ہی ہے۔ اوہ۔ اوہ۔ تمہارا مطلب ہے کہ حملہ ٹائیگر پر کیا گیا ہے۔ عمران کی طرح۔ اوہ۔ ویری بیڈ۔ ویری بیڈ''...... پرنسز سدرہ نے ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر شدید ترین پریشانی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''یس پرنسز۔ جس آدمی نے مجھے بتایا ہے وہ ساتھ والی کوٹھی کا چوکیدار ہے۔ وہ کارنز مارکیٹ کے قریب موجود تھا۔ سارا واقعہ اس کے سامنے ہوا ہے۔ غیر ملکی کے ٹکڑے اڑ گئے ہیں''...... گارڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''جاؤ جلدی جاؤ اور پوری تفصیل معلوم کر کے آؤ۔ خاص طور پر غیر ملکی کے بارے میں۔ جاؤ جلدی جاؤ''...... پرنسز سدرہ نے چیختے ہوئے کہا تو گارڈ تیزی سے مڑا اور پھر دوڑتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا جبکہ پرنسز سدرہ واپس کرسی پر اس طرح جا کر بیٹھی جیسے گر گئی ہو۔ اس کا چہرہ تاریک پڑ گیا تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی بہت ہی پسندیدہ چیز اس سے جبراً چھین لی گئی ہو۔

''یہ کس نے کیا ہو گا۔ کس نے۔ میں اسے زمین کی آخری تہہ سے بھی نکال لاؤں گی۔ میں اس کا ریشہ ریشہ علیحدہ کر دوں گی''...... پرنسز سدرہ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا لیکن تھوڑی دیر بعد اسے باہر سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی تو ایک بار پھر وہ بے اختیار اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ دوڑ کر آنے والا پہلے سے بھی زیادہ بری خبر لے کر آ رہا ہے۔ اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا اور وہ ہونٹ بھینچ کر دروازے کی طرف مسلسل دیکھنے لگی اور پھر دروازہ ایک دھماکے سے کھل گیا۔

''پرنسز۔ پرنسز۔ مہمان آ گئے ہیں''...... اسی گارڈ نے اندر آ کر ہانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کیا۔ کون مہمان۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کون مہمان''...... پرنسز سدرہ نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''وہ۔ وہ جناب ٹائیگر''...... گارڈ نے جواب دیا۔

''کہاں ہے وہ۔ کہاں ہے وہ''...... پرنسز سدرہ نے اچھلتے ہوئے کہا۔

''میں انہیں لے آتا ہوں''...... گارڈ نے کہا اور ایک بار پھر مڑ کر دوڑتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا اور پرنسز سدرہ ایک بار پھر کرسی پر گر سی گئی۔ مہمان کی ہلاکت اور پھر مہمان کے اچانک آنے کے جھٹکوں نے اس کی حالت واقعی خراب کر دی تھی۔

ٹائیگر ٹیکسی میں سوار کوئن کالونی کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک ٹیکسی کی رفتار آہستہ ہونا شروع ہو گئی تو عقبی سیٹ پر بیٹھا ہوا ٹائیگر بے اختیار چونک پڑا۔

''کیا ہوا۔ کیا کوئن کالونی آ گئی ہے''...... ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ وہ ادھر ادھر اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے اجنبی ماحول میں جا کر کوئی ادھر ادھر حیرت بھرے انداز میں دیکھتا ہے۔

''سر۔ صرف دس منٹ لگیں گے۔ آپ کی تکلیف کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ میری بیٹی بیمار ہے اور میں نے اسے دوا پہنچانی ہے۔ میں آ رہا ہوں''...... ڈرائیور نے کہا اور پھر ایک سٹریٹ کے سرے پر اس نے ٹیکسی روکی اور نیچے اتر کر وہ تقریباً دوڑتا ہوا گلی میں غائب ہو گیا تو ٹائیگر نے ایک طویل سانس لیا۔ ظاہر ہے یہ ٹیکسی ڈرائیور نے زیادتی کی تھی لیکن اس نے اپنی بیٹی کی بیماری کا

کہہ کر اس کا منہ بند کر دیا تھا اور پھر واقعی وہ دس منٹ کے اندر ہی واپس آ گیا۔

''میں معافی چاہتا ہوں جناب آپ کو انتظار کرنا پڑا''...... ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

''ایسی کوئی بات نہیں۔ کیا ہوا ہے تمہاری بیٹی کو''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''سر۔ اسے کینسر ہے۔ نوجوان بیٹی ہے۔ یہاں سرکاری سطح پر اس کا علاج ہو رہا ہے لیکن اس قدر مہنگی دوائیں استعمال ہو رہی ہیں کہ بعض دوائیں فوری طور پر ہسپتال میں موجود نہیں ہوتیں اور وہ دوائیں مجھے خود خرید کر دینی پڑتی ہیں۔ آج بھی ایک دوا ہسپتال میں شارٹ تھی۔ وہ دینے گیا تھا''...... ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

''کینسر کا علاج تو واقعی بے حد مہنگا ہے۔ تمہاری ہمت ہے کہ تم اس کی دوائیں خرید کر لیتے ہو''...... ٹائیگر نے کہا۔

''کیا کروں صاحب۔ اکلوتی بیٹی ہے۔ جب وہ تکلیف سے چیختی ہے تو میرا دل کٹ کر رہ جاتا ہے۔ یہ دوا اسے درد سے بچاتی ہے اس لئے جو کماتا ہوں وہ درد کی دوا خرید لیتا ہوں تاکہ بیٹی کو تکلیف نہ ہو''...... ڈرائیور نے کہا تو ٹائیگر نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔ اسے معلوم تھا کہ اس بیماری کی ادویات اور خاص طور پر درد کش ادویات تو بے حد مہنگی ہیں۔ اسے احساس ہو گیا تھا

کہ ٹیکسی ڈرائیور کس کرب سے گزر رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ایک موڑ کاٹ کر جیسے ہی آگے بڑھی ڈرائیور نے کار آہستہ کر لی۔ سامنے سڑک کے درمیان کسی کار کا ملبہ دور دور تک بکھرا پڑا تھا۔ پولیس وہاں موجود تھی اور ٹریفک کو سائیڈ سے گزارا جا رہا تھا۔

''کیا ہوا ہے''...... ڈرائیور نے ٹیکسی ایک پولیس مین کے قریب لے جا کر روکتے ہوئے کہا۔

''ایک ٹیکسی کو میزائل مار کر تباہ کیا گیا ہے۔ ابھی دس منٹ پہلے۔ ڈرائیور سمیت ایک غیر ملکی ہلاک ہو گیا ہے''...... پولیس مین نے جواب دیتے ہوئے کہا تو ٹائیگر غیر ملکی اور ٹیکسی کے الفاظ سن کر چونک پڑا۔

''بے چارے''...... ڈرائیور نے افسوس بھرے لہجے میں کہا اور گاڑی آگے بڑھا دی جبکہ ٹائیگر ہونٹ بھینچے خاموش بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر بعد گاڑی کوئن کالونی میں داخل ہو گئی۔

''تمہیں پرنسز سدرہ کی رہائش گاہ کا علم ہے یا نہیں''۔ ٹائیگر نے ڈرائیور سے پوچھا۔

''بہت اچھی طرح جناب۔ یہاں کون ہے جو پرنسز سدرہ کو نہیں جانتا۔ بے حد نفیس خاتون ہیں''...... ڈرائیور نے جواب دیا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ کافی دیر تک کالونی کی مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد ایک محل نما کوٹھی کے جہازی سائز کے پھاٹک کے سامنے ڈرائیور نے گاڑی روک دی۔ کوٹھی کے ستون پر

سدرہ پیلس کی نیم پلیٹ موجود تھی۔ ٹائیگر نیچے اترا۔ اس نے جیب سے بڑی مالیت کے نوٹوں کی ایک گڈی نکالی اور ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھ دی۔

''اپنا کرایہ کاٹ کر باقی اپنی بیٹی کے علاج کے لئے رکھ لو۔ میری طرف سے۔ تمہاری بیٹی میری بھی بھتیجی لگتی ہے''...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ج۔ ج۔ جناب۔ یہ تو بہت بڑی رقم ہے جناب''۔ ڈرائیور نے کہا۔

''کوئی بڑی رقم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری بیٹی کو صحت دے''...... ٹائیگر نے اس کے کاندھے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

''شش۔ شکریہ''...... ڈرائیور نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر ٹائیگر کو سلام کر کے وہ ٹیکسی آگے بڑھا لے گیا۔ ٹائیگر نے مڑ کر ستون پر موجود کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔ چند لمحوں بعد چھوٹا پھاٹک کھلا اور ایک باوردی نوجوان باہر آ گیا۔

''میرا نام ٹائیگر ہے اور مجھے پرنسز سدرہ سے ملنا ہے''۔ ٹائیگر نے کہا تو نوجوان اس طرح اچھلا جیسے اسے کوئی غیر متوقع خبر مل گئی ہو۔ دوسرے لمحے وہ بجلی کی سی تیزی سے واپس مڑ کر اندر دوڑتا چلا گیا اور ٹائیگر حیرت سے اسے اس انداز میں واپس جاتے دیکھتا رہ گیا۔

''یہ تو یوں لگ رہا ہے جیسے انہیں یقین ہی نہ ہو کہ میں یہاں آ

سکتا ہوں''...... ٹائیگر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد اسے دور سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دینے لگی اور اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے اور پھر وہی باوردی نوجوان ہانپتا ہوا کھلے ہوئے چھوٹے پھاٹک سے باہر آ گیا۔

''آئیں جناب۔ آئیں۔ پرنسز سدرہ آپ کی منتظر ہیں۔ آئیں جناب''...... نوجوان نے ہانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے۔ تم دوڑتے ہوئے کہاں گئے تھے اور اب کیوں ہانپ رہے ہو''...... ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ج۔ ج۔ جناب۔ ہمیں اطلاع ملی تھی کہ آپ کی ٹیکسی کو مارکیٹ کے قریب میزائلوں سے اڑا دیا گیا ہے اور آپ ہلاک ہو چکے ہیں''...... نوجوان نے اسی طرح ہانپتے ہوئے کہا۔

''کیا میرا نام لیا گیا تھا''...... اس بار ٹائیگر نے انتہائی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں جناب۔ صرف غیر ملکی کہا گیا تھا اور آپ بھی تو غیر ملکی ہیں''...... نوجوان نے جواب دیا۔ اس کا سانس کافی بحال ہو گیا تھا۔

''اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ میں نے بھی راستے میں ملبہ بکھرا پڑا دیکھا ہے۔ آؤ''...... ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ نوجوان کے پیچھے کوٹھی میں داخل ہوا تو نوجوان اسے ساتھ

لے کر وسیع و عریض محل نما کوٹھی کے اندر لے گیا۔ ایک راہداری سے گزر کر وہ ایک کمرے کے بند دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔ نوجوان نے دروازے کو دھکیل کر کھولا اور ایک سائیڈ پر ہٹ گیا تو ٹائیگر نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اندر داخل ہوا تو یہ کمرہ اس نے آفس کے انداز میں سجا ہوا پایا۔ سامنے کرسی پر پرنسز سدرہ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ ٹائیگر کو دیکھ کر اس طرح اچھل کر کھڑی ہو گئی جیسے اچانک کرسی کی سیٹ سے کیلیں باہر نکل آئی ہوں۔

''خدایا تیرا شکر ہے ورنہ میں تو ہمت ہار بیٹھی تھی''...... پرنسز سدرہ نے تیزی سے ٹائیگر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

''ارے۔ ارے۔ میں زندہ ہوں۔ وہ کوئی اور غیر ملکی ہو گا''...... ٹائیگر نے اسے خاص انداز میں اپنی طرف آتے دیکھ کر تیزی سے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا تو پرنسز سدرہ اس طرح رک گئی جیسے چابی والا کھلونا چابی ختم ہونے پر رک جاتا ہے۔ پھر اس نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

''بیٹھو''...... پرنسز سدرہ نے ڈھیلے سے لہجے میں کہا اور واپس اپنی کرسی کی طرف بڑھ گئی۔ شاید اسے خود بھی احساس ہو گیا تھا کہ اسے اس قدر جوشیلے انداز میں ٹائیگر کی طرف نہیں بڑھنا چاہئے تھا۔

''تم نے کیسے سمجھ لیا کہ کار میں ہلاک ہونے والا غیر ملکی میں ہی ہوں''...... ٹائیگر نے سائیڈ پر موجود ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے

کہا۔

''چونکہ تم نے آنا تھا اور پھر یہ بھی مجھے معلوم ہے کہ تمہارے پاس کار نہیں ہے اور تم لازماً ٹیکسی میں ہی آؤ گے اور پھر ٹیکسی آ بھی کوئن کالونی کی طرف رہی تھی اور ہلاک ہونے والا غیر ملکی تھا اور اکیلا تھا اور پھر تمہارے آنے کا وقت بھی تقریباً وہی تھا اس لئے یہ غلط فہمی ہو گئی۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تم وہ نہیں تھے''...... پرنسز سدرہ نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو ٹائیگر چونک پڑا۔

''اوہ۔ اوہ۔ تم نے تفصیل سے تجزیہ کیا ہے اور خصوصاً وقت کی بات کی ہے تو اب مجھے خیال آ رہا ہے کہ دس منٹ کے لئے ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی روک دی تھی ورنہ واقعی یہ عین وہی وقت تھا جب اس ٹیکسی پر حملہ کیا گیا تھا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ٹیکسی ڈرائیور نے دس منٹ کے لئے ٹیکسی روک دی تھی۔ کیوں''...... پرنسز سدرہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو ٹائیگر نے ڈرائیور کی بیٹی کی بیماری اور اسے دوا دینے کے لئے جانے کا بتا دیا۔

''اوہ۔ پھر تو تم نے درست اندازہ لگایا ہے۔ میں جلال کو بلاتی ہوں۔ وہ شاید کسی کا ذکر کر رہا تھا جس کے سامنے یہ سارا واقعہ رونما ہوا ہے۔ اس سے مزید تفصیل معلوم کی جا سکتی ہے''۔ پرنسز سدرہ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز کے کنارے پر

نصب مختلف رنگوں کے بٹنوں میں سے ایک بٹن پریس کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور وہی نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں پرنسز سدرہ اور ٹائیگر کو سلام کیا۔

''جلال۔ جس آدمی کے بارے میں تم بتا رہے تھے کہ اس کے سامنے یہ سارا واقعہ رونما ہوا ہے اسے بلا لاؤ تاکہ اس سے اس بارے میں مزید معلومات حاصل کی جا سکیں''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''وہ ساتھ والی کوٹھی کا چوکیدار حسن ہے پرنسز۔ میں نے اس سے پوچھا ہے۔ اس نے مجھے ایک حیرت انگیز بات بتائی ہے کہ اس ٹیکسی پر حملہ کرنے والے چار افراد تھے جن میں سے تین کار کے اندر بیٹھے رہے جبکہ ایک نے کار سے نکل کر ٹیکسی پر میزائل گن سے فائرنگ کی اور پھر ٹیکسی تباہ ہوتے ہی وہ کار میں بیٹھ کر کارنز مارکیٹ آئے اور یہاں ان میں سے ایک نے پولیس آفیسر سے اس واقعہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں کہ کیا غیر ملکی ہلاک ہو گیا ہے یا نہیں۔ چوکیدار کے مطابق وہ قریب ہی موجود تھا۔ اس پوچھنے والے نے پولیس آفیسر کو اپنا تعلق پریس سے بتایا لیکن چوکیدار اسے اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کا نام ڈیوڈ ہے اور اس کا تعلق کراؤن کلب سے ہے۔ وہ یورپی ہے۔ اس کے باقی تین ساتھی بھی یورپی نژاد تھے۔ وہ انہیں اس لئے پہچانتا تھا کہ پہلے وہ کراؤن کلب میں بطور چوکیدار کام کرتا رہا ہے''...... جلال نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''اس کار کے بارے میں کوئی تفصیل بتائی ہے اس نے''۔ ٹائیگر نے پوچھا۔

''صرف اتنا بتایا ہے کہ ہلکے نیلے رنگ کی نئی ماڈل کی کار تھی اور بس۔ اس سے زیادہ اسے معلوم نہیں ہے''...... جلال نے جواب دیا۔

''اوکے۔ تم جاؤ''...... ٹائیگر نے کہا تو جلال سلام کر کے واپس چلا گیا۔

''کراؤن کلب کا مالک اور جنرل منیجر بھی ایک یورپی ہے جس کا نام رچرڈ ہے لیکن وہ بہت کم کلب میں آتا ہے''...... جلال کے جانے کے بعد پرنسز سدرہ نے کہا۔

''انہیں بعد میں دیکھ لیا جائے گا۔ پہلے ہم نے اس مشین کو حاصل کرنا ہے۔ دوسرا ہم نے قدیم تاریخی تختیاں حاصل کرنی ہیں۔ تختیاں تو نیدر لینڈ میں ہیں جبکہ مشین یہاں سفارت خانے میں ہے اس لئے پہلے یہ مشین حاصل کر لیں پھر تختیوں کے پیچھے جائیں گے۔ تم بتاؤ کہ تمہارے چیف نے کیا جواب دیا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔ وہ دونوں اب اس قدر بے تکلف ہو چکے تھے کہ ایک دوسرے سے بے تکلفانہ انداز میں بات کر لیتے تھے اور اس کی حوصلہ افزائی بھی پرنسز سدرہ نے ہی کی تھی۔ اس نے ٹائیگر سے اصرار کر کے کہہ دیا تھا کہ وہ اسے آپ کی بجائے تم کہے گا اور وہ

بھی اسے تم ہی کہہ کر بات کرے گی۔ پہلے پہل تو ٹائیگر نے ایسا نہ کیا لیکن پھر وہ بھی آپ سے تم پر آ گیا تھا۔

''چیف سے میری بات ہوئی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ حکومتی سطح پر بات ہوئی تو یہ لوگ کسی صورت اسے تسلیم نہیں کریں گے اور سفارت خانے کو قانونی تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ ہم اس پر ریڈ نہیں کر سکتے اور پھر انہیں معلوم ہو جائے گا کہ حکومت کو اس مشین کے بارے میں معلوم ہے تو وہ اسے فوری طور پر ملک سے باہر بھی بھجوا سکتے ہیں''...... پرنسز سدرہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو پھر تمہارا کیا پروگرام ہے''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''میرا کیا پروگرام ہونا ہے۔ یہ کام تم نے کرنا ہے کیونکہ اگر میں نظروں میں آ گئی تو سرکاری ایجنٹ ہونے کی وجہ سے ہانگری کے ساتھ مصر کا خاصا بڑا تنازعہ بن جائے گا اور مجھے معلوم ہے کہ ہانگری کے ساتھ مصر کے خاصے بڑے بڑے معاہدے موجود ہیں جو خطرے میں پڑ سکتے ہیں''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''تمہارا مطلب ہے کہ میں اکیلا یہ کام کروں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''میرے پہچان لئے جانے کا مسئلہ ہے ورنہ مجھے تمہارے ساتھ کام کر کے دلی خوشی ہوتی''...... پرنسز سدرہ نے ایسے لہجے میں کہا کہ ٹائیگر چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

''پہچان لیا جانا تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ تمہارا میک اپ کیا جا

سکتا ہے اور مجھے بھی میک اپ کرنا ہو گا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''میک اپ تو میں خود بھی کر سکتی ہوں لیکن سفارت خانوں نے حفاظتی انتظامات انتہائی سخت کر رکھے ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہاں میک اپ چیک کرنے والے کیمرے بھی موجود ہوں''۔ پرنسز سدرہ نے کہا۔

''تم فکر مت کرو۔ ہمارے لئے یہ معمولی باتیں ہیں۔ ان کیمروں کو بھی دھوکہ دیا جا سکتا ہے اگر میک اپ میں معمولی مقدار میں سیسہ شامل کر دیا جائے تو''...... ٹائیگر نے کہا۔

''کیا واقعی''...... پرنسز سدرہ نے چونک کر کہا۔

''ہاں۔ ہم ہزاروں نہیں تو سینکڑوں بار اس کا تجربہ کر چکے ہیں''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''پھر ٹھیک ہے۔ پھر میں تمہارے ساتھ جاؤں گی لیکن ہمیں اس مشین کو ٹریس کرنا پڑے گا کہ وہ کہاں رکھی گئی ہے اور اس کے لئے میں نے تھوڑا سا کام کیا ہے''...... پرنسز سدرہ نے کہا اور رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

''ہیلو''...... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''پرنسز سدرہ بول رہی ہوں''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''اوہ یس۔ مریم بول رہی ہوں پرنسز۔ حکم دیجئے''...... دوسری

طرف سے قدرے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''مریم۔ تم نے کہا تھا کہ ہانگری کا سفارت خانہ تمہارے ڈیسک پر ہے''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''یس پرنسز۔ میں نے درست کہا تھا۔ حکم دیجئے''...... دوسری طرف سے مریم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہانگری سفارت خانے میں ایک ایجنسی نے ایک کیمرہ نما مشین حفاظت کے لئے رکھوائی ہے۔ کوئی ایسا اندر کا آدمی یا عورت بتاؤ جسے معاوضہ دیا جائے تو وہ اس مشین کو خاموشی سے وہاں سے نکلوانے میں مدد کرے''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''یس میڈم۔ میں ایک آدمی مارٹی سے بات کرتی ہوں۔ اس کا تعلق سیکورٹی سے ہے اس لئے اسے ایسے تمام معاملات کا بخوبی علم ہوتا ہے۔ میں اس سے بات کر کے آپ کو فون کرتی ہوں۔ پھر آگے بڑھا جا سکے گا''...... مریم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ مجھے تمہارے فون کا انتظار رہے گا'' پرنسز سدرہ نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''یہ مریم کون ہے''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''ایک عورت ہے''...... پرنسز سدرہ نے شرارت بھرے لہجے میں کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

''اس کی آواز اور نام بتا رہا ہے کہ یہ ایک عورت ہے لیکن کرتی کیا ہے یہ''...... ٹائیگر نے ہنستے ہوئے کہا۔

''شکر ہے تم ہنسے تو سہی ورنہ تمہارے چہرے پر مسلسل سنجیدگی دیکھ دیکھ کر آدمی ذہنی طور پر بیمار ہو جاتا ہے''...... پرنسز سدرہ نے قدرے والہانہ لہجے میں کہا تو ٹائیگر بے اختیار مسکرا دیا۔

''سنجیدگی کام کے لئے ہوتی ہے۔ بہرحال تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''سیکرٹ سروس کا ایک سیکشن ایسا ہے جو سفارت خانوں پر کام کرتا ہے۔ اس میں کئی ڈیسک ہیں۔ مریم ایک ڈیسک کی انچارج ہے جس میں ہانگری کا سفارت خانہ آتا ہے''...... پرنسز سدرہ نے جواب دیتے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد مریم کا فون آ گیا۔

''کیا پیش رفت ہوئی ہے مریم''...... پرنسز سدرہ نے لاؤڈر کا بٹن پریس کرتے ہوئے کہا۔

''مارٹی سے بات ہو گئی ہے۔ وہ آپ کے ساتھ کام کرنے کے لئے تیار ہے لیکن وہ معاوضہ بہت زیادہ مانگ رہا ہے۔ دس لاکھ ڈالر''...... مریم نے کہا۔

''یہ تو بہت زیادہ ہے۔ ہم اسے ایک لاکھ ڈالر دے سکتے ہیں''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''میں اس کا فون نمبر بتا دیتی ہوں۔ آپ خود اس سے بات کر لیں''...... مریم نے کہا اور پھر فون نمبر بتا کر اس نے رابطہ ختم کر دیا تو پرنسز سدرہ نے کریڈل دبا دیا۔

''مجھے بات کرنے دینا۔ تم سے یہ آدمی سیٹ نہ ہو سکے گا اور ہمارے لئے وہ مشین بے حد قیمتی ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''میں اس سے زیادہ دے ہی نہیں سکتی کیونکہ میری حد یہی ہے''...... پرنسز سدرہ نے نمبر پریس کرتے ہوئے جواب دیا۔

''تمام رقم میں دے دوں گا۔ تم اس سے ہاں کر دو''...... ٹائیگر نے کہا تو پرنسز سدرہ اسے ایسے دیکھنے لگی جیسے اسے اپنے کانوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔

''ہیلو''...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ چونکہ لاؤڈر کا بٹن بھی پرنسز سدرہ نے پریس کر دیا تھا اس لئے دوسری طرف سے آنے والی آواز واضح طور پر سنائی دے رہی تھی۔

''پرنسز سدرہ بول رہی ہوں''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''اوہ۔ یس پرنسز۔ میں مارٹی بول رہا ہوں سیکورٹی اسسٹنٹ ہانگری سفارت خانہ سے''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''تمہارا فون محفوظ ہے''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''یس پرنسز۔ قطعی محفوظ ہے۔ آپ کھل کر بات کریں''۔ مارٹی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''مریم نے تم سے بات کی ہے لیکن تم معاوضہ بہت مانگ رہے ہو''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''پرنسز۔ اپنے ملک سے غداری کی یہ زیادہ قیمت تو نہیں ہے۔ پھر اگر مجھے ٹریس کر لیا گیا تو لازماً مجھے گولی مار دی جائے گی۔ اس سب رسک کے مقابلے میں یہ کوئی رقم نہیں ہے اور میں بھی اس لئے تیار ہو گیا ہوں کہ میں رقم لے کر ایکریمیا چلا جاؤں گا پھر وہاں مجھے کوئی ٹریس نہیں کر سکے گا۔ بہرحال میں اس سے ایک ڈالر بھی کم نہیں لوں گا''...... دوسری طرف سے دو ٹوک لہجے میں کہا گیا۔

''تمہیں معلوم ہے کہ تم نے ہمارے لئے کیا کام کرنا ہے''۔ پرنسز سدرہ نے کہا۔

''ہاں۔ میں نے آپ کو سفارت خانے کے سپیشل سٹور تک پہنچانا ہے۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہے اور کیا نہیں۔ اس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہو گا''...... مارٹی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تمہیں مریم نے بتایا نہیں کہ ہمیں کیا چاہئے''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''یس پرنسز۔ انہوں نے بتایا ہے کہ ایک کیمرہ نما مشین جو اینڈرسن نے بھجوائی تھی آپ نے وہ واپس حاصل کرنی ہے۔ میں نے انہیں بتا دیا تھا کہ ایسی قیمتی چیزیں سفارت خانے کے سپیشل سٹور میں رکھی جاتی ہیں اور یہ سپیشل سٹور سفارت خانے کے ایک علیحدہ حصے میں بنایا گیا ہے۔ یہ زیر زمین ہے اور یہ بھی بتا دوں کہ اس سٹور کی حفاظت کے لئے جہاں سیکورٹی گارڈز موجود ہوتے ہیں وہاں سائنسی آلات بھی نصب ہیں اس لئے میں نے کہا ہے کہ میں آپ کو اس سٹور تک پہنچا دوں گا اور یہ بھی میری ذمہ داری ہے کہ

وہاں موجود سیکورٹی سٹاف بھی ایک گھنٹے کے لئے چھٹی کر جائے گا۔ البتہ سائنسی حفاظتی آلات سے نمٹنا اور سپیشل سٹور کو کھول کر اس میں سے کچھ حاصل کرنا آپ کا کام ہے لیکن رقم آپ کو سفارت خانے سے باہر پہلے دینا ہو گی اور میں رقم لے آپ کو بتاؤں گا کہ آپ کو کس طرح وہاں پہنچنا ہے''...... مارٹی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ بولو۔ کب اور کس وقت کہاں اکٹھے ہونا ہے''۔ ٹائیگر کے اثبات میں سر ہلانے پر پرنسز سدرہ نے کہا۔

''شام کے چھ بجے سفارت خانے میں دفاتر بند ہو جاتے ہیں۔ آپ ہوٹل ریوائنڈ میں آ جائیں۔ سپیشل روم بک کرا لیں اور پھر مجھے فون کر کے سپیشل روم نمبر بتا دیں میں آپ سے وہیں رقم لے کر آپ کو تفصیل بتا دوں گا''...... مارٹی نے جواب دیا۔

''او کے۔ ٹھیک ہے۔ میں ہوٹل ریوائنڈ پہنچ کر تمہیں فون کر دوں گی''...... پرنسز سندرہ نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''یہ آدمی مجھے بے حد لالچی لگ رہا ہے۔ اسے اتنی بڑی رقم کیوں دے رہے ہو اور دوسری بات یہ کہ میں سیکرٹ سروس کی رکن ہو کر اتنی بڑی رقم کسی کو نہیں دے سکتی تم کہاں سے لاؤ گے۔ دس لاکھ ڈالر بہت بڑی رقم ہے''...... پرنسز سدرہ نے رسیور رکھ کر ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

''جو مشین ہمیں چاہئے اس کے مقابل یہ معمولی رقم ہے اور جہاں تک رقم لے آنے کا تعلق ہے تو گارنٹڈ چیک بک میری

جیب میں موجود ہے۔ میں ایک کروڑ کا چیک بھی دے سکتا ہوں۔ اب رہی یہ بات کہ رقم میں کہاں سے لیتا ہوں تو میں پاکیشیا کی انڈر ورلڈ میں بطور ٹریسر سب سے زیادہ معاوضہ لیتا ہوں کسی بھی شخص کو ٹریس کرنا میرا پیشہ ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''اچھا تو پھر ان قاتلوں کو ٹریس کر کے دکھاؤ جنہوں نے غیر ملکی کی ٹیکسی پر میزائل فائر کئے ہیں''...... پرنسز سدرہ نے مسکراتے ہوئے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

''تمہاری بات درست ہے۔ انہیں ٹریس کرنا چاہئے کیونکہ اب مجھے یقین آ گیا ہے کہ اصل میں انہوں نے مجھ پر میزائل فائر کئے ہیں۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ میں اتفاقی طور پر دس منٹ لیٹ ہو گیا ورنہ ٹارگٹ میں ہی تھا''...... ٹائیگر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''لیکن یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں اور کیوں انہوں نے ایسا کیا ہے''...... پرنسز سدرہ نے بھی سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

''تمہارے ملازم جلال نے تفصیل تو بتائی ہے کہ میزائل فائر کرنے والا ڈیوڈ نامی آدمی ہے جس کا تعلق کراؤن کلب سے ہے اور وہ اسے اچھی طرح پہچانتا ہے کیونکہ وہ اس کلب میں بھی کام کرتا رہا ہے اس لئے اب صرف ڈیوڈ تک پہنچنا باقی رہ گیا ہے''۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔

''یس۔ انکوائری پلیز''...... رابطہ ہوتے ہی ایک نسوانی آواز

سنائی دی۔

''کراؤن کلب کا نمبر دیں''...... ٹائیگر نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔ ٹائیگر نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے کراؤن کلب کے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی خود ہی پریس کر دیا۔

''کراؤن کلب''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''مسٹر ڈیوڈ سے بات کرا دیں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ڈیوڈ تو یہاں کئی ہیں۔ آپ کس ڈیوڈ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا یہاں عہدہ کیا ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''عہدے کا تو مجھے علم نہیں ہے البتہ میری ان سے ایک پارکنگ میں ملاقات ہوئی تھی۔ اس وقت ان کے پاس ہلکے نیلے رنگ کی جدید ماڈل کی گاڑی تھی۔ انہوں نے مجھے کہا تھا کہ میں کلب فون کر کے ان سے بات کر سکتا ہوں''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ اچھا۔ تو آپ ڈیوڈ ہانسن سے بات کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ کلب میں کبھی کبھار ہی آتے ہیں ورنہ وہ اپنے گروپ کے ساتھ رہتے ہیں۔ ان کا ہیڈکوارٹر سٹار کالونی کا کوٹھی نمبر الیون زیرو ہے''۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

''وہاں کا فون نمبر کیا ہے''...... ٹائیگر نے پوچھا تو دوسری طرف

سے فون نمبر بتا دیا گیا تو ٹائیگر نے شکریہ ادا کرتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

''چوکیدار نے درست رپورٹ دی ہے۔ اس لڑکی نے بھی گروپ کا لفظ کہا ہے اور گروپ ہی کسی خاص ٹارگٹ پر یوں سرعام میزائل فائر کر سکتا ہے۔ یہ عام آدمی کا کام نہیں ہے لیکن اس کے پیچھے بھاگنے کی بجائے ہمیں پہلے اس مشین کے حصول پر کام کرنا ہے''...... ٹائیگر نے کہا تو پرنسز سدرہ نے اس طرح اثبات میں سر ہلا دیا جیسے ٹائیگر کی بات کی تائید کرنا اس کی ڈیوٹی میں شامل ہو۔

رچرڈ اپنی رہائش گاہ میں بنے ہوئے ایک آفس میں بیٹھا ایک فائل پڑھنے میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو رچرڈ نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... رچرڈ نے کہا۔

''ڈیوڈ کی کال ہے باس''...... دوسری طرف سے اس کی فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''کراؤ بات''...... رچرڈ نے کہا۔

''باس۔ میں ڈیوڈ بول رہا ہوں''...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد دوسری طرف سے ڈیوڈ کی آواز سنائی دی۔

''یس۔ کیا رپورٹ ہے ٹائیگر کے بارے میں''...... رچرڈ نے کہا۔

''وکٹری باس۔ مشن مکمل کر لیا گیا ہے۔ ٹائیگر فنش کر دیا گیا

ہے''...... ڈیوڈ نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تفصیل بتاؤ۔ یہ سب کیسے ہوا''...... رچرڈ نے کہا تو ڈیوڈ نے ٹائیگر کے ہسپتال جانے سے لے کر اس کے واپس آ کر ٹیکسی کرنے اور پھر پرنسز سدرہ کی رہائش گاہ پر جانے کے بارے میں بتانے کے ساتھ ہی اس نے بتایا کہ انہوں نے شارٹ کٹ استعمال کیا اور پھر کارنز مارکیٹ سے پہلے انہوں نے ٹائیگر کی ٹیکسی پر میزائل فائر کر دیئے اور ٹیکسی اور ٹیکسی ڈرائیور کے ساتھ ساتھ ٹائیگر کے بھی پرزے اڑ گئے۔

''کیا تم نے کنفرم کیا تھا کہ وہ ٹائیگر ہی تھا اور وہ واقعی ہلاک ہو گیا ہے''...... رچرڈ نے کہا۔

''یس باس۔ وہی ٹیکسی تھی جو ٹائیگر نے ہائر کی تھی اور ٹائیگر اس کی عقبی سیٹ پر موجود تھا۔ روکس نے اس کی شناخت کی اور پھر ہم نے آگے جا کر کارنز مارکیٹ کے قریب ایک پولیس آفیسر سے اس کی ہلاکت کی کنفرمیشن بھی کر لی''...... ڈیوڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''گڈ شو۔ تم نے واقعی کام کیا ہے''...... رچرڈ نے کہا۔

''تھینکس باس۔ اگر آپ حکم دیں تو اس عمران کا بھی خاتمہ کر دیا جائے۔ ہم نے وہ ہسپتال دیکھ لیا ہے۔ ہم آسانی سے اس کا خاتمہ کر سکتے ہیں''...... ڈیوڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس کے لئے مجھے سپر چیف سے اجازت لینا پڑے گی اس

لئے ابھی ٹھہر جاؤ''...... رچرڈ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

''چلو راستے کا ایک اور کانٹا تو دور ہوا۔ دوسرا بھی ہو جائے گا''...... رچرڈ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے میز کی دراز سے فون کی گھنٹی کی آواز سنائی دی تو رچرڈ سمجھ گیا کہ یہ سپیشل فون پر ہیڈکوارٹر سے کال ہے۔ اس نے جلدی سے میز کی دراز کھولی اور سرخ رنگ کا فون نکال کر اس کو آن کیا اور پھر اسے کان سے لگا لیا۔

''رچرڈ بول رہا ہوں''...... رچرڈ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''سپر چیف فرام دس اینڈ''...... دوسری طرف سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

''سر۔ ہم نے عمران کے شاگرد ٹائیگر کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اب آپ عمران کے بارے میں حکم دیں۔ وہ بھی ہمارے ٹارگٹ پر ہے اور آسانی سے اس کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے''...... رچرڈ نے بڑے پراعتماد لہجے میں کہا۔

''یہ اتنی آسانی سے مرنے والے لوگ نہیں ہیں جتنی آسانی سے تم نے سوچا ہے۔ عمران کا شاگرد ٹائیگر بھی ان لوگوں میں شامل ہے۔ کیا تم نے کنفرم کر لیا ہے کہ ٹائیگر واقعی ہلاک ہو گیا ہے''۔ سپر چیف نے کہا۔

''یس چیف۔ مکمل اور ٹھوس کنفرمیشن کر لی گئی ہے''...... رچرڈ

نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''عمران کو ہلاک کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے اس سے کام لینا ہے اور اس لئے میں نے تمہیں فون کیا ہے''...... سپر چیف نے کہا۔

''حکم دیں سپر چیف۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی''...... رچرڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''پہلی بات تو یہ کہ اب لاگور ہیڈکوارٹر آف کر دو اور یہاں قاہرہ میں ہیڈکوارٹر بناؤ۔ دوسری بات یہ کہ تمہارے لئے خوشخبری ہے کہ تمہیں اب مصر میں راجر کی جگہ چیف تعینات کر دیا ہے۔ اب چیف کے تمام اختیارات تم استعمال کرو گے اور مصر میں نیدر لینڈ کے تمام مفادات کا خیال تم نے رکھنا ہے''...... سپر چیف نے کہا۔

''مجھ پر اعتماد کا شکریہ سپر چیف۔ میں آپ کی توقعات پر ہمیشہ پورا اتروں گا''...... رچرڈ نے مسرت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اب اصل بات بھی سن لو۔ ہم نے مصر سے قدیم تاریخی تختیاں اور تاریخی ہیرا اس لئے چرایا تھا کہ ڈاکٹر کارلینڈ اصل تختیاں دیکھ کر آرمس پروہت کے مقبرے کا محل وقوع معلوم کرنا چاہتے تھے تاکہ اس مقبرے سے اس پروہت کے ساتھ دفن انتہائی کثیر مقدار میں سونا اور جواہرات حاصل کر کے ان سے نیدر لینڈ کی گرتی ہوئی معیشت کو سنبھالا جا سکے کیونکہ مصر کے ماہرین اس

پروہت کا مقبرہ ٹریس کرنے میں ناکام رہے ہیں لیکن ڈاکٹر کارلینڈ نے اصل تختیوں کو پڑھنے کی بے حد کوشش کی ہے لیکن وہ آرمس پروہت کا مقبرہ ٹریس نہیں کر سکے۔ پھر کسی نہ کسی طرح حکومت مصر کو بھی یہ علم ہو گیا ہے کہ اصل قدیم تختیاں اور قدیم تاریخی ہیرا نیدر لینڈ کی حکومت کے پاس ہے کیونکہ جمال پاشا نے ڈاکٹر کارلینڈ کو فون کیا۔ جب پہلی بار ان کا فون آیا تو ڈاکٹر کارلینڈ شدید بیمار تھے اس لئے بات نہ ہو سکی۔ پھر دوبارہ ان کا فون آیا تو ڈاکٹر کارلینڈ اس وقت قدرے بہتر حالت میں تھے اس لئے دونوں کے درمیان بات ہوئی۔ جمال پاشا نے ڈاکٹر کارلینڈ سے شکایت کی کہ مصر کی قدیم تاریخی تختیاں اور قدیم تاریخی ہیرا نیدر لینڈ پہنچایا گیا ہے اور ڈاکٹر کارلینڈ اس پر کام کر رہے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ ڈاکٹر کارلینڈ کسی صورت بھی غلط بیانی نہیں کرتے اس لئے انہوں نے تختیوں اور ہیرے کی موجودگی کو تسلیم کر لیا۔ البتہ انہوں نے کہا کہ انہیں یہ علم نہیں تھا کہ ان چیزوں کو چرایا گیا ہے اور واقعی انہیں اس کا علم نہیں تھا۔ بہرحال ان کے وعدے کے مطابق حکومت نے آج تختیاں اور قدیم ہیرا واپس جمال پاشا کو مصر بھجوا دیا ہے۔ جمال پاشا نے ڈاکٹر کارلینڈ کو بتایا ہے کہ آرمس پروہت کے مقبرے کی نشاندہی عمران نے تختیوں کے فوٹوگراف دیکھ کر کی ہے لیکن وہاں مقبرہ دریافت نہیں ہو سکا مگر انہیں امید ہے کہ اصل تختیاں سامنے رکھ کر عمران لازماً اس قدیم مدفون مقبرے کا محل وقوع ٹریس کر لے گا اس لئے میں نے تمہیں عمران کی فوری ہلاکت سے منع کیا ہے''...... سپر چیف نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''لیکن سپر چیف۔ اس سے ہمیں کیا فائدہ ہو گا۔ تمام سونا اور جواہرات تو حکومت مصر لے جائے گی رچرڈ نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''حکومت مصر اس مقبرے کو ٹریس کرنے کے بعد اسے نکالنے کے لئے وہی طریقہ اور مشینری استعمال کرے گی جو ایسے مقبروں اور اہراموں پر استعمال کی جاتی ہے اور اس کے لئے انہیں پہلے سے پلاننگ بنانی ہو گی۔ پھر اس کے اخراجات حکومت منظور کرے گی۔ پھر اس مقبرے پر کام شروع ہو گا اور اس سارے کام میں کم از کم چھ ماہ لگ جائیں گے جبکہ ہمارے پاس ایسی جدید مشینری ہے کہ ہم مقبرے کو اوپن کئے بغیر وہاں مدفون سونا اور جواہرات چند روز میں نکال لیں گے اور کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہو گی۔ ہمیں صرف اس مقبرے کا محل وقوع ٹریس کرنا ہے اور بس''...... سپر چیف نے ایک بار پھر تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''سپر چیف۔ جس مقبرے کا محل وقوع ڈاکٹر کارلینڈ اور جمال پاشا جیسے ماہرین نہیں ٹریس کر سکے اسے عمران کیسے ٹریس کرے گا۔ عمران کوئی ماہر مصریات تو نہیں ہے''...... رچرڈ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''جمال پاشا نے ڈاکٹر کارلینڈ سے جس انداز میں عمران کی

تعریف کی ہے اس سے ڈاکٹر کارلینڈ بھی بے حد متاثر ہوئے ہیں کیونکہ جمال پاشا جیسے ماہر اول تو بڑے سے بڑے ماہر کی تعریف ہی نہیں کرتے لیکن عمران کی تعریف کرنے کا مطلب ہے کہ وہ اس سے بے حد متاثر ہیں اور دوسری بات یہ کہ مجھے ذاتی طور پر بھی معلوم ہے کہ عمران دنیا کے ہر سبجیکٹ پر جدید کتب کا مطالعہ بھی کرتا ہے اس لئے ڈاکٹر کارلینڈ کو تو شاید یقین نہ ہو لیکن مجھے یقین ہے کہ عمران اس مقبرے کا محل وقوع ٹریس کر لے گا''...... سپر چیف نے کہا۔

''ٹھیک ہے سپر چیف۔ ہم عمران کی نگرانی کرتے رہیں گے تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ کیا کر رہا ہے''...... رچرڈ نے کہا۔

''نہیں۔ تم نے ہرگز اس کی نگرانی نہیں کرانی ورنہ وہ اس نگرانی کرنے والے کے ذریعے تم تک پہنچ جائے گا۔ پہلے بھی انہوں نے راجر کے ذریعے معلوم کر لیا ہے کہ تختیاں اور ہیرا نیدر لینڈ میں ڈاکٹر کارلینڈ کے پاس ہے اور ہمیں مجبوراً یہ سب کچھ واپس کرنا پڑا ہے۔ اب اگر وہ تم تک پہنچ گئے تو پھر انہیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ ہم اس مقبرے کا سامان لوٹنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ پھر وہاں ایسے انتظامات کر دیئے جائیں گے کہ ہم کچھ بھی حاصل نہ کر سکیں گے اس لئے تم نے ہرگز کوئی نگرانی نہیں کرنی۔ جمال پاشا نے ڈاکٹر کارلینڈ سے وعدہ کیا ہے کہ اگر مقبرے کا محل وقوع ٹریس ہو گیا تو وہ انہیں فوری اطلاع دیں گے اور مجھے معلوم ہے کہ جمال پاشا صاحب جو وعدہ کرتے ہیں اسے وہ پورا بھی کرتے ہیں اس لئے ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ پھر تمہارے ذریعے ہم وہاں اپنی مخصوص کارروائی ڈال کر سونا اور جواہرات نکال لینے میں کامیاب ہو جائیں گے''...... سپر چیف نے کہا۔

''سپر چیف۔ جیسے آپ نے حکم دیا ہے ویسے ہی ہو گا''۔ رچرڈ نے کہا تو دوسری طرف سے اوکے کہہ کر رسیور رکھ دیا گیا تو رچرڈ نے بھی ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ اسے بہرحال خوشی تھی کہ اب وہ مصر میں کراؤن گروپ کا چیف بن گیا ہے اور یہ اس کے لئے بہت بڑا اعزاز تھا۔

دفتر کے انداز میں سجے ہوئے کمرے میں ایک ادھیڑ عمر آدمی میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھا ایک فائل کے مطالعے میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی تو اس ادھیڑ عمر آدمی نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... ادھیڑ عمر آدمی نے فائل پر نظریں جمائے ہوئے کہا۔

''جیراڈ بول رہا ہوں۔ کیا آپ مجھے پانچ منٹ دیں گے''۔ دوسری طرف سے مردانہ آواز سنائی دی۔

''کوئی خاص بات ہے''...... ادھیڑ عمر نے چونک کر کہا۔

''یس باس۔ بہت ہی خاص بات ہے''...... جیراڈ نے جواب دیا۔

''اوکے۔ آ جاؤ''...... باس نے کہا اور رسیور رکھ دیا اور ایک بار

پھر فائل پر جھک گیا۔ تقریباً دس منٹ بعد دروازہ کھلا اور ایک ورزشی جسم کا نوجوان اندر داخل ہوا اور اس نے باس کو سلام کیا۔

''بیٹھو''...... باس نے فائل بند کر کے اسے سائیڈ میں پڑی ہوئی ٹرے میں رکھتے ہوئے کہا۔

''باس۔ انتہائی اہم خبر ہے جو میں فون پر نہیں بتا سکتا تھا اس لئے خود حاضر ہوا ہوں''...... جیراڈ نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو باس چونک پڑا۔

''کیا ہوا ہے۔ کھل کر بات کرو''...... باس نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

''اینڈرسن کی طرف سے ایک کیمرہ نما مشین یہاں سفارت خانے میں بھجوائی گئی تھی تاکہ ہم اسے سپیشل سٹور میں محفوظ رکھیں کیونکہ اس کے چوری ہونے کا خدشہ تھا۔ اینڈرسن نے کہا تھا کہ جب معاملات درست ہو جائیں گے تو پھر وہ اسے واپس لے گا''...... جیراڈ نے بولتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ مجھے معلوم ہے یہ سب۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو''...... باس نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

''مصر کی سیکرٹ سروس کی رکن پرنسز سدرہ اس مشین کو یہاں سے واپس حاصل کرنا چاہتی ہے اور اس کے لئے مارٹی سے اس کی بات ہوئی ہے اور مارٹی مان گیا ہے''...... جیراڈ نے کہا تو باس بے اختیار اچھل پڑا۔

”یہ۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے“...... باس نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں درست کہہ رہا ہوں۔ میرے پاس اس کا ثبوت ہے“۔ جیراڈ نے کہا۔

”کیا ثبوت ہے“...... باس نے کہا تو جیراڈ نے جیب سے ایک مائیکرو ٹیپ نکال کر باس کے سامنے رکھ دیا۔

”یہ سن لیں۔ سب کچھ آپ کے سامنے آ جائے گا“...... جیراڈ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے دوسری جیب سے مائیکرو ٹیپ ریکارڈر نکال کر میز پر رکھا اور پھر مائیکرو ٹیپ کو ریکارڈر میں لگا کر اس نے بٹن پریس کر دیا اور پھر جیسے ہی گفتگو کا آغاز ہوا تو باس بے اختیار اچھل پڑا۔

”یہ تو مارٹی کی آواز ہے۔ یہ عورت کون ہے“...... باس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ مقامی سیکرٹ سروس کی رکن پرنسز سدرہ ہے“...... جیراڈ نے جواب دیا تو باس کا چہرہ حیرت اور تشویش کی زیادتی سے بگڑتا چلا گیا۔ جب گفتگو ختم ہو گئی تو جیراڈ نے ریکارڈر آف کر دیا اور اس میں سے ٹیپ نکال کر ٹیپ علیحدہ جیب میں ڈال لی اور ریکارڈر دوسری جیب میں رکھ لیا جبکہ باس کے چہرے پر شدید غصے کے تاثرات نمایاں تھے۔ وہ سکتے کے سے عالم میں بیٹھا تھا۔

”باس۔ ہمیں اس ڈیل کو شکست دینی ہے اور نہ صرف شکست دینی ہے بلکہ اسے رنگے ہاتھوں پکڑنا بھی ہے“...... جیراڈ نے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ یہ تو ملک کے ساتھ غداری ہے۔ واضح غداری اور مجھے مارٹی سے ہرگز یہ توقع نہ تھی۔ ویری بیڈ۔ کہاں ہے اس وقت مارٹی۔ میں اسے اپنے ہاتھوں سے گولی مار دوں گا۔ میں سفارت خانے کا سیکورٹی انچارج ہوں اور میرا ہی اسسٹنٹ دشمنوں کو یہاں لا رہا ہوں۔ ویری بیڈ“...... باس نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”باس۔ آپ کو بخوبی علم ہے کہ مارٹی عالی جناب سفیر صاحب کا خاص آدمی ہے اس لئے اگر ہم نے پہلے اسے پکڑا تو اس نے ان سب باتوں سے مکر جانا ہے اس لئے اسے رنگے ہاتھوں پکڑا جائے۔ باقاعدہ اس کی فلم بنائی جائے تو پھر اس کو سزا دلوائی جا سکتی ہے“...... جیراڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ ٹیپ جو ہے۔ کیا اسے تسلیم نہیں کیا جائے گا“...... باس نے کہا۔

”موجودہ ترقی یافتہ دور میں نقلی آوازیں بنائی جا سکتی ہیں لیکن فلم سے وہ نہ مکر سکے گا۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ غدار کو اس کے جرم کی لازماً سزا ملنی چاہئے“...... جیراڈ نے کہا۔

”تم نے یہ ٹیپ کہاں سے حاصل کیا“...... باس نے پوچھا۔

”مارٹی نے اپنے لئے علیحدہ خصوصی فون رکھا ہوا ہے جس پر مجھے شک تھا کہ یہ آدمی کسی غلط کام میں مصروف ہے اس لئے میں نے اس کے سپیشل فون کو چیک کرنے کے لئے خصوصی مشینری یہاں

نصب کرا دی۔ اس سپیشل فون پر جو بات چیت ہوتی رہی وہ ٹیپ کر لی جاتی تھی۔ آج یہ گفتگو سامنے آ گئی“ ...... جیراڈ نے جواب دیا۔

”گڈ۔ تم جیسا آدمی ہی سیکورٹی کے لئے درست آدمی ہوتا ہے۔ میں اس مارٹی کی جگہ تمہیں اسسٹنٹ سیکورٹی آفیسر بنا دوں گا۔ اب تم بتاؤ کہ تمہارے ذہن میں کیا پلاننگ ہے“ ...... باس نے کہا۔

”باس۔ یہ بات تو طے ہے کہ مارٹی پرنسز سدرہ کو یا اس کے کسی ساتھی کو زیرو وے کھول کر اندر لے آئے گا اور پھر سیدھا سپیشل سٹور ایریا تک پہنچا دے گا۔ اس کے بعد جیسے کہ ٹیپ میں گفتگو موجود ہے وہ خود ہٹ جائے گا اور آگے پرنسز سدرہ کا کام ہو گا۔ ہم زیرو وے کے آغاز پر خصوصی کیمرہ نصب کر دیں گے۔ اس طرح سپیشل سٹور تک کیمرے موجود ہوں گے جو ساری فلم تیار کر لیں گے۔ پھر مارٹی جب ہٹ جائے گا تو اسے خاموشی سے گرفتار کر لیا جائے گا اور پرنسز سدرہ اور اس کے ساتھی اگر کوئی ہوا تو انہیں بھی گرفتار کر لیا جائے گا۔ چونکہ اس سارے واقعہ کی فلم موجود ہو گی اس لئے مقامی حکومت کو بھی سفارت خانے سے معافی مانگنا پڑے گی اور مارٹی کو بھی قرار واقعی سزا مل جائے گی“ ...... جیراڈ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”لیکن تم۔ یہ بات بھول رہے ہو کہ پرنسز سدرہ کا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے اور وہ انتہائی تربیت یافتہ ہو گی اور اگر اس کا کوئی ساتھی بھی ہوا تو وہ بھی تربیت یافتہ ہو گا اور ہم سیکورٹی سے متعلق ضرور ہیں لیکن سیکرٹ سروس جیسے تربیت یافتہ نہیں ہیں اس لئے الٹا کام نہ ہو جائے کہ وہ مشین بھی لے جائیں اور ہمارے آدمیوں کو بھی ہلاک کر دیں“ ...... باس نے کہا۔

”آپ کی بات درست ہے باس۔ پھر ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے دو تربیت یافتہ آدمی سپیشل سٹور کے اندر بٹھا دیں۔ ہمارے پاس چھ تربیت یافتہ افراد موجود ہیں۔ اگر یہ لوگ سپیشل سٹور میں داخل ہونے میں کامیاب ہو جائیں تو اندر ہی انہیں قابو کیا جائے یا ہلاک کر دیا جائے۔ اس طرح یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ لوگ مارٹی کی غداری کی وجہ سے اندر پہنچ جانے میں کامیاب ہو گئے تھے اور اگر یہ لوگ اندر داخل نہ ہو سکیں تو انہیں باہر ہی بے ہوش کر دیا جائے۔ پھر انہیں گرفتار یا ہلاک کیا جا سکتا ہے“ ...... جیراڈ نے کہا۔

”سیکرٹ سروس کے ارکان کو ہلاک کرنا بہتر نہیں رہے گا“۔ باس نے کہا۔

”باس۔ اگر ہم نے انہیں ہلاک نہ کیا تو پھر یہ لوگ آزاد ہو جائیں گے اور پھر یہ ہم سے انتقام لیں گے۔ ہم انہیں سفارت خانے کے اندر ہلاک کرنے میں حق بجانب ہوں گے“ ...... جیراڈ نے کہا۔

”مجھے لگتا ہے کہ تم ہر صورت میں مارٹی کو ہلاک کرنے کے لئے یہ سب کچھ کہہ اور کر رہے ہو“ ...... باس نے کہا۔

''ایسی بات نہیں ہے باس۔ میں ملک سے غداری کرنے والے کو سزا دلوانا چاہتا ہوں کیونکہ جو ملک کا غدار ہے وہ سب کا غدار ہے''...... جیراڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ میں تمہیں اس سارے مشن کا چارج دیتا ہوں۔ تم بہترین تربیت یافتہ گارڈز کو سپیشل سٹور کے اندر پہنچا دو۔ انہیں کہہ دینا کہ وہ حتی الوسع کوشش کریں کہ وہ آنے والوں کو گرفتار کرنے کی کوشش کریں اور مجبوری کے عالم میں انہیں ہلاک کرنے کی بھی اجازت ہو گی اور اس کے ساتھ ساتھ اس ساری کارروائی کی باقاعدہ فلم بندی کی جائے''...... باس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''یس باس۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی''...... جیراڈ نے کہا۔

''سنو۔ مارٹی کو تم نے ہلاک نہیں کرنا۔ اس کے خلاف تمام ثبوت حاصل کر لینے کے بعد باقاعدہ مقدمہ چلے گا۔ پھر اسے سزا ہو گی''...... باس نے کہا۔

''ٹھیک ہے باس''...... جیراڈ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''اس ہوٹل جہاں ان کی میٹنگ ہو رہی ہے وہاں جانے یا اس کی نگرانی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے بہرحال آنا تو یہیں ہے۔ یہیں ان سے نمٹنے کے فول پروف انتظامات کرو''۔ باس نے کہا۔

''یس باس''...... جیراڈ نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور واپس مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

آدھی رات کا وقت تھا۔ سڑک پر تیزی سے دوڑتی ہوئی کار اس علاقے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی جہاں ہانگری کا سفارت خانہ تھا جس کے سپیشل سٹور میں وہ کیمرہ نما مشین موجود تھی جو زیر زمین مدفون خزانوں کی عکس بندی کر لیتی تھی۔ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر پرنسز سدرہ تھی جس نے جینز کی پینٹ اور جینز کی بنی ہوئی لیڈیز جیکٹ پہن رکھی تھی جبکہ سائیڈ سیٹ پر ٹائیگر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے بھی جینز کی پینٹ اور جینز کی جیکٹ پہن رکھی تھی۔ مارٹی سے انہوں نے ہوٹل کے سپیشل روم میں تفصیلی ملاقات کی تھی اور وہیں مارٹی کو دس لاکھ ڈالر کا گارینٹڈ چیک دیا گیا اور مارٹی نے انہیں ہاتھ سے بنے ہوئے نقشے کی مدد سے سفارت خانے میں موجود سپیشل سٹور کا محل وقوع سمجھایا اور ساتھ ہی بتا دیا کہ ایک ایسا راستہ بھی ہے جس کے ذریعے کسی کی نظروں میں آئے بغیر براہ راست سپیشل سٹور تک

پہنچا جا سکتا ہے اور اس راستے کو بقول مارٹی کے زیرو وے کہا جاتا ہے۔ جہاں تک سپیشل سٹور کا تعلق ہے تو اس میں سائنسی حفاظتی انتظامات نصب ہیں اس لئے یہاں کوئی سیکورٹی گارڈ موجود نہیں ہوتا۔

مارٹی نے انہیں سپیشل سٹور تک پہنچانے کی حامی بھر لی تھی جسے ٹائیگر نے قبول کر لیا تھا۔ جب آدھی رات کا وقت ان کے درمیان طے ہو گیا اور اب اس وقت دونوں اس جگہ پہنچنے کے لئے آگے بڑھے چلے جا رہے تھے جو جگہ ان کے درمیان طے ہوئی تھی۔ سائنسی حفاظتی انتظامات اور تنصیبات سے نمٹنے کے لئے ٹائیگر نے کراس زیرو مشین حاصل کر لی تھی جو انتہائی طاقتور سائنسی تنصیبات کو بھی زیرو کر دیتی تھی اس لئے ان سائنسی حفاظتی انتظامات کے بارے میں انہیں کوئی فکر نہیں تھی۔

''ٹائیگر۔ کیا تم اس مشین کو پہچانتے ہو کہ یہ کس قسم کی اور کس ٹائپ کی ہے''...... اچانک خاموش بیٹھی پرنسز سدرہ نے ساتھ بیٹھے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

''میں نے آج تک اسے دیکھا ہی نہیں۔ لیکن صرف اتنا معلوم ہے کہ یہ مشین کیمرے کے انداز میں بنائی گئی ہے اور سپیشل سٹور میں کیمرہ رکھنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی اس لئے سپیشل سٹور میں موجود کیمرہ ہی وہ مشین ہو گی جو ہماری مطلوبہ چیز ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''مجھے یہ شخص مارٹی بے حد لالچی اور عیار لگتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ ہمیں دھوکہ دے رہا ہو''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''ہمیں وہ بس اس سپیشل سٹور تک پہنچا دے۔ پھر جو ہو گا دیکھ لیں گے''...... ٹائیگر نے لاپرواہی سے بات کرتے ہوئے کہا تو پرنسز سدرہ نے برا سا منہ بنا لیا۔

''تمہاری یہ لاپرواہی مجھے اچھی نہیں لگی''...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پرنسز سدرہ نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

''ہنس کیوں رہے ہو''...... پرنسز سدرہ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''مجھے اس بات پر ہنسی آ رہی ہے کہ میرا تم سے وقتی تعلق ہے۔ یہ مشن ختم ہوتے ہی میں واپس پاکیشیا چلا جاؤں گا اور تم یہاں رہو گی اور معلوم نہیں کہ زندگی میں دوبارہ ملاقات ہوتی ہے یا نہیں اور تم اس طرح باتیں کر رہی ہو جیسے ہم نے بقیہ ساری زندگی ساتھ رہنا ہے۔ ایسے ہی لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں کہ مجھے تمہاری یہ عادت پسند نہیں ہے یا مجھے تمہاری اس عادت سے چڑ ہے یا تمہارا گھر دیر سے آنا مجھے پسند نہیں ہے''...... ٹائیگر نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''تم۔ تم انتہائی کٹھور دل کیوں ہو۔ کیا جب تک ہم اکٹھے ہیں اچھی باتیں نہیں کر سکتے''...... پرنسز سدرہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

’’کر سکتے ہیں اور کر بھی رہے ہیں۔ میں یہاں تمہارے ساتھ بیٹھا ہوں اور ہم دونوں بڑے بے تکلفانہ انداز میں باتیں کر رہے ہیں اور کیا کریں‘‘...... ٹائیگر نے جھٹکے دار لہجے میں کہا۔

’’تم نہیں سمجھ سکتے۔ تم کٹھور ہو۔ قطعی کٹھور۔ بہرحال یہ بتاؤ کہ تم نے نیدر لینڈ جانا ہے تو کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں‘‘...... پرنسز سدرہ نے بڑے امید بھرے لہجے میں کہا۔

’’یہاں سے زندہ بچ گئے تو وہاں بھی چلے جائیں گے‘‘۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا تو پرنسز سدرہ بے اختیار اچھل پڑی اور اس کے اس طرح اچھلنے سے گاڑی بے قابو سی ہو گئی لیکن پرنسز سدرہ نے جلدی ہی اس پر قابو پا لیا۔

’’یہ کیا کہہ رہے ہو۔ یہاں کیا مسئلہ ہے‘‘...... پرنسز سدرہ نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

’’تم خود کہہ رہی تھیں کہ مارٹی تمہارے اندازے کے مطابق لالچی اور عیار آدمی ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیں پھنسا دے۔ اس طرح وہ رقم بھی کما لے گا اور اپنے ملک کے لئے نیک نامی بھی‘‘...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

’’میں اس کا خون پی جاؤں گی اگر اس نے دھوکہ کیا‘‘۔ پرنسز سدرہ نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

’’اچھا تو تم خون بھی پیتی رہتی ہو‘‘...... ٹائیگر نے اسے چڑاتے ہوئے کہا۔

’’تم نانسنس ہو۔ میں محاورتاً کہہ رہی ہوں‘‘...... پرنسز سدرہ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

’’مجھے نانسنس کہہ رہی ہو۔ ٹھیک ہے۔ کار روکو میں واپس جا رہا ہوں۔ مجھے اس مشین سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ اس مشین سے کام تو مصر نے لینا ہے‘‘...... ٹائیگر نے کہا۔

’’تم لے جانا مشین اور اپنے ملک میں مدفون خزانے نکال لینا۔ بس اب تو خوش ہو‘‘...... پرنسز سدرہ نے ایسے لہجے میں کہا جیسے بڑے بچوں کو بہلایا کرتے ہیں اور ٹائیگر بے اختیار مسکرا دیا۔ اسی لمحے کار نے ایک موڑ کاٹا تو وہ اس سڑک پر آ گئے جس پر ہانگری کا سفارت خانہ موجود تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہانگری کے سفارت خانے کی شاندار عمارت کے سامنے سے گزرے۔ وہاں انتہائی سخت انتظامات نظر آ رہے تھے۔ وہ چونکہ وہاں رکے نہیں تھے اس لئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ کچھ فاصلے پر جا کر وہ دائیں ہاتھ پر مڑ گئے اور پھر کافی آگے جا کر پرنسز سدرہ نے کار ایک پبلک پارکنگ میں موڑ دی۔ یہاں بہت تھوڑی کاریں موجود تھیں۔ ان کی کار جیسے ہی رکی چند کاریں چھوڑ کر ایک سرخ رنگ کی کار سے مارٹی باہر آ گیا۔ وہ اپنے اصل چہرے میں ہی تھا۔ وہ پہلے سے یہاں موجود تھا۔ ٹائیگر اور پرنسز سدرہ بھی کار سے نیچے اتر آئے۔

’’کیا ٹھیک ہے‘‘...... پرنسز سدرہ نے مارٹی کی طرف بڑھتے

ہوئے کہا۔

''ہاں۔ اس وقت ویسے بھی سب سوئے ہوئے ہوں گے۔ آئیں''...... مارٹی نے کہا اور سڑک کی طرف بڑھنے لگا۔ ٹائیگر اور پرنسز سدرہ اس کے پیچھے تھے اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ تینوں سفارت خانے کے عقب میں موجود گلی میں داخل ہوئے۔ سفارت خانے کی اونچی فصیل نما دیوار کی جڑ میں ایک خاص جگہ پر مارٹی نے پیر مارا تو ہلکی سی سرسراہٹ کے ساتھ ہی دیوار کے ساتھ گلی کے فرش کا ایک حصہ کھل گیا۔ مارٹی نے جھک کر اسے جھٹکے سے اٹھایا تو وہ کسی صندوق کے ڈھکن کی طرح کھلتا چلا گیا اور سیڑھیاں نیچے جاتی دکھائی دے رہی تھیں جو کافی نیچے جا کر سائیڈ پر مڑ گئی تھیں اور وہاں باقاعدہ ایک سرنگ نما راستہ تھا۔

''آؤ''...... مارٹی نے کہا اور پھر سیڑھیاں اتر کر وہ نیچے پہنچ گیا۔ وہ دونوں بھی اس کے پیچھے سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے پہنچ گئے تو مارٹی نے ایک کونے میں پیر مارا تو فضا میں اٹھا ہوا ڈھکن بغیر کسی آواز کے بند ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی مارٹی نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ٹارچ جلا لی۔ وہ پہلے سے اسے لے کر آیا تھا کیونکہ یہ بات اسے ہی معلوم تھی کہ یہاں اندھیرا ہو سکتا ہے۔ ٹارچ کی روشنی میں وہ ایک کافی طویل سرنگ میں سے گزر کر ایک برآمدے میں پہنچ گئے جہاں سے سیڑھیاں اوپر جا رہی تھیں۔ مارٹی نے ایک سائیڈ پر پیر مارا تو انہیں اوپر سرسراہٹ کی آواز سنائی دی اور اس

کے ساتھ ہی وہاں ہلکی سی روشنی پھیل گئی۔ سیڑھیاں اوپر جا رہی تھیں۔

''آئیے''...... مارٹی نے کہا اور سیڑھیاں چڑھ کر اوپر جانے لگا۔ ٹائیگر اور پرنسز سدرہ اس کے پیچھے تھے۔ چند لمحوں بعد وہ ایک اور برآمدے میں پہنچ گئے جس کے سامنے ایک تنگ سی راہداری تھی اور راہداری کے اختتام پر ایک دروازہ تھا۔

''یہ سپیشل سٹور کا دروازہ ہے۔ میں نے وعدے کے مطابق آپ کو یہاں تک پہنچا دیا ہے۔ اب میں واپس جا رہا ہوں''۔ مارٹی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتا چلا گیا اور پھر سرنگ میں مڑ کر غائب ہو گیا۔ ٹائیگر نے جیب سے کراس زیرو مشین جو ریموٹ کنٹرول جتنے سائز کی تھی نکال کر اسے آن کیا تو پہلے اس پر سبز رنگ کا بلب جلنے لگا اور پھر چند لمحوں بعد یکلخت جھماکے سے سرخ ہو گیا۔

''آؤ۔ تمام تنصیبات زیرو ہو چکی ہیں''...... ٹائیگر نے مشین کو واپس جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور پھر آگے بڑھنے لگا۔ پرنسز سدرہ اس کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگی۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی کی تہہ نمایاں تھی۔

''یہ دروازہ تو لاکڈ ہو گا''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''تو کیا ہوا۔ میرے پاس ایسی تار ہے جس کی مدد سے ہر طرح کے تالے آسانی سے کھل سکتے ہیں''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''تم ہو کیا۔ ہر کام میں ماہر ہو''...... پرنسز سدرہ نے کہا تو ٹائیگر صرف مسکرا کر رہ گیا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر ٹائیگر نے جیکٹ کی اندرونی چھوٹی جیب میں موجود ایک تار نکالا۔

''مجھے تو یہ کھلا ہوا لگتا ہے''...... اسی لمحے ساتھ کھڑی پرنسز سدرہ نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر دروازے کا ہینڈل نیچے کر کے دبایا تو دروازہ واقعی کھلتا چلا گیا۔

''اوہ واقعی''...... ٹائیگر نے کہا اور تار کو واپس اندرونی جیب میں رکھتے ہوئے وہ آگے بڑھ گیا۔ پرنسز سدرہ اس کے پیچھے اندر داخل ہوئی۔ کمرے میں اندھیرا تھا لیکن جیسے ہی وہ دونوں اندر پہنچے یکلخت چٹک کی آواز کے ساتھ ہی اس بڑے کمرے میں اس قدر تیز روشنی پھیل گئی کہ ان دونوں کو چند لمحوں کے لئے نظر آنا ہی بند ہو گیا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے ان دونوں کی ناک میں کوئی نامانوس سی بو گھستی چلی گئی اور اس کے ساتھ ہی ان دونوں کے ذہن یکلخت اس طرح تاریک پڑ گئے جیسے کیمرے کا شٹر بند ہوتا ہے لیکن دوسرے ہی لمحے ٹائیگر کے ذہن میں روشنی ایک جھماکے سے پھیلتی چلی گئی اور اس کے ساتھ ہی ٹائیگر نے حرکت میں آنے کی کوشش کی لیکن یہ محسوس کر کے اسے ایک زوردار جھٹکا لگا کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ وہ ایک کرسی پر رسیوں سے بندھا ہوا بیٹھا ہے۔ اس نے تیزی سے گردن گھمائی تو ساتھ ہی کرسی پر پرنسز سدرہ بھی موجود تھی لیکن اس کی گردن ڈھلکی ہوئی تھی جبکہ اس کے ساتھ ایک اور کرسی پر مارٹی بھی موجود تھا اور اس کی گردن بھی ڈھلکی ہوئی تھی۔ اس کے قریب ایک آدمی ہاتھ میں انجکشن لئے کھڑا تھا اور سوئی مارٹی کے بازو میں تھی۔ کمرے میں دو مسلح افراد دروازے کے ساتھ بڑے چاک و چوبند انداز میں کھڑے تھے جبکہ سامنے چند فٹ کے فاصلے پر دو کرسیاں رکھی ہوئی تھیں جن کا رخ ان کی طرف تھا۔ دونوں کرسیاں خالی تھیں۔ اسی لمحے ٹائیگر کے ساتھ بیٹھی ہوئی پرنسز سدرہ کے منہ سے کراہ نکلی اور اس کے جسم میں حرکت کے آثار نظر آنے لگے جبکہ مارٹی کو انجکشن لگا کر وہ آدمی مڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا اور پھر اس نے دروازہ کھولا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ اب کمرے میں دو مسلح افراد موجود تھے جو دروازے کے قریب ہی کھڑے تھے۔

ٹائیگر نے اپنے جسم کے گرد بندھی ہوئی رسی کو کھولنے کے لئے اسے چیک کرنا شروع کر دیا۔ جس انداز میں رسی اس کے جسم کے گرد باندھی گئی تھی اس سے تو یہی لگتا تھا کہ یہ لوگ اس معاملے میں اناڑی ہیں کیونکہ رسی عام سے انداز میں باندھی گئی تھی لیکن بہرحال جب تک اس کی گانٹھ نہ ملتی اسے کھولا نہ جا سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد مارٹی نے بھی کراہتے ہوئے حرکت کی اور پھر اسی لمحے پرنسز سدرہ نے آنکھیں کھول دیں اور اس کے ساتھ ہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے اسے بھی رسی سے باندھا گیا تھا اس لئے وہ بھی صرف کسمسا کر رہ گئی تھی۔ پھر اس نے گردن گھمائی تو

وہ ٹائیگر کو دیکھ کر چونک پڑی۔

''یہ۔ یہ کیا ہے''...... پرنسز سدرہ نے رک رک کر کہا۔

''ہمیں باقاعدہ ٹریپ کیا گیا ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''مم۔ مم۔ مگر یہ مارٹی۔ یہ خود بھی تو یہاں ہے''...... پرنسز سدرہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس وقت مارٹی ہوش میں آنے کی کیفیت سے گزر رہا تھا۔

''ہوسکتا ہے کہ یہ ڈرامہ ہو یا پھر کوئی اور مسئلہ ہو۔ لیکن ہم نے رسیاں کھولنی ہیں ورنہ کچھ بھی ہوسکتا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''یہ۔ یہ سب کیا ہے۔ اوہ۔ اوہ۔ یہ مجھے کیوں باندھا گیا ہے''...... یکلخت مارٹی نے ہوش میں آ کر ساتھ بیٹھے ٹائیگر اور پرنسز سدرہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس طرح چیخ کر کہا جیسے اس کو باندھنے کا جرم ٹائیگر اور پرنسز سدرہ نے کیا ہو۔ پھر اس سے پہلے کہ ٹائیگر یا پرنسز سدرہ اس کی بات کا جواب دیتے دروازہ کھلا اور ایک ورزشی جسم کا نوجوان اندر داخل ہوا۔

''جیراڈ۔ جیراڈ۔ یہ سب کیا ہے۔ یہ مجھے یہاں کیوں باندھا گیا ہے۔ کس نے باندھا ہے۔ چھوڑو مجھے''...... اس آدمی کے اندر داخل ہوتے ہی مارٹی نے چیخ چیخ کر بولتے ہوئے کہا۔

''خاموش بیٹھو۔ ابھی چیف سیکورٹی آفیسر خود آ رہے ہیں۔ تمہارے بارے میں وہ فیصلہ خود کریں گے۔ تم نے ان دونوں کو سپیشل سٹور تک معاوضہ لے کر پہنچایا ہے۔ تم نے اپنے ملک سے غداری کی ہے اور یہ بھی سن لو کہ اس پرنسز سدرہ جو اس وقت یورپی میک اپ میں ہے، کے ساتھ تم نے سپیشل فون پر جو گفتگو کی ہے وہ ہمارے پاس ٹیپ شدہ ہے اور اس کے بعد زیرو وے سے لے کر سپیشل سٹور تک خفیہ کیمرے نصب تھے اس لئے تمہاری اور ان دونوں کی فلم بھی موجود ہے''...... آنے والے جیراڈ نے بڑے طنزیہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔

''نہیں۔ نہیں۔ یہ سب غلط ہے۔ یہ تم بیرٹی کی وجہ سے مجھ سے حسد کر رہے ہو''...... مارٹی نے چیخ کر کہا لیکن اس سے پہلے کہ جیراڈ کوئی جواب دیتا دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر آدمی اندر داخل ہوا۔

''باس۔ باس۔ میں بےقصور ہوں۔ یہ سب اس جیراڈ کا ڈرامہ ہے۔ بریٹی کی وجہ سے یہ مجھ سے حسد کرتا ہے''...... مارٹی نے یکلخت چیخ چیخ کر بولتے ہوئے کہا لیکن ادھیڑ عمر آدمی نے کوئی جواب نہ دیا اور آ کر سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

''تمہارے خلاف ناقابل تردید ثبوت موجود ہیں اور تمہاری جیب سے وہ گارینٹڈ چیک بھی مل گیا ہے جو تم نے ملک کے خلاف غداری کرتے ہوئے ان سے حاصل کیا تھا۔ جیراڈ تو تمہیں فوری موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا تھا لیکن میں نے اسے روک دیا اور تم

سب کو اس لئے یہاں باندھ دیا گیا ہے کہ محترم سفیر صاحب اپنے ملٹری اتاشی کے ساتھ یہاں آ کر اس ساری صورت حال کو دیکھ کر تم تینوں کے بارے میں کوئی فیصلہ کریں گے''...... باس نے مارٹی کی بات کا تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''باس۔ ان تینوں کے خلاف ثبوت موجود ہیں۔ انہیں گولیوں سے اڑا دینا چاہئے''...... جیراڈ نے کہا۔

''محترم سفیر صاحب جو فیصلہ کریں گے وہی ہو گا''...... باس نے جواب دیتے ہوئے کہا اور جیراڈ ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد ہی دروازہ کھلا اور ایک خاصی عمر کا آدمی جس نے سوٹ پہنا ہوا تھا اندر داخل ہوا تو جیراڈ اور اس کا باس دونوں ایک جھٹکے سے اٹھے اور ایک طرف ہٹ کر مؤدبانہ انداز میں کھڑے ہو گئے۔ ٹائیگر سمجھ گیا کہ آنے والا مصر میں ہانگری کا سفیر ہے۔ اس کے پیچھے ہانگری کی مخصوص فوجی وردی میں ملبوس ایک پختہ عمر کا آدمی تھا۔ اس کے سائیڈ ہولسٹر میں مشین پسٹل موجود تھا۔ وہ دونوں اندر آ کر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

''پوری صورت حال بتاؤ۔ خاص طور پر مارٹی کے بارے میں''...... سفیر نے کہا تو جیراڈ نے تفصیل بتانا شروع کر دی۔

''میں نے رسیاں کھول لی ہیں ٹائیگر''...... اچانک ساتھ بیٹھی ہوئی پرنسز سدرہ نے آہستہ سے کہا تو ٹائیگر بے اختیار چونک پڑا حالانکہ اس نے اب تک بے حد کوششیں کی تھیں لیکن اسے اب تک گانٹھ ہی نہ مل سکی تھی۔ نجانے یہ گانٹھ کہاں تھی اس لئے وہ رسیاں کھولنے میں ناکام رہا تھا۔

''تم حملہ نہ کرنا۔ یہ تمہیں مار دیں گے''...... ٹائیگر نے آہستہ سے کہا لیکن ابھی اس کا فقرہ ختم ہوا تھا کہ یکلخت پرنسز سدرہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے جسم کے گرد موجود رسیاں کھل کر نیچے جا گریں تو وہاں موجود افراد بے اختیار چونک پڑے۔ ان سب کے چہروں پر انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے کہ پرنسز سدرہ نے یکلخت جمپ لگایا اور دوسرے لمحے وہ سفیر سمیت ایک دھماکے سے فرش پر جا گری۔ سفیر کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ پرنسز سدرہ نے نیچے گرتے ہی قلابازی کھائی لیکن اس سے پہلے کہ وہ سیدھی کھڑی ہوتی سفیر کے ملٹری اتاشی نے بجلی کی سی تیزی سے سائیڈ ہولسٹر سے مشین پسٹل نکال کر اس پر فائر کھول دیا لیکن عین اسی لمحے پرنسز سدرہ نے انتہائی حیرت انگیز چستی اور پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فضا میں جمپ لگایا اور گولیاں ایک قطار کی صورت میں اس کے نیچے سے گزر گئیں اور پھر اس سے پہلے کہ ملٹری اتاشی ہاتھ اونچا کرتا پرنسز سدرہ نے اسے چھاپ لیا اور پھر ٹائیگر بھی یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ پرنسز سدرہ نے انتہائی حیرت انگیز انداز میں ملٹری اتاشی کو دروازے کے ساتھ کھڑے مسلح افراد جو اب کاندھوں سے لٹکی ہوئی مشین گنیں اتار چکے تھے پوری قوت سے اچھال دیا اور وہ دونوں ملٹری اتاشی سے ٹکرا کر چیختے

ہوئے نیچے گرے کہ پرنسز سدرہ نے نیچے گرتے ہوئے مشین پسٹل کو پلک جھپکنے میں اٹھایا اور ایک بار پھر فائرنگ کی تیز آواز کے ساتھ ہی سب سے پہلے جیراڈ اور اس کا باس، پھر سفیر اور اس کے بعد تیزی سے اٹھتے ہوئے ملٹری اتاشی اور دونوں مسلح گارڈ اس کی فائرنگ کا نشانہ بن کر چیختے ہوئے نیچے گرتے چلے گئے۔ پرنسز سدرہ نے چندلمحوں میں ہی وہاں قتل عام کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ تیزی سے گھوما اور دوسرے لمحے گولیوں کی بوچھاڑ مارٹی کے سینے پر پڑی اور وہ بھی ادھوری چیخ مار کر چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی پرنسز سدرہ تیزی سے ٹائیگر کی طرف بڑھی اور اس کے عقب میں جا کر اس نے چند لمحوں میں اس کے عقب اور گردن کے قریب موجود گانٹھ کھول دی۔

"گڈ شو پرنسز سدرہ۔ تم نے واقعی کارنامہ انجام دیا ہے"۔ ٹائیگر نے رسیاں کھول کر تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تھینکس۔ اب ہمیں فوری یہاں سے نکلنا ہے"...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

"نہیں۔ ہم نے وہ مشین لینی ہے۔ آؤ"...... ٹائیگر نے کہا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ وہاں فرش پر پڑی ہوئی مشین گن اس نے اٹھا لی۔ پھر آگے بڑھ کر اس نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا تو باہر ایک راہداری تھی جو آگے جا کر دائیں ہاتھ پر گھوم

گئی تھی اور وہاں موجود ایک کیمرہ ٹائیگر کی نظروں میں چڑھ گیا۔

"آؤ۔ ہم سپیشل سٹور سے قریب ہیں کیونکہ وہ جیراڈ بتا رہا تھا کہ اس نے یہاں کیمرے نصب کر رکھے ہیں اور میں نے ایک کیمرہ چیک کر لیا ہے"...... ٹائیگر نے کہا اور تیزی سے باہر آ کر دوڑتا ہوا وہ دائیں طرف کو مڑتا چلا گیا۔ پرنسز سدرہ نے اس کے پیچھے باہر آ کر مڑ کر دروازہ بند کر دیا تا کہ کوئی گزرنے والا اندر پڑی لاشیں باہر سے نہ دیکھ سکے اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ایک بار پھر ایک راہداری کے سرے پر موجود تھے جہاں سپیشل سٹور کی راہداری تھی۔ ٹائیگر نے جیب میں ہاتھ ڈال کر دیکھا تو اسے یہ محسوس کر کے اطمینان ہوا کہ اس کی جیب میں کراس زیرو مشین موجود تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ انہیں بے ہوش کر کے باندھنے سے پہلے یا بعد میں ان کی تلاشی نہیں لی گئی تھی۔

"تم مشین لے آؤ۔ میں یہیں رکتی ہوں تا کہ کوئی اچانک نہ آ جائے"...... پرنسز سدرہ نے کہا تو ٹائیگر سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس نے دروازے کو دبا کر کھولنے کی کوشش کی لیکن اس بار دروازہ لاکڈ تھا۔ ٹائیگر نے جیکٹ کی اندرونی جیب سے مخصوص تار نکالی اور اسے لاک کے کی ہول میں ڈال کر مخصوص انداز میں دائیں بائیں گھمانا شروع کر دیا۔ چندلمحوں کی کوشش کے بعد کٹک کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی دروازہ کھلتا چلا گیا۔ ٹائیگر اندر داخل ہوا۔ یہ ایک خاصا بڑا ہال نما کمرہ تھا جس کی دیواروں

میں بڑے بڑے سیف نصب تھے۔ تقریباً دس کے قریب سیف موجود تھے۔ ٹائیگر کو چونکہ معلوم ہی نہ تھا کہ ان دس سیفس میں سے کس میں وہ مشین موجود ہے اس لئے اس نے ان سب کو توڑ کر کھولنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کی نال کا سرا ایک سیف کے لاک پر رکھا اور ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی لاک ٹوٹ گیا تو ٹائیگر نے سیف کھولا لیکن اس میں فائلیں بھری ہوئی تھیں۔

ٹائیگر نے دوسرے سیف کا لاک توڑ کر اسے کھولا لیکن اس میں بھی وہ کیمرہ نما مشین موجود نہ تھی اور پھر چوتھے سیف میں موجود کیمرہ اسے نظر آ گیا۔ اس نے اسے اٹھایا اور پھر اسے چند لمحے غور سے دیکھنے کے بعد اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔ اس نے اسے کاندھے سے لٹکایا اور پھر تیزی سے مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا لیکن ابھی وہ دروازے سے باہر ہی آیا تھا کہ اس نے فائرنگ کی تیز آوازیں سنیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک نسوانی چیخ سنائی دی تو ٹائیگر دوڑتا ہوا اس طرف کو بڑھ گیا جہاں پرنسز سدرہ کو وہ چھوڑ گیا تھا۔ اسی لمحے ایک بار پھر فائرنگ ہوئی اور گولیاں اس کے سر کے اوپر سے چھوتی ہوئی گزر گئیں تو ٹائیگر نے ہاتھ میں موجود مشین پسٹل کا رخ سیدھا کیا اور فائر کھول دیا۔ دوسری طرف سے ایک انسانی چیخ سنائی دی اور پھر کسی کے نیچے گرنے کا دھماکہ سنائی دیا۔ ٹائیگر کو فائرنگ کرنے والا نظر نہ آ رہا

تھا لیکن گولیوں کی لائن سے وہ پہچان گیا تھا کہ فائرنگ کرنے والا سامنے برآمدے کے ستون کی اوٹ میں ہے۔ اس نے اسی اندازے پر فائرنگ کی اور دوسری طرف سے چیخ سننے کے بعد وہ سمجھ گیا کہ فائرنگ کرنے والا ہٹ ہو گیا ہے۔

پرنسز سدرہ فرش پر گری ہوئی تھی۔ اس کے بازو سے خون بہہ رہا تھا اور وہ اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ٹائیگر نے ایک جھٹکے سے اسے اٹھا کر کاندھے پر لادا اور پھر تیزی سے دوڑتا ہوا آگے بڑھ کر سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ وہ اب جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہتا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ فائرنگ کی آوازیں سن کر سفارت خانے کے مسلح سیکورٹی گارڈ اور پولیس پہنچ جائے گی۔ وہ سرنگ میں دوڑتا ہوا دوسری طرف سیڑھیوں پر پہنچ گیا۔ اسے یاد تھا کہ مارٹی نے کیسے راستے کھولے تھے اس لئے اسے کوئی مشکل پیش نہ آئی اور وہ سفارت خانے کی عقبی گلی میں پہنچ گیا۔

''میں ٹھیک ہوں۔ مجھے اتار دو''...... باہر آتے ہی پرنسز سدرہ نے کہا تو ٹائیگر نے اسے نیچے اتار دیا اور پھر وہ دونوں سائیڈ روڈ پر نکلے اور پنجوں کے بل دوڑتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ پرنسز سدرہ نے بازو پر موجود زخم پر ہاتھ رکھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ پر خون نظر آ رہا تھا لیکن وہ ہمت کر کے دوڑتی چلی جا رہی تھی اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ پارکنگ میں پہنچ گئے۔ وہاں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ وہاں ان کی کار کے ساتھ کئی اور کاریں بھی موجود

تھیں۔

''کار کی چابی مجھے دو۔ جلدی کرو۔ ہم نے یہاں سے فوراً نکلنا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''میری جیکٹ کی دائیں جیب سے نکال لو۔ میں ہاتھ زخم سے نہیں اٹھا سکتی''...... پرنسز سدرہ نے کہا تو ٹائیگر نے چابیاں نکالیں اور پھر کار کا لاک کھول کر اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

''جلدی کرو۔ سفارت خانے میں بڑی لائٹس کھولی جا رہی ہیں''...... سائیڈ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے پرنسز سدرہ نے کہا تو ٹائیگر نے کار سٹارٹ کی اور اسے ایک جھٹکے سے بیک کر کے کھلی جگہ پر موڑا اور پھر وہ سفارت خانے کی مخالف سمت میں کار لے گیا۔ اب انہیں دور سے پولیس گاڑیوں کے سائرن کی تیز آوازیں سنائی دے رہی تھیں لیکن وہ بہرحال محفوظ تھے۔ پرنسز سدرہ اب نڈھال سی ہو کر سیٹ پر تقریباً لیٹی ہوئی سی تھی۔ پچھلی رات ہونے کے باوجود سڑک پر ٹریفک بہرحال موجود تھی۔ ٹائیگر نے کار کافی دور لے جا کر ایک سائیڈ پر موجود درختوں کے ایک جھنڈ میں جا کر روک دی۔

''تمہاری بینڈ یج کرنا ہو گی۔ تمہارا کافی خون نکل گیا ہے اور مزید نکلنے کا مطلب تمہاری زندگی کو خطرہ بھی ہو سکتا ہے''...... ٹائیگر نے کار روکتے ہوئے کہا۔

''ڈگی میں ایمرجنسی میڈیکل باکس موجود ہے''...... پرنسز

سدرہ نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر ٹائیگر نے نہ صرف اس کے زخم کی بینڈ یج کر دی بلکہ اسے طاقت کے بھی دو انجکشن لگا دیئے اور یہ انجکشن لگنے پر پرنسز سدرہ کی حالت پہلے سے بہتر ہو گئی تو ٹائیگر کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے۔

''شکریہ''...... پرنسز سدرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مجھے تمہارا شکریہ ادا کرنا ہے۔ تم نے آج میری جان بچائی ہے ورنہ یہ لوگ ہمیں مار دیتے۔ تم نے آج واقعی جس انداز میں فائٹ کی ہے اس نے مجھے حیران کر دیا ہے''...... ٹائیگر نے کار چلاتے ہوئے کہا۔

''تمہاری جان بچانے کے لئے میں اس سے بھی آگے جا سکتی ہوں''...... پرنسز سدرہ نے قدرے لاڈ بھرے لہجے میں کہا تو ٹائیگر نے کوئی جواب دینے کی بجائے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ ظاہر ہے وہ اس وقت پرنسز سدرہ کی حالت کے پیش نظر کوئی سخت جواب نہیں دینا چاہتا تھا اس لئے وہ خاموش رہا اور اس کی اس خاموشی پر پرنسز سدرہ کی آنکھوں میں تیز چمک ابھر آئی۔ ظاہر ہے اس نے یہی سمجھنا تھا کہ ٹائیگر کے دل میں اس کے لئے نرم گوشہ پیدا ہو گیا ہے۔

عمران ہسپتال سے فارغ ہو کر واپس اپنی رہائش گاہ پہنچ چکا تھا۔ اسے یہاں واپس آئے ہوئے ابھی چند گھنٹے ہی ہوئے تھے اور وہ بیٹھا یہ سوچ رہا تھا کہ اب نیدر لینڈ جا کر وہاں سے وہ قدیمی تختیاں لے کر آئے۔ اس کے ساتھ ہی جوانا اور جوزف بھی ہسپتال سے واپس آ گئے تھے جبکہ ٹائیگر سے ابھی تک رابطہ نہیں ہوا تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''...... عمران نے یہاں بھی اپنے مخصوص لہجے میں اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

''یوسف رفائی بول رہا ہوں عمران صاحب''...... دوسری طرف سے مصر کے ڈپٹی سیکرٹری یوسف رفائی نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ رفائی صاحب آپ۔ فرمائیے کوئی خاص بات''۔ عمران نے بھی اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''آپ کے لئے ایک خوش خبری ہے۔ آپ نے جمال پاشا صاحب کو بتایا تھا کہ قدیم تاریخی تختیاں اور ہیرا نیدر لینڈ کے ماہر مصریات ڈاکٹر کارلینڈ کی تحویل میں ہیں تو جمال پاشا صاحب نے ان سے رابطہ کیا۔ پہلے رابطہ تو نہ ہو سکا کیونکہ وہ شاید بیمار تھے لیکن پھر بعد میں رابطہ ہو گیا اور جمال پاشا صاحب نے انہیں تختیوں کے بارے میں بتایا تو انہوں نے تسلیم کیا کہ تختیاں ان کی تحویل میں ہیں لیکن انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ چوری کی گئی ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ انہیں پڑھنے کے لئے مصر کی حکومت کی اجازت سے لایا گیا ہے۔ بہرحال انہوں نے جمال پاشا صاحب سے وعدہ کیا کہ تختیاں اور ہیرا واپس بھجوا دیا جائے گا اور آج حکومت نیدر لینڈ کی طرف سے تمام قدیمی تختیاں اور ہیرا حکومت مصر کو موصول ہو گیا ہے اور جمال پاشا صاحب نے انہیں چیک کر کے اوکے کر دیا ہے''۔ یوسف رفائی نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ پھر تو مبارک ہو۔ جن تختیوں اور ہیرے کی وجہ سے آپ اس قدر پریشان تھے وہ معاملہ طے ہو گیا''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یہ آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔ اگر آپ یہ کھوج نہ لگاتے کہ تختیاں اور ہیرا کہاں ہے تو ہم اسے کبھی واپس حاصل نہ کر

سکتے''...... یوسف رفاعی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس وقت وہ تختیاں کہاں ہیں''...... عمران نے پوچھا۔

''جمال پاشا صاحب کے پاس پہنچا دی گئی ہیں کیونکہ انہوں نے باقاعدہ اس کی درخواست کی تھی''...... ڈپٹی سیکرٹری یوسف رفاعی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اطلاع کا شکریہ''...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا لیکن جیسے ہی اس نے رسیور رکھا فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ایک بار پھر ہاتھ بڑھا کر رسیور دوبارہ اٹھا لیا۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''۔ عمران نے اپنے مخصوص انداز میں تعارف کراتے ہوئے کہا۔

''جمال پاشا بول رہا ہوں عمران بیٹے۔ تمہیں یوسف رفاعی صاحب نے تختیوں اور ہیرے کے بارے میں اطلاع دے دی ہو گی''...... دوسری طرف سے بڑے باوقار اور دھیمے لہجے میں کہا گیا۔

''جی ہاں۔ ابھی چند منٹ پہلے ان کی کال آئی ہے۔ مبارک ہو پاشا صاحب۔ مصر کی تاریخ دوبارہ دستیاب ہو گئی ہے''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ مگر یہ سب تمہاری ذہانت اور محنت کی وجہ سے ہوا ہے اور ہمیں تمہارے زخمی ہونے پر بھی بے حد پریشانی رہی ہے کیونکہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا ہے وہ ہماری وجہ سے ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے کرم کیا اور تمہیں نئی زندگی عنایت کر دی''...... جمال پاشا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ کی مہربانی پاشا صاحب۔ ویسے ہماری زندگی میں ایسا سب کچھ تو ہوتا رہتا ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''عمران بیٹے۔ اب تمہارا کیا پروگرام ہے۔ کیا تم ان اصل تختیوں کو دیکھ کر آرمس پروہت کے مقبرے کو ٹریس کرنے کی کوشش کرو گے یا اب تم واپس پاکیشیا جانا پسند کرو گے''...... جمال پاشا نے کہا۔

''میرا مشن ابھی مکمل نہیں ہوا۔ قدیم تاریخی تختیاں واپس لانا مشن کا ایک حصہ تھا جبکہ دوسرا اور اہم حصہ ان تختیوں کی مدد سے شیطان فطرت آرمس پروہت کے مقبرے کو ٹریس کرنا اور پھر اس مقبرے میں بند شیطنیت پھیلانے والی چیزوں کا خاتمہ کرنا ہے۔ ان تختیوں کے فوٹوگرافس سے ہم نے آرمس پروہت کے مقبرے کا جو اندازہ لگایا تھا وہ تو آپ کے بقول درست ثابت نہیں ہوا اس لئے ان تختیوں کو دوبارہ دیکھا جا سکتا ہے''...... عمران نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''بے حد شکریہ عمران بیٹے کہ تم اس حالت سے گزرنے کے باوجود مصر کی تاریخ بنانے کی خدمت کرنا چاہتے ہو۔ مصری قوم کی طرف سے اور میں ذاتی حیثیت سے بھی تمہارا شکر گزار ہوں۔ میں کار بھجوا دیتا ہوں۔ تم یہاں میرے پاس آ جاؤ تاکہ ایک بار پھر

اس اہم معاملے پر غور کیا جا سکے''...... جمال پاشا نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آپ کار بھجوا دیں۔ میں انتظار کروں گا''۔ عمران نے کہا۔

''او کے''...... جمال پاشا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو اس نے رسیور رکھا ہی تھا کہ ایک بار پھر گھنٹی کی آواز سنائی دی۔

''حیرت ہے۔ آج سب کو یہی نمبر یاد رہ گیا ہے''...... عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر رسیور اٹھا لیا۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''...... عمران نے ایک بار پھر اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

''رفائی بول رہا ہوں عمران صاحب۔ ایک اہم اطلاع آپ کو دینی ہے اس لئے دوبارہ فون کرنا پڑا ہے''...... دوسری طرف سے ڈپٹی سیکرٹری یوسف رفائی کی آواز سنائی دی۔

''کیسی اطلاع''...... عمران نے چونک کر کہا۔

''رات ہانگری سفارت خانے میں خوفناک کارروائی ہوئی ہے۔ عالی جناب سفیر صاحب کے ساتھ ساتھ سیکورٹی انچارج اور سیکورٹی کے کئی افراد کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا گیا ہے اور خاص بات یہ ہے کہ اس سلسلے میں آپ کے آدمی ٹائیگر کا نام لیا جا رہا ہے''۔ رفائی نے کہا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

''ٹائیگر کا ہانگری سفارت خانے سے کیا تعلق۔ یہ آپ کیا کہہ

رہے ہیں''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''وہاں زندہ حالت میں ملنے والے ایک سیکورٹی گارڈ نے بتایا ہے کہ مقامی سیکرٹ سروس کی رکن پرنسز سدرہ اور ٹائیگر دونوں کسی خفیہ راستے سے سفارت خانے میں داخل ہوئے جہاں سیکورٹی کے افراد نے انہیں بے ہوش کر کے گرفتار کر لیا۔ پھر سفیر صاحب کو بلایا گیا کیونکہ مقامی سیکرٹ سروس کی رکن پرنسز سدرہ کا معاملہ تھا کہ پھر اچانک فائرنگ ہوئی اور سفیر سمیت سب کو ہلاک کر کے وہ دونوں نکل جانے میں کامیاب ہو گئے۔ پولیس کے اعلیٰ حکام نے اس سلسلے میں حکومت سے رابطہ کیا ہے۔ وہ آپ کے آدمی ٹائیگر کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں اور سیکرٹ سروس کے چیف سے بھی پرنسز سدرہ کو گرفتار کرنے کی اجازت چاہتے ہیں''...... ڈپٹی سیکرٹری یوسف رفائی نے کہا۔

''تو آپ کیا چاہتے ہیں''...... عمران کے لہجے میں یکلخت سختی سی ابھر آئی۔

''میں تو یہی چاہتا ہوں کہ آپ اور آپ کے آدمی ان معاملات سے علیحدہ رہیں لیکن یہاں مصر میں پولیس خاصی طاقتور ہے اس لئے آپ اس سلسلے میں بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ میں نے تو صرف آپ کو اطلاع دینی تھی''...... رفائی نے جواب دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ ٹائیگر کے بارے میں یہ رپورٹ سن کر اسے

حیرت ہوئی تھی کیونکہ ابھی تک ٹائیگر نے اس سلسلے میں کوئی رپورٹ ہی نہ دی تھی اور اسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ٹائیگر اب کس نمبر پر موجود ہو گا لیکن اسے رسیور رکھے ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ جوزف کمرے میں داخل ہوا۔

''جمال پاشا صاحب نے کار بھجوائی ہے باس''...... جوزف نے کہا۔

''جوانا یہیں رہے گا جبکہ تم نے میرے ساتھ جمال پاشا کے پاس جانا ہے۔ جوانا کو بتا دو کہ اگر میری عدم موجودگی میں ٹائیگر خود آئے یا اس کا فون نمبر آئے تو اسے کہنا کہ وہ فوراً مجھ سے رابطہ کرے''...... عمران نے کہا۔

''یس باس''...... جوزف نے سر جھکاتے ہوئے کہا لیکن اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران سمجھ گیا کہ جمال پاشا کا فون آیا ہو گا۔ یہ بتانے کے لئے کہ کار انہوں نے بھجوا دی ہے۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''۔ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''ٹائیگر بول رہا ہوں باس۔ میں نے ہسپتال فون کیا تھا۔ وہاں سے معلوم ہوا کہ آپ وہاں سے فارغ ہو چکے ہیں۔ مجھے آپ سے اہم ملاقات کرنی ہے۔ کیا میں حاضر ہو جاؤں''...... ٹائیگر نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''یہ ملاقات ہانگری سفارت خانے کے سلسلے میں ہے''۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''یس باس۔ میں وہاں سے پروفیسر اسمٹ کی وہ مشین نکال لانے میں کامیاب ہو گیا ہوں جس سے آرمس پروہت کے مقبرے کو آسانی سے ٹریس کیا جا سکتا ہے''...... ٹائیگر نے کہا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔

''اوہ۔ اوہ۔ تو یہ وہی مشین ہے جس کے بارے میں تم نے اینڈرسن سے معلومات حاصل کی تھیں''...... عمران نے چونک کر کہا۔

''یس باس''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''تمہاری گرفتاری کے لئے پولیس بھاگ دوڑ کر رہی ہے۔ تم کہاں ہو اس وقت''...... عمران نے کہا۔

''میں نے میک اپ کر لیا ہے باس اس لئے پولیس مجھے ٹریس نہیں کر سکتی''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم نے جمال پاشا کی رہائش گاہ دیکھی ہوئی ہے''...... عمران نے کہا۔

''یس باس''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''میں وہاں جا رہا ہوں تم بھی وہیں آ جاؤ۔ پھر تفصیل سے بات ہو گی''...... عمران نے کہا۔

''یس باس''...... ٹائیگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھا اور جمال پاشا کے پاس جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

عمران، جمال پاشا کی رہائش گاہ کی لائبریری میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے ایک بڑی سی میز تھی جس پر ایک پیکٹ رکھا ہوا تھا۔ اس پیکٹ میں تختیاں تھیں جو مصر سے چرائی گئی تھیں اور نیدر لینڈ کے ڈاکٹر کارلینڈ تک پہنچ گئی تھیں۔ عمران انہی تختیوں کی برآمدگی کے لئے یہاں آیا تھا لیکن اس کا اصل مشن ان تختیوں کی مدد سے قدیم دور کے پروہت آرمس کا مقبرہ تلاش کرنا تھا جس میں اب بھی ایسی چیزیں موجود تھیں جن سے آرمس پروہت کی شیطنیت کا سلسلہ موجود تھا۔ عمران نے یہ معلومات حاصل کی تھیں کہ یہ تختیاں ڈاکٹر کارلینڈ کی تحویل میں ہیں تو جمال پاشا کی کوشش سے یہ تختیاں واپس کر دی گئی تھیں اور یہ وہی پیکٹ تھا جو نیدر لینڈ حکومت کی طرف سے حکومت مصر کو بھجوایا گیا تھا۔ اس میں دو تختیاں اس وقت عمران کے سامنے رکھی ہوئی تھیں جبکہ میز کی دوسری طرف ایک کرسی پر جمال پاشا بیٹھے ہوئے تھے جبکہ سائیڈ پر موجود ایک کرسی پر ٹائیگر یورپی میک اپ میں موجود تھا۔ عمران نے ٹائیگر کی اصلیت کے بارے میں جمال پاشا کو بتا دیا تھا۔ گو ابھی عمران اور ٹائیگر کی تفصیل سے بات نہیں ہوئی تھی۔ ٹائیگر کے کاندھے پر ایک بڑا سا کیمرہ بھی لٹکا ہوا تھا اور وہ خاموش بیٹھا ہوا تھا جبکہ لائبریری کے دروازے کے باہر جوزف بھی موجود تھا۔ جمال پاشا نے اسے اندر یا باہر بیٹھنے کے لئے کہا لیکن اس نے جمال پاشا کو یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ غلام اپنے آقا کے سامنے بیٹھ نہیں سکتا۔ جمال پاشا نے جب عمران سے اس آقا اور غلام کا مطلب پوچھا تو عمران نے انہیں جوزف کے بارے میں تفصیل بتا دی تو جمال پاشا، جوزف کے اس ادب سے بے حد متاثر ہوئے لیکن پھر انہوں نے جوزف سے اصرار نہ کیا کہ وہ بیٹھ جائے اس لئے جوزف دروازے کے باہر بڑے چوکنا انداز میں کھڑا تھا۔

’’آپ کا کہنا ہے کہ فرعون اسار کے اہرام سے مغرب کی طرف آرمس پروہت کا مقبرہ ٹریس نہیں ہو سکا‘‘...... اچانک عمران نے سر اٹھاتے ہوئے سامنے بیٹھے جمال پاشا سے مخاطب ہو کر کہا۔

’’ہاں۔ تم نے خود تو مشینی ریڈنگ ایونٹ دیکھا ہے۔ ہم نے مغرب میں سو میٹر تک چیکنگ کی ہے‘‘...... جمال پاشا نے کہا۔

’’جبکہ میں اصل تختیوں کو دیکھ کر بھی اپنے پہلے فیصلے پر قائم ہوں۔ آرمس پروہت کا مقبرہ فرعون اسار کے مغرب میں ڈیڑھ دو

سو میٹر کے اندر اندر موجود ہونا چاہئے''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میں تمہاری بات سمجھتا ہوں۔ تکنیکی طور پر تم درست کہہ رہے ہو لیکن عملی طور پر وہاں ایسا نہیں ہے۔ اب اس کا کیا حل ہو سکتا ہے''...... جمال پاشا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''باس۔ میں کچھ کہہ سکتا ہوں''...... اچانک خاموش بیٹھے ہوئے ٹائیگر نے کہا تو عمران کے ساتھ ساتھ جمال پاشا بھی چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

''ہاں بولو۔ کیا کہنا چاہتے ہو''...... عمران نے کہا۔

''باس۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں پروفیسر اسمٹ کی اس کیمرہ نما مشین سے چیکنگ کروں۔ شاید رزلٹ مثبت آ جائے''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''تم نے اس مشین کو چیک کیا ہے۔ یہ کس انداز میں بنائی گئی ہے''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ اس میں کاشیم ریز کو بلیو ایم ریز کے ساتھ مکس کر کے استعمال کیا گیا ہے اور یہ بات تو آپ بخوبی جانتے ہیں کہ بلیو ایم ریز زمین کے اندر بے حد گہرائی تک چیکنگ کر سکتی ہیں لیکن بلیو ایم ریز کے بارے میں آپ بھی جانتے ہیں کہ وہ گہرائی میں جانے کے باوجود اسی طرح واپس آ جاتی ہیں۔ وہ گہرائی میں جا کر پھیلتی نہیں ہیں جبکہ کاشیم ریز زیادہ گہرائی میں تو نہیں اتر سکتیں لیکن

ان کا پھیلاؤ بے حد وسیع ہوتا ہے اس لئے پروفیسر اسمٹ نے کاشیم ریز اور بلیو ایم ریز کو حیرت انگیز طور پر اس طرح مکس کیا ہے کہ اب بلیو ایم ریز گہرائی میں جا کر پھیل جاتی ہیں اور جب وہ واپس آتی ہیں اور مشین کی سکرین انہیں کیچ کرتی ہے تو زیر زمین خاصے وسیع ایریئے پر موجود ہر چیز کی تصویر سامنے آ جاتی ہے''...... ٹائیگر نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''تم نے یہ سب کیسے معلوم کیا ہے۔ کیا اس مشن میں فارمولا بھی موجود تھا''...... عمران نے کہا۔

''نو سر۔ میں نے اسے غور سے دیکھا ہے اور سمجھا ہے۔ اس میں کاشیم ریز اور بلیو ایم ریز کی دو علیحدہ علیحدہ بیٹریاں موجود ہیں جن پر ریز کے نام بھی لکھے ہوئے ہیں اور پھر تیسری بیٹری بھی موجود ہے۔ اب کاشیم ریز اور بلیو ایم ریز کے بارے میں تو آپ بھی بہت کچھ جانتے ہیں''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا تم بھی عمران کی طرح سائنس دان ہو''...... جمال پاشا نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

''میں تو سائنس کا طالب علم ہوں جناب اور عمران صاحب کا شاگرد ہونے کا اعزاز بھی مجھے حاصل ہے''...... ٹائیگر نے انکسارانہ لہجے میں کہا۔

''یہ واقعی سائنس کا طالب علم ہے اور ریز سبجیکٹ اس کا خاص مضمون ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ یہ ریز پر ہونے والی جدید ترین

تحقیقات سے بھی آگاہ رہتا ہے“...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”لیکن جو کچھ ٹائیگر بتا رہا ہے اس کا مطلب کیا بنتا ہے۔ کم از کم مجھے تو سمجھاؤ“...... جمال پاشا نے کہا۔

”آپ نے جس مشین کے ذریعے چیکنگ کی ہے اس میں صرف بلیو ایم ریز استعمال کی جاتی ہے جو گہرائی میں تو جاتی ہیں لیکن ان کا پھیلاؤ نہیں ہوتا اس لئے اردگرد پھیلے ہوئے معاملات کو سکرین پر نہیں لایا جا سکتا۔ یہ ریز خلائی معدنیاتی ٹریسنگ سیٹلائٹ میں استعمال کی جاتی ہیں۔ اس سے جہاں کوئی معدنیات ہوتی ہیں صرف وہی معدنیات ہی سکرین پر آ جاتی ہیں جبکہ کاشیم ریز کی وجہ سے جب بلیو ایم ریز پھیل جاتی ہیں تو وہ سکرین پر وسیع علاقے میں جو جو کچھ موجود ہوتا ہے وہ سب سکرین پر آ جاتا ہے اس لئے اس مشین کے ذریعے گہرائی میں وسیع رقبے کو چیک کیا جا سکتا ہے۔ یہ واقعی جدید ترین ایجاد ہے“...... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”تمہارا مطلب ہے کہ اس کے ذریعے آرمس پروہت کے مقبرے کو ٹریس کیا جا سکتا ہے“...... جمال پاشا نے کہا۔

”جی ہاں۔ بلکہ اس کے ذریعے اہراموں یا مقبروں میں دفن شدہ سامان جس میں سونا اور جواہرات بھی ہو سکتے ہیں سب کو چیک کیا جا سکتا ہے“...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ پھر تو ہمارے لئے یہ انتہائی مفید ترین مشین ہے۔ ایک قدیم تختی میں یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ قدیم دور میں مرنے والے کی ملکیت کی ہر چیز جس میں سونا اور جواہرات بھی شامل ہوتے ہیں اہراموں اور مقبروں میں رکھ دیئے جاتے تھے لیکن ایسا سامنے نہیں آیا۔ ہم نے اہراموں اور مقبروں کی زمین کو بھی مشینری سے چیک کیا ہے لیکن کوئی چیز سامنے نہیں آئی۔ اب اس مشین سے شاید ایسے خزانے سامنے آ جائیں“...... جمال پاشا نے کہا۔

”ہاں۔ ایسا ممکن ہے۔ بہرحال مشین آپ کی ہے آپ کے پاس ہی رہے گی۔ آپ اطمینان سے یہ کام کر سکتے ہیں۔ فی الحال تو اس مقبرے کو ٹریس کر کے اوپن کرنا ہے“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”باس۔ میں اور جوزف جا کر اس پر کام کرتے ہیں“...... ٹائیگر نے کہا۔

”نہیں۔ میں بھی ساتھ جاؤں گا۔ البتہ بڑی جیپ کا انتظام پاشا صاحب کریں گے اور ایک گائیڈ کا بھی“...... عمران نے جمال پاشا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”سب انتظام ہو جائے گا اور میں بھی ساتھ جاؤں گا تا کہ اگر مقبرہ ٹریس ہو جاتا ہے تو مصر کی قدیم تاریخ ابھرنے میں میرا بھی حصہ شامل رہے“...... جمال پاشا نے کہا تو عمران نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

کراؤن گروپ کا رچرڈ قاہرہ میں اپنی رہائش گاہ میں بنے ہوئے آفس میں موجود تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... رچرڈ نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

''ڈیوڈ کی کال ہے چیف''.... دوسری طرف سے اس کی فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔ وہ چونکہ اب مصر میں کراؤن کلب کے راجر کی ہلاکت کے بعد باقاعدہ چیف بن چکا تھا اور راجر کا ہیڈکوارٹر قاہرہ کی بجائے لاگور میں تھا اس وقت رچرڈ، راجر کے اسسٹنٹ کے طور پر قاہرہ میں کام کرتا تھا اور اس نے اپنی رہائش گاہ کو ہیڈکوارٹر قرار دے دیا تھا جبکہ اس کے تحت آٹھ ساتھی تھے جن کا انچارج ڈیوڈ تھا جو اب رچرڈ کی پہلی جگہ لے کر چیف کا اسسٹنٹ بن گیا تھا اور اس کا سیکشن ہیڈکوارٹر تھا۔

''کراؤ بات''...... رچرڈ نے کہا۔

''ہیلو چیف۔ میں ڈیوڈ بول رہا ہوں''...... ڈیوڈ کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''تم نے کئی دنوں سے کوئی رپورٹ نہیں دی۔ کیا ہوا عمران کا۔ کیا وہ ابھی تک ہسپتال میں ہے''...... رچرڈ نے پوچھا۔

''چیف۔ معاملات اس قدر الجھ گئے ہیں کہ میں اور میرے ساتھی ان دنوں بے حد مصروف رہے ہیں اور چونکہ ہم کسی نتیجے پر نہیں پہنچ رہے تھے اس لئے میں رپورٹ بھی نہ دے سکا۔ اب معاملات کسی ڈھب بیٹھ گئے ہیں اور ہمیں بھی واقعات کی سمجھ آ گئی ہے اس لئے میں نے آپ کو رپورٹ دینے کے لئے فون کیا ہے لیکن میری درخواست ہے کہ آپ مجھے ہیڈکوارٹر آنے کی اجازت دیں تاکہ تفصیل سے بات ہو سکے۔ ویسے بھی ان دنوں فون کالز پر مکمل اعتماد نہیں کیا جا سکتا''...... ڈیوڈ نے کہا۔

''ٹھیک ہے آ جاؤ''...... رچرڈ نے کہا اور ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبا کر اس نے ہاتھ اٹھایا اور ٹون آنے پر یکے بعد دیگرے تین بٹن پریس کر دیئے۔

''یس چیف''...... دوسری طرف سے فون سیکرٹری کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''ڈیوڈ آ رہا ہے۔ اسے میرے آفس آنا ہے۔ نوٹ کر لو''۔ رچرڈ نے کہا۔

’’یس چیف‘‘...... دوسری طرف سے کہا گیا تو رچرڈ نے رسیور رکھ دیا۔

’’ڈیوڈ کا لہجہ بتا رہا ہے کہ معاملات زیادہ سنجیدہ ہیں‘‘...... رچرڈ نے رسیور رکھ کر بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر تقریباً نصف گھنٹے بعد آفس کا دروازہ کھلا اور ڈیوڈ اندر داخل ہوا۔

’’بیٹھو‘‘...... رسمی کلمات کے بعد رچرڈ نے کہا تو ڈیوڈ میز کی دوسری طرف موجود کرسی پر بیٹھ گیا۔

’’ہاں۔ کیا معاملات ہیں جس کے لئے تمہیں یہاں آنا پڑا ہے‘‘...... رچرڈ نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

’’چیف۔ معاملات عجیب ہیں۔ پہلے تو میں یہ بتاؤں کہ ٹائیگر ہلاک نہیں ہوا۔ وہ زندہ ہے‘‘...... ڈیوڈ نے کہا تو رچرڈ نے بے اختیار اچھل پڑا۔

’’تم نے خود ہی رپورٹ دی تھی کہ وہ ہلاک ہو چکا ہے اور تم نے اس بات کو کنفرم بھی کر لیا تھا‘‘...... ڈیوڈ کے لہجے میں غصہ عود کر آیا تھا۔

’’یس چیف۔ لیکن میں اس لئے دھوکہ کھا گیا کہ جس ٹیکسی پر ہم نے میزائل فائر کئے اس میں ایک ہی غیر ملکی تھا اور دور سے وہ ٹائیگر ہی دکھائی دیا تھا۔ ہم نے بعد میں ایک غیر ملکی کی ہلاکت کنفرم کی تھی اس لئے ہم کنفرم ہو گئے کہ ٹائیگر ہلاک ہو چکا ہے لیکن بعد میں اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ وہ غیر ملکی ٹائیگر نہیں تھا۔ ٹائیگر راستے میں کہیں رک گیا تھا اس لئے وہ متوقع وقت پر نہ پہنچا تھا بلکہ اس کی جگہ کوئی اور غیر ملکی ٹیکسی میں بیٹھ کر وہاں پہنچا اور مارا گیا‘‘...... ڈیوڈ نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’بس یہی معاملہ ہے یا کوئی اور بات بھی ہے‘‘...... رچرڈ نے کہا۔

’’چیف۔ چند اور بھی معاملات ہیں جن پر آپ سے احکامات لینے ہیں‘‘...... ڈیوڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’کیا معاملات ہیں۔ کھل کر بات کرو‘‘...... رچرڈ نے تیز لہجے میں کہا۔ اس کے لہجے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ ٹائیگر کے زندہ بچ جانے پر اسے کافی زیادہ دھچکا لگا ہے۔

’’چیف۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ دو روز پہلے ہانگری سفارت خانے میں پراسرار طور پر ہانگری کے سفیر، سیکورٹی انچارج اور دوسرے سیکورٹی گارڈ ہلاک ہو گئے۔ وہاں فائرنگ کی آوازیں بھی سنی گئی تھیں۔ میں نے اس سلسلے میں جو انکوائری کی اس سے پتہ چلا کہ اس سلسلے میں مقامی سیکرٹ سروس کی رکن پرنسز سدرہ بھی ملوث تھی۔ وہ زخمی بھی ہوئی۔ یہ خبر ملتے ہی سیکرٹ سروس میں اپنے آدمی سے میں نے رابطہ کیا تو عجیب باتیں سامنے آئیں کہ ہانگری حکومت کی ایک ایجنسی قاہرہ میں کام کر رہی تھی جس کا انچارج اینڈرسن تھا اور ہانگری کے ایک سائنس دان پروفیسر اسمٹ نے ایک ایسی مشین ایجاد کی جو کیمرہ کے انداز میں بنائی گئی تھی۔ پروفیسر

اسمٹ اس مشین کو آزمانے کے لئے قاہرہ پہنچے اور ایک اہرام میں بظاہر مطالعہ کے لئے حکومت کی اجازت سے کام کرنے لگے۔ اس مشین کے ذریعے زمین کے اندر چھپایا گیا سونا اور جواہرات جو اور کسی مشین سے اجاگر نہیں ہو سکتے تھے اس مشین سے سامنے آ گئے۔ اس پروفیسر اسمٹ کے ایک ساتھی جیگر نے پروفیسر اسمٹ اور دوسرے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا۔ پھر اس جیگر کی لاش بھی ایک ویرانے سے ملی اور مشین اینڈرسن کے پاس پہنچ گئی۔ اینڈرسن نے اس مشین کی حفاظت کے لئے اسے مصر میں ہانگری سفارت خانے کے سپیشل سٹور میں رکھوا دیا۔ پھر ٹائیگر کسی طرح اینڈرسن تک پہنچ گیا اور اس نے اس سے معلوم کر لیا کہ یہ مشین ہانگری سفارت خانے میں موجود ہے۔ ٹائیگر نے اینڈرسن کو ہلاک کر دیا اور پھر پرنسز سدرہ کے ساتھ مل کر ہانگری سفارت خانے میں جا کر مشین حاصل کی اور سفیر اور سیکورٹی کے افراد کو بھی ہلاک کر دیا گیا۔ پرنسز سدرہ خود بھی زخمی ہو گئی''...... ڈیوڈ نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو رچرڈ کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

''تم نے بڑی عجیب خبر سنائی ہے۔ تبصرہ بعد میں ہو گا اور کوئی بات ہے یا نہیں''...... رچرڈ نے کہا۔

''یس باس۔ نیدر لینڈ حکومت نے اصل تختیاں اور ہیرا واپس کر دیا ہے اور یہ تختیاں جمال پاشا کے پاس بھجوا دی گئی ہیں۔ ہم سمجھ گئے کہ اب عمران جمال پاشا کے پاس آئے گا۔ چنانچہ ہم نے نہ

صرف وہاں خفیہ نگرانی شروع کر دی بلکہ اپنی مشینوں کے ذریعے اندر ہونے والی بات چیت بھی سننے کا انتظام کر لیا تاکہ عمران اور جمال پاشا کے درمیان ہونے والی بات چیت سن سکیں۔ ہماری اس نگرانی اور بات چیت سننے سے ہمیں حیرت انگیز معلومات ملی ہیں''...... ڈیوڈ نے کہا۔

''کیا معلوم ہوا ہے''...... رچرڈ نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

''سب سے پہلی بات تو یہ سامنے آئی ہے کہ ٹائیگر، عمران کے ساتھ تھا لیکن وہ یورپی میک اپ میں تھا۔ بات چیت سننے سے معلوم ہوا کہ یہ یورپی میک اپ میں ٹائیگر ہے۔ تب ہی ہمیں معلوم ہوا کہ ٹائیگر زندہ ہے۔ دوسری بات یہ سامنے آئی کہ یہ ٹائیگر بھی عمران کی طرح سائنس دان ہے اور ٹریسنگ مشین اس کے پاس ہے۔ تیسری اہم بات یہ سامنے آئی ہے کہ عمران نے پہلے تختیوں کے فوٹو گراف پڑھ کر فیصلہ کیا تھا کہ آرمس پروہت کا مقبرہ جسے ہم بھی تلاش کر رہے تھے فرعون اسار کے اہرام کے مغرب میں ہے لیکن جمال پاشا نے جدید مشینری سے اسے ٹریس کرنے کی کوشش کی مگر مقبرہ وہاں ٹریس نہ ہو سکا۔ اب اصل تختیاں دیکھنے کے باوجود عمران اپنی بات پر اڑا ہوا تھا۔ چنانچہ یہ فیصلہ ہوا کہ ہانگری مشین کے ذریعے فرعون اسار کے اہرام کے مغرب میں ٹریس کیا جائے۔ اس فیصلے کے بعد دو جیپوں میں سوار ہو کر عمران، جمال

پاشا، ٹائیگر، عمران کا ایک حبشی ساتھی اور جمال پاشا کے دو ملازم فرعون اسار کے اہرام کے مغرب میں پہنچے۔ ہم مشین کے ذریعے دور سے ان کی نگرانی کر رہے تھے اور ان کی گفتگو بھی سن رہے تھے۔ عمران اور ٹائیگر نے اس مشین کے ذریعے چیکنگ شروع کی اور پھر اس ہانگری مشین کے ذریعے ٹائیگر چیکنگ کرتا رہا۔ بظاہر اس کے چہرے پر ناکامی کے آثار موجود تھے لیکن اچانک عمران کے حبشی ساتھی جوزف نے بے اختیار چیخنا شروع کر دیا کہ وہ شیطانی بو محسوس کر رہا ہے۔ ہم سب اس کی بات سن کر حیران ہوئے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ پاگل ہو گیا ہو لیکن عمران نے اس کی بڑی حوصلہ افزائی کی اور جوزف ریت پر لیٹ کر سونگھتا رہا اور کھسکتا رہا۔ پھر ایک جگہ اس نے انگلی ریت میں ڈال دی اور فیصلہ کن لہجے میں کہنے لگا کہ بو یہاں نیچے سے آ رہی ہے جس پر ٹائیگر نے ہانگری مشین کو وہاں فوکس کیا اور پھر تھوڑی دیر بعد ٹائیگر نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں عمران اور جمال پاشا کو بتایا کہ جہاں جوزف نے انگلی ریت میں ڈالی تھی وہاں آرمس پروہت کے مقبرے کی تصویر مشین نے فوکس کی ہے تو عمران اور جمال پاشا نے اس مشین سے کھینچی گئی تصاویر دیکھ کر تسلیم کر لیا کہ یہی آرمس پروہت کے مقبرے کے اندرونی حصے کی تصویر ہے اور اس مقبرے میں سونے اور جواہرات کے ڈھیر موجود ہیں''...... ڈیوڈ نے مزید تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ گڈ نیوز۔ پھر اب کیا صورت حال ہے''...... رچرڈ نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''عمران اور ٹائیگر نے وہاں مخصوص نشانات لگائے اور پھر وہ سب واپس پہلے جمال پاشا کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ انہیں اور جیپوں کو وہاں چھوڑ کر عمران، ٹائیگر اور جوزف تینوں ایک کار میں بیٹھ کر اپنی رہائش گاہ پر چلے گئے ہیں''...... ڈیوڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا

''یہ مشین تو ہمارے لئے واقعی بے حد قیمتی ہے۔ اب یہ مشین کہاں ہے۔ ہمیں فوراً یہ مشین حاصل کرنی چاہئے''...... رچرڈ نے کہا۔

''یہ مشین اس وقت ٹائیگر کی تحویل میں ہے۔ جمال پاشا نے اس سے مشین مانگی تھی لیکن اس نے کہہ دیا کہ وہ اس کا فارمولا سمجھے گا اور دو روز بعد مشین واپس کر دے گا تو جمال پاشا نے اجازت دے دی''...... ڈیوڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یہ تو غلط ہو گیا۔ جمال پاشا سے تو مشین حاصل کرنا آسان تھا۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ دو تین روز انتظار کیا جائے اور جب یہ مشین واپس جمال پاشا یا حکومت کو دی جائے تو پھر اسے حاصل کیا جائے''...... رچرڈ نے کہا۔

''نہیں چیف۔ اسے فوراً حاصل کرنا ہو گا ورنہ یہ مشین پاکیشیا پہنچا دی جائے گی اور پھر اس کی واپسی بے حد مشکل ہو جائے گی''۔

ڈیوڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''لیکن مقابل میں عمران اور اس کے ساتھی ہوں گے''۔ رچرڈ نے قدرے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

''کوئی مسئلہ نہیں ہے چیف۔ ہم باہر سے بے ہوش کر دینے والی گیس اندر فائر کر دیں گے اور پھر اندر جا کر مشین اٹھا لیں گے اور وہاں موجود سب افراد کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیں گے اور باہر آ جائیں گے۔ اس طرح مشین ہمارے پاس آ جائے گی اور کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہو گی کہ مشین کون لے گیا اور عمران اور ٹائیگر دونوں ہی ہلاک ہو جائیں گے''...... ڈیوڈ نے باقاعدہ پلاننگ بتاتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ یہ بہتر پلاننگ رہے گی اور پھر یہ کام فوری کر ڈالو''...... رچرڈ نے کہا۔

''یس چیف''...... ڈیوڈ نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

''وش یو گڈ لک۔ یہ تمہارا بہت بڑا کارنامہ ہو گا''...... رچرڈ نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

''آپ بے فکر رہیں چیف۔ ہم کامیاب رہیں گے''...... ڈیوڈ نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا اور مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

پرنسز سدرہ اپنی رہائش گاہ میں بنے ہوئے اپنے آفس میں موجود تھی۔ وہ آج صبح ہی ہسپتال سے فارغ ہو کر واپس رہائش گاہ پر آئی تھی۔ اس کے بازو پر جو زخم آیا تھا وہ اب مکمل طور پر مندمل ہو چکا تھا اور وہ اپنے آپ کو مکمل فٹ محسوس کر رہی تھی۔ وہ بیٹھی سوچ رہی تھی کہ وہ ٹائیگر سے رابطہ کر کے تازہ ترین حالات معلوم کرے کیونکہ ہانگری سفارت خانے میں اس کے زخمی ہو کر گرنے کے بعد ٹائیگر ہی اسے اٹھا کر باہر لایا تھا اور پھر کار میں ڈال کر وہ اسے یہاں پہنچا گیا تھا۔ راستے میں ٹائیگر نے اس کے زخم کی بینڈیج بھی کی تھی لیکن جب سیکرٹ سروس کے چیف کو اس کے زخمی ہونے کا پتہ چلا تو چیف کے اصرار پر وہ سپیشل ہسپتال داخل ہو گئی اور آج اسے وہاں سے فارغ کر دیا گیا تھا۔ وہ بیٹھی سوچ رہی تھی کہ اب ٹائیگر نجانے کہاں ہو گا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ واپس

پاکیشیا چلا گیا ہو۔ گو اس کا دل کہہ رہا تھا کہ اگر وہ جاتا تو کم از کم جاتے ہوئے اسے ملنے ضرور آتا لیکن پھر اسے خیال آ جاتا کہ ٹائیگر کٹھور دل آدمی ہے۔ ابھی وہ بیٹھی یہ سب کچھ سوچ رہی تھی کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

“پرنسز سدرہ بول رہی ہوں” ...... پرنسز سدرہ نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

“اعظم سالار بول رہا ہوں۔ مکمل صحت یابی پر میری طرف سے مبارک باد قبول کرو” ...... دوسری طرف سے اس کے چیف اعظم سالار کی آواز سنائی دی تو اس کا چہرہ بے اختیار کھل اٹھا۔

“بہت شکریہ چیف۔ بہت شکریہ” ...... پرنسز سدرہ نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

“تمہارے لئے اہم اطلاعات ہیں” ...... اعظم سالار نے دوسری طرف سے کہا۔

“وہ کیا چیف” ...... پرنسز سدرہ نے چونک کر کہا۔

“نیدر لینڈ حکومت نے قدیم تختیاں اور تاریخی ہیرا واپس کر دیا ہے” ...... اعظم سالار نے کہا۔

“نیدر لینڈ۔ کیا انہوں نے خود ہی واپس کیا ہے انہیں”۔ پرنسز سدرہ نے چونک کر کہا۔

“نہیں۔ عمران اور اس کے شاگرد ٹائیگر نے سراغ لگایا کہ یہ تختیاں اور ہیرا نیدر لینڈ پہنچ چکا ہے اور وہاں ماہر مصریات ڈاکٹر کارلینڈ کی تحویل میں ہیں۔ عمران نے جمال پاشا کو بتایا تو جمال پاشا نے ڈاکٹر کارلینڈ کو فون کیا جس پر انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ حکومت سے کہہ کر یہ سب انہیں واپس کرا دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ہے” ...... اعظم سالار نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

“اوہ۔ یہ تو بہت اچھا ہوا۔ مصر کی تاریخی تختیاں اب مصر میں ہی رہیں گی” ...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

“اب دوسری اہم اطلاع بھی سن لو۔ جو مشین ہانگری سفارت خانے سے تم نے اور ٹائیگر نے حاصل کی تھی اس مشین کے ذریعے فرعون اسار کے اہرام کے مغرب میں عمران، ٹائیگر اور عمران کے ساتھی جوزف نے جمال پاشا کی موجودگی میں آرمس پروہت کا مقبرہ ٹریس کر لیا ہے اور یہ مصر کی تاریخ کی بہت بڑی اور عظیم الشان کامیابی ہے۔ یہ لوگ واقعی حیرت انگیز انداز میں کام کرتے ہیں” ...... اعظم سالار نے کہا۔

“یہ تو انتہائی حیرت انگیز بات ہے چیف۔ آپ نے کہا ہے کہ مشین کے ذریعے مقبرہ ٹریس ہوا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ عمران اسے ٹریس کرنے میں ناکام رہا ہے” ...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

“اوہ نہیں۔ عمران نے قدیم تختیوں کے فوٹوگرافس دیکھ کر یہ دعویٰ کیا تھا کہ آرمس پروہت کا مقبرہ فرعون اسار کے اہرام کے مغرب میں ہے۔ اس کے بعد عمران پر حملہ ہوا اور وہ ہسپتال پہنچ گیا۔ جمال پاشا صاحب نے اس کے دعویٰ کے پیش نظر فرعون

اسار کے اہرام کے مغرب میں جدید مشینوں کے ذریعے چیکنگ کی لیکن آرمس پروہت کے مقبرے کا محل وقوع ٹریس نہ ہو سکا۔ پھر عمران ہسپتال سے فارغ ہو کر اپنے شاگرد ٹائیگر اور اپنے ساتھی جوزف کے ساتھ جمال پاشا کے پاس پہنچا اور وہاں نیدر لینڈ سے آنے والی اصل تختیوں کو دیکھ کر اس نے اپنے پہلے دعویٰ پر اصرار کیا لیکن جمال پاشا صاحب انکاری تھے کیونکہ وہ جدید مشینوں سے چیکنگ کر چکے تھے۔ اس پر ٹائیگر نے کہا کہ وہ اس مشین کے ذریعے چیکنگ کرے گا اور عمران کے ساتھی جوزف نے کہا کہ وہ شیطان آرمس پروہت کی بو سونگھ کر مقبرہ ٹریس کر لے گا۔ عمران نے چونکہ اپنے ساتھیوں کی باتوں کو انتہائی سنجیدگی سے لیا تھا اس لئے جمال پاشا صاحب بھی مان گئے اور پھر یہ سب لوگ فرعون اسار کے اہرام کے مغرب میں گئے۔ ہمارے آدمی بھی وہاں پہنچے اور جو رپورٹ ملی ہے اس کے مطابق اس مشین کے ذریعے اسے ٹریس کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اصل سپاٹ سامنے نہیں آ رہا تھا کہ عمران کے ساتھی جوزف نے ریت کو سونگھنا شروع کر دیا اور پھر اس نے ایک جگہ ریت میں انگلی ڈال دی اور کہا کہ یہاں نیچے سے شیطان کی بو آ رہی ہے تو عمران کے کہنے پر ٹائیگر نے اس جگہ کو جب مشین سے چیک کیا تو واقعی وہاں سے آرمس پروہت کے مقبرے کے آثار سامنے آ گئے اور پھر وہاں مخصوص نشانات لگا کر وہ سب واپس آ گئے اور جمال پاشا صاحب نے اب اس مقبرے کو اوپن کرنے کے ٹاسک کی تیاریاں شروع کر دی ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ جلد ہی حکومت سے اس کی اجازت مل جائے گی اور پھر اسے اوپن کر کے مصر کی تاریخ میں قابل قدر اضافہ ہو جائے گا“۔ اعظم سالار نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”حیرت انگیز چیف۔ یہ لوگ آخر کس طرح کی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ جو کام جمال پاشا صاحب جیسے ماہر نہ کر سکے وہ کام انہوں نے اس انداز میں کر دیا۔ اب وہ مشین کہاں ہے۔ کیا وہ حکومت کی تحویل میں ہے یا“...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

”وہ ٹائیگر کی تحویل میں ہے۔ اس نے دو روز کے لئے جمال پاشا صاحب کی اجازت سے اسے اپنی تحویل میں رکھا ہے تاکہ اس کے فارمولے کو چیک کر کے پاکیشیا جا کر ایسی ہی مشین تیار کر سکے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس سے پاکیشیا میں نئی معدنیات دریافت ہونے کا امکان ہے“...... اعظم سالار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”چیف۔ ٹائیگر سائنس دان تو نہیں ہے۔ اس کے لئے تو اسے سائنس دانوں کی مدد حاصل کرنا پڑے گی اس لئے لازماً وہ مشین پاکیشیا لے جانے کی کوشش کرے گا اور ایسا نہیں ہونا چاہئے“۔ پرنسز سدرہ نے اس بار غصیلے لہجے میں کہا۔

”ٹائیگر بھی عمران کی طرح اعلیٰ تعلیم یافتہ سائنس دان ہے اور ریز اس کا خصوصی سبجیکٹ ہے“...... اعظم سالار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے چیف۔ اس نے تو مجھے کہا ہے کہ وہ پاکیشیا کی انڈر ورلڈ میں عمران کے لئے کام کرتا ہے۔ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور سائنس دان کیسے ہو سکتا ہے''...... پرنسز سدرہ کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔

''جو میں کہہ رہا ہوں وہ درست ہے۔ عمران جو ڈگریاں بتاتا ہے وہ درست ہیں اور ٹائیگر بھی ایسا ہی ہے''...... اعظم سالار نے کہا تو پرنسز سدرہ نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

''یہ واقعی حیرت انگیز لوگ ہیں۔ یہ ٹائیگر اب کہاں ہے چیف۔ میں اس سے ملنا چاہتی ہوں''...... پرنسز سدرہ نے قدرے جذباتی لہجے میں کہا۔

''وہ عمران کی رہائش گاہ پر موجود ہے۔ میں تمہیں فون نمبر دے دیتا ہوں۔ اس سے بات کر لو۔ ان کا مشن بہرحال پورا ہو چکا ہے۔ اب وہ جلد از جلد واپس جانے کی ہی کوشش کریں گے۔ تم ان سے مل لو''...... اعظم سالار نے کہا اور اس کے ساتھ ہی فون نمبر بھی بتا دیا۔

''یہ رہائش گاہ کہاں ہے چیف''...... پرنسز سدرہ نے پوچھا۔

''فلاور کالونی کوٹھی نمبر فور ون فور''...... اعظم سالار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''او کے چیف۔ آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے موجودہ حالات سے روشناس کرا دیا ہے''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''میں چاہتا ہوں کہ تمہاری کارکردگی بھی عمران جیسی نہ سہی کم از کم اس کے شاگرد ٹائیگر جیسی ہو جائے''...... اعظم سالار نے کہا۔

''ایسا ہی ہو گا چیف۔ میں ٹائیگر کو کہوں گی کہ وہ کچھ عرصہ یہاں رہ کر مجھے ان معاملات میں خصوصی ٹریننگ دے اور مجھے یقین ہے کہ وہ میری بات نہیں ٹالے گا''...... پرنسز سدرہ نے بڑے جذباتی لہجے میں کہا۔

''وش یو گڈ لک''...... دوسری طرف سے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو پرنسز سدرہ نے کریڈل دبا کر ہاتھ اٹھایا اور ٹون آنے پر اس نے تیزی سے چیف کے بتائے ہوئے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''جوزف بول رہا ہوں''...... رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے سرد اور سخت لہجے میں کہا گیا جیسے فون کر کے اس نے کوئی جرم کر دیا ہو۔

''پرنسز سدرہ بول رہی ہوں۔ ٹائیگر سے بات کراؤ''۔ پرنسز سدرہ نے خاصے غصیلے لہجے میں کہا۔

''آپ نے غلط جگہ فون کیا ہے۔ آپ چڑیا گھر فون کریں ٹائیگر کے لئے''...... دوسری طرف سے انتہائی سخت لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو پرنسز سدرہ کو ایسے محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے منہ پر تھپڑ مار دیا ہو۔ وہ غصے سے شعلے کی طرح بھڑکنے لگی۔

''نانسنس۔ نجانے کیسے احمق لوگ اکٹھے کر رکھے ہیں اس عمران نے۔ نانسنس''...... پرنسز سدرہ نے غصے سے کھولتے ہوئے لہجے میں کہا اور ایک بار پھر کریڈل دبا کر اس نے ٹون آنے پر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''یس۔ ٹائیگر بول رہا ہوں''...... اس بار دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی تو پرنسز سدرہ کے چہرے پر موجود غصہ یکلخت اس طرح کافور ہو گیا جیسے سورج نکل آنے سے بادل چھٹ جاتے ہیں۔

''پرنسز سدرہ بول رہی ہوں۔ میں نے پہلے بھی فون کیا تھا جو کسی جوزف نے اٹنڈ کیا اور مجھے کہا کہ ٹائیگر سے ملنے کے لئے چڑیا گھر جاؤں۔ یہ کیا نانسنس آدمی ہے''...... پرنسز سدرہ نے گلہ کرتے ہوئے کہا تو دوسری طرف ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

''وہ میرے پاس فون سیٹ رکھ گیا ہے اور کہہ گیا ہے کہ ابھی پرنسز سدرہ کا فون آئے گا اور ایسا ہی ہوا ہے''...... ٹائیگر نے ہنستے ہوئے کہا تو پرنسز سدرہ بھی بے اختیار ہنس پڑی۔

''میں آج ہسپتال سے فارغ ہو کر آئی ہوں۔ تمہارے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ تم نے اپنے استاد عمران اور اس جوزف کے ساتھ مل کر آرمس پروہیت کا مقبرہ اس مشین سے ٹریس کر لیا ہے جو بانگری سفارت خانے سے حاصل کی گئی تھی''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''ہاں۔ لیکن تمہیں کس نے اطلاع دی ہے''...... ٹائیگر نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ میں سیکرٹ سروس کی رکن ہوں۔ مجھ تک خبریں بہرحال پہنچ جاتی ہیں''...... پرنسز سدرہ نے بڑے فاخرانہ لہجے میں کہا۔

''اوہ اچھا۔ میں سمجھ گیا۔ جمال پاشا صاحب نے تمہارے چیف کو بتایا ہو گا اور تمہارے چیف نے تمہیں۔ بہرحال تمہاری بات درست ہے''...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہاں ہے۔ نام تو تمہارا ٹائیگر ہے لیکن باتیں عقل کی کرتے ہو۔ اچھا بتاؤ کہ تم مجھ سے ملنے آ رہے ہو۔ میں تمہارے منہ سے سب کچھ سننا چاہتی ہوں''...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''سوری۔ میں نے باس سے ایک اہم معاملے پر تفصیلی بات کرنی ہے اس لئے میں تو نہیں آ سکتا۔ اگر تم آنا چاہو تو آ جاؤ۔ پھر باتیں ہوں گی''...... ٹائیگر نے کہا۔

''اوکے۔ میں آ رہی ہوں''...... پرنسز سدرہ نے ٹائیگر کی بات پر مسرت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اسے اس بات پر ہی خوشی ہو رہی تھی کہ ٹائیگر نے ملنے سے انکار نہیں کیا۔ اس نے رسیور رکھا اور اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی تا کہ لباس تبدیل کر کے وہ فلاور کالونی جا سکے۔

کار تیزی سے دوڑتی ہوئی جدید تعمیر شدہ فلاور کالونی میں داخل ہوئی۔ یہ کالونی ابھی حال ہی میں تعمیر ہوئی تھی۔ اس کا ڈیزائن اس انداز میں تیار کیا گیا تھا کہ پورے قاہرہ میں اس کالونی کی تعریف کی جاتی تھی۔ اس کی سب سے بڑی خوبصورتی یہ تھی کہ اس کالونی کی ہر کوٹھی کو کارنر کوٹھی کے انداز میں بنایا گیا تھا۔ کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر ڈیوڈ بیٹھا ہوا تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر روکس اور عقبی سیٹ پر ڈیوڈ کے دو ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔

''باس۔ گیس فائر کرنے کے بعد ہم اندر کدھر سے جائیں گے''۔ سائیڈ سیٹ پر بیٹھے ہوئے روکس نے ڈیوڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ظاہر ہے فرنٹ سے تو نہیں جا سکتے۔ عقبی طرف سے ہی جائیں گے۔ یہاں ہر کوٹھی کے عقب میں گلی چھوڑی گئی ہے جس میں کوڑا کرکٹ کے ڈرم رکھے جاتے ہیں۔ ان ڈرموں کی وجہ سے عقبی دیوار پھاندنے میں بھی آسانی رہے گی''...... ڈیوڈ نے جواب

دیتے ہوئے کہا۔

''اور باس واپسی تو فرنٹ گیٹ سے ہی ہو سکتی ہے''...... عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے اس کے ایک ساتھی نے کہا۔

''ہاں جیمز۔ واپسی تو کوئی مسئلہ نہ ہو گی۔ اصل مسئلہ اندر جانے کا ہے''...... ڈیوڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد کار ایک جدید تعمیر شدہ کوٹھی کے بند گیٹ کے سامنے سے گزری تو سب نے اس کوٹھی کی طرف اس طرح دیکھا جیسے اس کی شناخت کر رہے ہوں۔ کار آگے جا کر ایک پبلک پارکنگ میں مڑ گئی اور پھر پارکنگ میں جا کر رک گئی۔

''مجھے کوٹھی پر کوئی حفاظتی انتظامات تو نظر نہیں آئے''...... روکس نے کار سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

''یہ ان کی عارضی رہائش گاہ ہے۔ ہیڈ کوارٹر نہیں ہے''...... ڈیوڈ نے مسکراتے ہوئے کہا تو سب نے اس کی بات کی تصدیق کے لئے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

''آؤ۔ ہمیں اب سائیڈ سے ہو کر عقبی طرف جانا ہے لیکن ہم اکٹھے نہیں جائیں گے۔ ایک دوسرے کے پیچھے لیکن وقفہ دے کر جائیں گے تاکہ اگر نگرانی ہو رہی ہو تو ہم پر شک نہ ہو سکے۔ میرے پاس گیس پسٹل ہے۔ میں سائیڈ سے اندر کیپسول فائر کر دوں گا''...... ڈیوڈ نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ مڑ کر پبلک پارکنگ سے باہر نکل گیا۔ اس سے کچھ دیر بعد روکس

بھی اس کے پیچھے چل پڑا اور پھر وقفہ وقفہ سے باقی دو بھی روانہ ہو گئے۔ ڈیوڈ بڑے اطمینان بھرے انداز میں سڑک کی سائیڈ پر بنے ہوئے فٹ پاتھ پر چلتا ہوا آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ اس کی تیز نظریں ماحول کا بخوبی جائزہ لیتی جا رہی تھیں۔

ٹریفک سڑکوں پر موجود تھا لیکن پیدل چلنے والوں کی تعداد خاصی کم تھی۔ مطلوبہ کوٹھی اس کے بائیں ہاتھ پر تھی۔ اس کا ایک ہاتھ جیب میں تھا اور جب اسے اندازہ ہوا کہ اب کوٹھی کی اندرونی عمارت قریب آ گئی ہے تو اس نے ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر دیکھا اور جیب سے گیس پسٹل نکال کر اس نے اس کا رخ کوٹھی کی اندرونی طرف کیا اور یکے بعد دیگرے ٹریگر دباتا چلا گیا۔ چار کیپسول فائر ہوئے اور وہ سب اڑتے ہوئے اندر جا گرے اور پھر ہلکے ہلکے دھماکوں کی آوازیں سنائی دیں۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے گیس پسٹل واپس جیب میں ڈالا اور ایک بار پھر آگے بڑھنے لگا۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔ اسے معلوم تھا کہ یہ فوراً اثر کرنے والی گیس چند لمحوں میں پوری کوٹھی میں پھیل کر وہاں موجود ہر فرد کو بے ہوش کر دے گی اور یہ گیس ایسی تھی کہ جس قدر تیزی سے اثر پذیر ہوتی تھی اتنی ہی تیزی سے فضا میں مل کر ختم بھی ہو جاتی تھی لیکن پھر بھی کم از کم پانچ منٹ انتظار کرنا ضروری تھا اس لئے وہ اطمینان سے چلتا ہوا آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ پھر کوٹھی ختم ہو گئی اور عقبی گلی آ گئی تو وہ عقبی گلی میں مڑ گیا۔ وہاں واقعی کوڑا کرکٹ کے چار ڈرم موجود تھے۔ ان میں سے دو دیوار کے قریب تھے جبکہ دو کچھ فاصلے پر موجود تھے۔ ڈیوڈ ایک ڈرم کی اوٹ میں ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد روکس بھی گلی میں داخل ہوا۔

''اب میں اندر جا رہا ہوں''...... ڈیوڈ نے کہا اور پھر بجلی کی سی تیزی سے وہ ڈرم پر چڑھ کر دیوار پر چڑھا اور پلک جھپکنے میں اندر کود گیا۔ اس کے اندر کودنے سے ہلکا سا دھماکہ ہوا لیکن ڈیوڈ جانتا تھا کہ گیس کے اثرات کی وجہ سے اس دھماکے پر کوئی ردعمل نہ ہو گا اس لئے وہ اٹھا اور آگے بڑھ گیا۔ گیس کی نامانوس بو اس کو محسوس نہ ہو رہی تھی۔ اسی لمحے اسے اپنے عقب میں دھماکہ سنائی دیا تو وہ مڑا۔ اس نے روکس کو اٹھتے ہوئے دیکھا تو وہ وہیں رک گیا تاکہ سب ساتھی اندر آ جائیں تو پھر وہ سب اکٹھے ہو کر آگے بڑھیں۔ ویسے اسے اب خیال آ رہا تھا کہ وہ جا کر چھوٹا پھاٹک کھول دیتا تو اس کے ساتھی آسانی سے اندر آ سکتے تھے لیکن پھر اسے خیال آ گیا کہ کہیں سے بھی انہیں چیک کیا جا سکتا تھا اس لئے یہی طریقہ درست ثابت ہو گا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے باقی ساتھی اندر پہنچ گئے تو وہ سب سائیڈ گلی سے ہوتے ہوئے فرنٹ پر پہنچ گئے۔ وہاں پھاٹک کے قریب ایک ملازم نما آدمی زمین پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ وہ عمارت کے اندر داخل ہوئے تو انہوں نے ایک کمرے میں دو آدمیوں کو کرسیوں پر بے ہوش پڑے ہوئے دیکھا جبکہ اس

کمرے کے دروازے پر ایک افریقی حبشی فرش پر بے ہوش پڑا ہوا تھا جبکہ ایک ایکریمی حبشی ایک اور کمرے میں کرسی پر بے ہوشی کے عالم میں پڑا پایا گیا تھا۔ ان کے علاوہ وہاں اور کوئی آدمی نہیں تھا۔ ڈیوڈ جانتا تھا کہ عمران اور اس کا شاگرد ٹائیگر اکٹھے کمرے میں ہیں۔ گو ٹائیگر یورپی میک اپ میں تھا لیکن وہ اسے اس میک اپ میں جمال پاشا کے پاس دیکھ چکا تھا۔ مشین اس کے پاس ہی تھی۔

''وہ مشین ہم نے تلاش کرنی ہے۔ سب کمروں میں پھیل جاؤ اور چیک کرو۔ کیمرے کی شکل کی مشین ہے''...... ڈیوڈ نے اپنے ساتھیوں سے کہا تو وہ سب سر ہلاتے ہوئے باہر چلے گئے جبکہ ڈیوڈ نے عمران اور ٹائیگر کے کمرے میں موجود الماری کو چیک کیا۔ وہاں موجود میز کی درازوں کو بھی چیک کیا گیا لیکن وہاں وہ مشین موجود نہ تھی اور پھر تھوڑی دیر بعد اسے رپورٹ مل گئی کہ پوری عمارت میں کہیں بھی کوئی کیمرہ نما مشین موجود نہیں ہے۔

''مشین یہیں ہونی چاہئے۔ کہاں جا سکتی ہے وہ''...... ڈیوڈ نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

''باس۔ کوئی خفیہ تہہ خانہ ہو۔ ہمیں اس نقطہ نظر سے بھی تلاشی لینی چاہئے''...... ڈیوڈ کے ساتھی جیمز نے کہا۔

''ہاں چلو۔ ہم سب مل کر تلاش کرتے ہیں''...... ڈیوڈ نے کہا اور پھر کافی دیر تک کوشش کے باوجود وہ وہاں کوئی خفیہ تہہ خانہ یا سیف ٹریس نہ کر سکے اور مشین بھی انہیں کہیں نظر نہ آئی۔

''اب ایک ہی صورت ہے کہ انہیں ہوش میں لا کر ان سے معلوم کیا جائے''...... ڈیوڈ نے کہا۔

''باس۔ اس ٹائیگر کو ہوش میں لایا جائے۔ اسے معلوم ہو گا۔ البتہ باقی تینوں کو ہوش میں لانے سے پہلے گولی مار دی جائے''۔ روکس نے کہا۔

''نہیں۔ کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہو سکتا ہے۔ یہ لوگ جس گیس سے بے ہوش ہوئے ہیں یہ دس گھنٹوں سے پہلے خودبخود ہوش میں نہیں آ سکتے اس لئے بے فکر رہو۔ یہاں سے کوئی رسی ڈھونڈھو تاکہ اس ٹائیگر کو ہوش میں لانے سے پہلے اچھی طرح باندھ دیا جائے''...... ڈیوڈ نے کہا اور پھر اس کے حکم پر رسی کا بنڈل لایا گیا اور پھر ٹائیگر کو وہاں سے اٹھا کر ایک اور کمرے میں لایا گیا اور وہاں کرسی پر ڈال کر اسے رسی سے اچھی طرح باندھ دیا گیا۔ ابھی وہ اسے باندھ کر فارغ ہوئے ہی تھے کہ یکلخت ڈور بیل کی آواز سنائی دی تو وہ سب بے اختیار اچھل پڑے۔

''اوہ۔ کون آ گیا''...... ڈیوڈ نے کہا۔

''اسے کمرے میں لانا پڑے گا''...... روکس نے کہا۔ اسی لمحے گھنٹی دوبارہ بجائی گئی۔

''آؤ۔ اب جو بھی ہے اسے تو ساتھ لانا ہی ہے''...... ڈیوڈ نے کہا اور پھر وہ سب عمارت سے نکل کر تیزی سے چلتے ہوئے پھاٹک کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

''اس گارڈ کو ایک طرف ڈال دو اور تم سب یہاں اوٹ میں ہو جاؤ۔ جیمز تم پھاٹک کھولو گے۔ باہر کار موجود ہے''...... ڈیوڈ نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا اور پھر بے ہوش پڑے ہوئے گارڈ کو گھسیٹ کر انہوں نے ایک طرف ڈال دیا جبکہ جیمز چھوٹے پھاٹک کی طرف بڑھ گیا۔ ڈیوڈ اور اس کے ساتھ اوٹ میں ہو گئے لیکن ان کی نظریں پھاٹک پر جمی ہوئی تھیں۔ جیمز چھوٹا پھاٹک کھول کر باہر نکل گیا۔ چند لمحوں بعد وہ واپس آیا اور اس نے چھوٹا پھاٹک بند کیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ان کی طرف آیا۔

''پرنسز سدرہ ہے اور اکیلی ہے''...... جیمز نے کہا۔

''اوہ۔ یہ ان سے ملنے آئی ہو گی۔ جا کر پھاٹک کھولو۔ اسے بھی بے ہوش کر کے باندھنا ہو گا اور سنو۔ تم اسے ساتھ لے کر عمارت میں آؤ۔ ہم وہاں اس کے سر پر چوٹ لگا کر اسے بے ہوش کریں گے۔ جاؤ''...... ڈیوڈ نے جیمز سے کہا اور پھر باقی ساتھیوں کو اپنے ساتھ چلنے کا کہا اور پھر وہ سب پنجوں کے بل دوڑتے ہوئے عمارت میں پہنچ کر ایک چوڑے ستون کی اوٹ میں کھڑے ہو گئے۔ اسی لمحے جیمز نے بڑا پھاٹک کھولا اور ایک پٹ کو دھکیل کر دوسرے پٹ کے پیچھے ہو گیا۔ باہر موجود کار تیزی سے اندر آئی اور سیدھی سائیڈ پر بنے ہوئے گیراج کی طرف بڑھ گئی جبکہ کار کے پھاٹک کراس کرتے ہی جیمز نے پھاٹک بند کر دیا اور اسے لاک کر کے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کار کی طرف بڑھا جس

میں سے پرنسز سدرہ نکل کر اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اسی لمحے جیمز کو اس گارڈ کا خیال آیا جو سائیڈ پر اوٹ میں بے ہوش پڑا تھا لیکن دوسرے لمحے وہ یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا کہ وہ جس اوٹ میں تھا وہ پارکنگ سے نظر نہ آ سکتی تھی ورنہ پرنسز سدرہ بہرحال تربیت یافتہ تھی اس لئے وہ ہوشیار ہو جاتی تو خاصی مشکل پیش آتی۔

''تم یہاں ملازم ہو''...... پرنسز سدرہ نے جیمز سے کہا۔

''یس میڈم۔ آیئے''...... جیمز نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ پرنسز سدرہ ادھر ادھر دیکھتی ہوئی اس کے پیچھے چل پڑی۔ ستون کی اوٹ میں موجود ڈیوڈ اور اس کے ساتھیوں کی نظریں پرنسز سدرہ پر جمی ہوئی تھیں۔ ڈیوڈ کی جیب میں موجود مشین پسٹل کی نال پر اس کا ہاتھ جما ہوا تھا۔ وہ اس کا دستہ پرنسز سدرہ کے سر پر مارنا چاہتا تھا کیونکہ فائرنگ سے اس گنجان آباد علاقے میں پولیس فورا پہنچ سکتی تھی اور ابھی اس نے ٹائیگر کو ہوش میں لا کر اس سے مشین کے سلسلے میں معلومات حاصل کرنا تھیں اور پھر پرنسز سدرہ جیسے ہی ستون کی سائیڈ سے نکل کر اندر برآمدے میں آئی ڈیوڈ کا بازو بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور مشین پسٹل کا دستہ پوری قوت سے پرنسز سدرہ کے سر پر پڑا تو وہ چیختی ہوئی اچھل کر فرش پر گری۔ نیچے گرتے ہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن ڈیوڈ کی لات حرکت میں آئی اور اٹھتی ہوئی پرنسز سدرہ کی کنپٹی پر پوری قوت سے ضرب پڑی اور پرنسز سدرہ چیختی

ہوئی ایک بار پھر نیچے گری اور چند لمحے تڑپ کر ساکت ہو گئی تو ڈیوڈ نے اطمینان بھرا طویل سانس لیا۔

''اسے بھی اٹھا کر ٹائیگر کے ساتھ والی کرسی پر ڈالو اور پھر رسی سے باندھ دو کیونکہ یہ گیس سے بے ہوش نہیں ہوئی۔ اسے کسی بھی وقت ہوش آ سکتا ہے''...... ڈیوڈ نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور تھوڑی دیر بعد اس کے حکم کی تعمیل کر دی گئی۔

''اب تم سب باہر رکو اور خیال رکھو کہ پرنسز سدرہ کی طرح کوئی دوسرا بھی آ سکتا ہے''...... ڈیوڈ نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

''باس۔ ہم ٹائیگر کو اٹھا کر نہ لے جائیں اور اپنے اڈے پر اطمینان سے پوچھ گچھ کریں۔ یہاں تو کسی بھی لمحے کوئی بھی آ سکتا ہے''...... روکس نے کہا۔

''احمق ہو گئے ہو۔ ہم نے ٹائیگر کا اچار ڈالنا ہے۔ ہمیں وہ مشین چاہئے جو ظاہر ہے یہیں کہیں چھپا کر رکھی گئی ہے اس لئے ٹائیگر سے یہیں پوچھ گچھ ہو گی''...... ڈیوڈ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''سوری باس''...... روکس نے قدرے شرمندہ سے لہجے میں کہا اور بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا جبکہ ڈیوڈ نے جیب سے ایک بوتل نکالی اور اس کا ڈھکن ہٹا کر بوتل کا دہانہ ٹائیگر کی ناک سے لگا دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے بوتل ہٹائی اور اس کا ڈھکن لگا کر اسے جیب میں رکھ لیا اور پھر سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

ٹائیگر کے تاریک ذہن میں روشنی کا نقطہ نمودار ہوا اور پھر یہ نقطہ پھیلتا چلا گیا۔ اس کی آنکھیں کھلیں تو اس نے لاشعوری طور پر اٹھنے کی کوشش کی لیکن وہ صرف کسمسا کر رہ گیا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے کیونکہ اسے یاد تھا کہ وہ کمرے میں بیٹھا عمران کے ساتھ باتیں کر رہا تھا کہ اس کی ناک سے نامانوس سی بو ٹکرائی اور پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتا اس کا ذہن تاریک پڑ گیا۔ بالکل کیمرے کے شٹر کی طرح۔ اسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ یکلخت یہ سب کچھ کیا ہو گیا ہے لیکن دوسرے لمحے جیسے ہی لاشعوری طور پر اس نے گردن موڑی اس کو جیسے الیکٹرک کرنٹ لگ گیا ہو کیونکہ اس کے ساتھ ہی کرسی پر پرنسز سدرہ بے ہوشی کے عالم میں موجود تھی جبکہ سامنے کرسی پر ایک آدمی بڑے اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔

''تم کو پوری طرح ہوش آ گیا ہے تو تم سے بات کی جائے''۔ اس آدمی نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر بڑے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''تم کون ہو اور یہ سب کچھ کیا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تمہارا نام ٹائیگر ہے اور تم نے یورپی میک اپ کیا ہوا ہے جبکہ تم پاکیشیائی ہو اور پاکیشیائی ایجنٹ عمران جو ساتھ والے کمرے میں بے ہوش پڑا ہے، کے شاگرد ہو۔ تمہارے پاس وہ مشین موجود ہے جس سے تم نے آرمس پروہت کا مقبرہ ٹریس کیا ہے''...... اس آدمی نے کہا تو ٹائیگر کو واقعی شدید حیرت کا دھچکا لگا۔

''تم کون ہو اور یہ سب کچھ کیسے جانتے ہو''...... ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''مجھے معلوم ہے کہ تم نے پرنسز سدرہ کے ساتھ مل کر ہانگری سفارت خانے میں قتل عام کیا اور وہاں سے ہانگری کے پروفیسر اسمٹ کی ایجاد کردہ کیمرہ نما مشین اڑائی۔ اس کے بعد تم اور تمہارے ساتھی عمران نے جمال پاشا سے مل کر فرعون اسار کے مغرب میں اس مشین کے ذریعے آرمس پروہت کا مقبرہ ٹریس کر لیا۔ پھر یہ مشین تم نے جمال پاشا سے دو روز کی اجازت لے کر اپنے پاس رکھ لی۔ ہمیں وہ مشین چاہئے۔ اگر تم بتا دو کہ وہ مشین تم نے کہاں چھپائی ہے تو ہم مشین لے کر خاموشی سے واپس چلے جائیں گے ورنہ دوسری صورت میں تمہاری اور تمہاری اس دوست پرنسز سدرہ دونوں کی تمام ہڈیاں توڑ دی جائیں گی۔ مشین تو بہرحال ہم نے حاصل کر ہی لینی ہے''...... ڈیوڈ نے کہا۔

''میں نے تمہارا نام پوچھا ہے اور تعارف لیکن جواب میں تم نے میرے سوال کا جواب تو دیا ہی نہیں اپنی تقریر کر ڈالی ہے''۔ ٹائیگر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ وہ دراصل اس دوران رسی سے آزادی کے لئے گانٹھ تلاش کرتا رہا تھا۔ اسے رسی کی بندشوں کا انداز دیکھ کر اندازہ ہو گیا تھا کہ اسے یورپ کے مخصوص انداز میں باندھا گیا ہے اور وہ اس انداز کو نہ صرف بخوبی پہچانتا تھا بلکہ وہ اسے کھولنے کا بھی طریقہ جانتا تھا اس لئے وہ سامنے بیٹھے ہوئے آدمی سے باتیں کرنے کے دوران گانٹھ تلاش کرتا رہا اور جیسے ہی گانٹھ اس کے ہاتھ میں آئی اس نے چند لمحوں میں اسے کھول لیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ایسی گانٹھیں کس انداز میں باندھی اور کھولی جا سکتی ہیں اور جیسے ہی گانٹھ کھلی ٹائیگر کے لہجے میں بھی سختی عود کر آئی تھی۔

''میرا نام ڈیوڈ ہے اور میرا تعلق نیدر لینڈ کے کراؤن گروپ سے ہے۔ آخری بار کہہ رہا ہوں کہ مشین کے بارے میں بتا دو ورنہ''...... ڈیوڈ نے بھی خاصے سخت لہجے میں کہا لیکن پھر اس سے پہلے کہ ٹائیگر کوئی جواب دیتا ساتھ والی کرسی پر بیٹھی ہوئی پرنسز سدرہ کراہتے ہوئے ہوش میں آ گئی تو ڈیوڈ اور ٹائیگر دونوں اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ آنکھیں کھولتے ہی اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن وہ صرف کسمسا کر رہ گئی۔ اس کے چہرے پر

شدید تکلیف کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ اس نے گردن گھما کر ٹائیگر کی طرف دیکھا تو تو بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

‘‘یہ سب کیا ہے۔ یہ کون ہے۔ مجھ پر کیوں حملہ کیا گیا ہے’’۔ پرنسز سدرہ نے بے چین سے لہجے میں کہا۔

‘‘ان صاحب کا نام ڈیوڈ ہے اور یہ نیدر لینڈ کے کراؤن گروپ سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے یہاں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کی اور پھر مجھے باندھ دیا۔ یقیناً تم اس دوران یہاں پہنچی ہو گی اور انہوں نے تمہیں بھی بے ہوش کر کے یہاں باندھ دیا اور یہ اس مشین کی تلاش میں آئے ہیں جو ہانگری کے پروفیسر اسمٹ نے ایجاد کی ہے’’..... ٹائیگر نے اس طرح تفصیل سے سامنے بیٹھے ڈیوڈ کا تعارف کرایا جیسے کسی دوست کا تعارف کرایا جا رہا ہو۔

‘‘سنو پرنسز سدرہ۔ ٹائیگر کو سمجھا دو کہ یہ مجھے وہ مشین دے دے ورنہ میں پہلے تمہاری ہڈیاں توڑوں گا اور پھر اس کی’’..... ڈیوڈ نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک فولادی فنگرز کور نکالا جس پر ابھرے ہوئے چھوٹے چھوٹے فولادی پوائنٹس موجود تھے۔ اس نے اس مکے کو اپنے دائیں ہاتھ پر چڑھا لیا۔ یہ فولادی مکا اس انداز میں بنایا گیا تھا کہ اگر واقعی زور سے اس کی ضرب لگائی جاتی تو رینج میں آنے والی ہڈی تنکے کی طرح ٹوٹ سکتی تھی۔ یہ فولادی مکا انتہائی خطرناک اور خوفناک تھا۔ پرنسز سدرہ کا چہرہ اس فولادی مکے کو دیکھ کر زرد پڑ گیا جبکہ ٹائیگر کے چہرے پر ہلکی سی پریشانی تھی لیکن وہ خوفزدہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

‘‘مرد بنو ڈیوڈ اور مرد عورتوں پر فولادی مکے نہیں آزمایا کرتے۔ جو کچھ کرنا ہے پہلے میرے ساتھ کرو۔ پرنسز سدرہ کو تو ویسے بھی اس مشین کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے’’..... ٹائیگر نے ڈیوڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

‘‘مجھے معلوم تھا کہ تم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہو کیونکہ ہوش میں آ کر پرنسز سدرہ نے جب تمہاری طرف دیکھا تو اس کے چہرے پر جو کچھ مجھے نظر آ رہا تھا اور اب تم نے جو کچھ کہا ہے اس سے میری سوچ کی تائید ہوتی ہے اس لئے یقین کرو میں تمہارے سامنے پرنسز سدرہ کے جسم کی تمام ہڈیاں توڑ ڈالوں گا اور پھر تمہاری باری آ جائے گی۔ آخری موقع دے رہا ہوں۔ میں صرف پانچ تک گنوں گا۔ ایک، دو’’..... ڈیوڈ نے واقعی رک رک کر نہ صرف گنتی شروع کر دی بلکہ ساتھ ساتھ وہ فولادی مکے پر بھی اس طرح ہاتھ پھیر رہا تھا جیسے اس کی ضرب کی ہولناکی کا مزہ لے رہا ہو۔

‘‘تم واقعی انتہائی بزدل آدمی ہو اور مجھ سے خوفزدہ ہو اس لئے عورت پر ظلم کی بات کر رہے ہو’’..... ٹائیگر نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

‘‘تم۔ تمہاری یہ جرأت’’..... ٹائیگر کی توقع کے عین مطابق ڈیوڈ

اس کی بات سن کر شدید غصے میں آ گیا اور اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے پوری قوت سے فولادی مکا ٹائیگر کے جبڑے پر مارنے کے لئے بجلی کی سی تیزی سے بازو گھمایا لیکن ٹائیگر یکلخت کرسی میں اس طرح سمٹ گیا کہ ڈیوڈ اپنے آپ کو بروقت سنبھال نہ سکا اور اس کا بازو فضا میں ہی گھوم گیا اور پھر جیسے ہی بازو گھومنے کی وجہ سے ڈیوڈ کا جسم بھی تیزی سے گھوما تو ٹائیگر یکلخت کرسی سمیت اٹھا اور اس نے سر کی زور دار ٹکر گھومتے ہوئے ڈیوڈ کی پشت پر لگائی تو گھومتا ہوا ڈیوڈ اس ٹکر سے سنبھل نہ سکا اور چیختا ہوا اچھل کر منہ کے بل فرش پر ایک دھماکے سے گرا۔ اس کا سر کرسی سے صرف چند انچ کے فاصلے پر تھا ورنہ اس کا سر پوری قوت سے کرسی سے ٹکرا سکتا تھا۔ ٹائیگر نے یہ سب کچھ دانستہ اور باقاعدہ ایک پلان کے تحت کیا تھا کیونکہ وہ گانٹھ کھول چکا تھا لیکن رسیاں ابھی تک اس کے جسم کے گرد موجود تھیں۔ حتیٰ کہ اس کی دونوں کلائیوں کو بھی اکٹھا کر کے رسی کو کئی بار لپیٹا گیا تھا۔

ٹائیگر نے انگلیوں کی مدد سے گانٹھ کھولنے میں کامیابی حاصل کر لی تھی لیکن جب تک اس کے ہاتھ نہ آزاد ہو جاتے اس وقت تک وہ اپنے جسم کے گرد موجود رسیاں نہ کھول سکتا تھا اور ڈیوڈ کے سامنے یہ سارے کام سرانجام نہیں دیئے جا سکتے تھے اس لئے اس نے پلان بنایا تھا اور اس کا یہ خیال تھا کہ وہ اس طرح ڈیوڈ کو کوئی ایسی ضرب لگانے میں کامیاب ہو جائے گا کہ ڈیوڈ فوری طور پر ردعمل ظاہر نہ کر سکے گا اور اسے اتنا وقت مل جائے گا کہ وہ ہاتھوں کے ساتھ ساتھ اپنے جسم کو بھی رسیوں سے آزاد کرا سکے لیکن ڈیوڈ خاصا تربیت یافتہ بھی تھا اور اس کے ساتھ ہی اس کا سر بھی کرسی سے نہ ٹکرایا تھا اس لئے وہ نیچے گرتے ہی انتہائی تیزی سے گھوم کر نہ صرف اٹھنے میں کامیاب ہو گیا لیکن ٹائیگر اس دوران صرف اپنے ہاتھ رسیوں کے بل سے چھڑا سکا تھا۔ اس کے جسم کے گرد رسیاں ابھی تک موجود تھیں اور ان رسیوں سے آزادی کے لئے اسے بہرحال کچھ وقت چاہئے تھا جو اسے نہ مل سکا تو اس نے فوری طور پر ڈیوڈ پر دوسرا وار کر دیا۔ وہ چونکہ پہلی ضرب لگاتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا البتہ کرسی رسیوں کی وجہ سے اس کے جسم کے ساتھ ہی چمٹی ہوئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ وقفہ ملتے ہی کرسی کو نیچے گرانے میں کامیاب ہو جائے گا لیکن ڈیوڈ نے اسے معمولی سا وقفہ بھی نہ دیا تھا اس لئے اس نے کرسی سمیت اس پر چھلانگ لگا دی لیکن اس کا جسم اس طرح اچھلا تھا کہ وہ جب اٹھتے ہوئے ڈیوڈ تک پہنچا تو اس کا جسم فضا میں گھوم چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی کمرہ ڈیوڈ کی چیخ سے گونج اٹھا کیونکہ اٹھتے ہوئے ڈیوڈ سے پوری قوت سے کرسی ٹکرائی تھی جس سے اسے کافی زور دار چوٹیں آ گئی تھیں۔ خاص طور پر ڈیوڈ کی ناک پر کرسی کی لکڑی اس زور سے ٹکرائی تھی کہ اس کی ناک کی نہ صرف ہڈی ٹوٹ گئی تھی بلکہ اس کی ناک سے خون بہنے لگا تھا لیکن دوسرے لمحے ڈیوڈ بجلی کی طرح تڑپا اور

اس نے نہ صرف ٹائیگر کو کرسی سمیت ایک طرف اچھال دیا بلکہ گھوم کر اٹھتے ہوئے اس نے جیب سے مشین پسٹل بھی نکال لیا۔ خون اس کی ناک سے مسلسل نکل رہا تھا اور اس کا چہرہ، گردن اور سینہ خون سے سرخ ہو رہا تھا لیکن ڈیوڈ کا انداز ایسا تھا جیسے اسے اس کی قطعی پرواہ نہ ہو جبکہ ٹائیگر کرسی میں اس طرح الجھ گیا تھا کہ اس کے لئے کرسی سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو رہا تھا۔

اسی لمحے ڈیوڈ نے مشین پسٹل کا ٹریگر دبا دیا اور کمرہ تڑتڑاہٹ کی تیز آوازوں سے گونج اٹھا لیکن اس کے ساتھ ہی چیخ ڈیوڈ کے حلق سے ہی برآمد ہوئی کیونکہ اس کی پوری توجہ ٹائیگر کی طرف تھی اور وہ پرنسز سدرہ کو بھول چکا تھا جبکہ پرنسز سدرہ اس دوران ہاتھ آزاد کرا چکی تھی لیکن ٹائیگر کی طرح ابھی اس کا جسم رسیوں کی مضبوط گرفت میں تھا جن سے رہائی کے لئے خاصا وقت چاہئے تھا جبکہ پرنسز سدرہ اپنے سامنے ٹائیگر اور ڈیوڈ کے درمیان ہونے والی فائٹ نہ صرف دیکھ رہی تھی بلکہ اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ ٹائیگر رسی کی وجہ سے بری الجھ گیا تھا اور کسی بھی لمحے ڈیوڈ اس پر بھاری پڑ سکتا تھا اور تربیت یافتہ ہونے کی وجہ سے اسے یہ بھی احساس ہو گیا تھا کہ وہ فوری طور پر رسیوں سے آزاد بھی نہیں ہو سکتی تھی اور ٹائیگر کی طرح کرسی سمیت اچھل کر ڈیوڈ پر حملہ بھی نہیں کر سکتی تھی کیونکہ اس کے اور ڈیوڈ کے درمیان فاصلہ کافی تھا۔ چنانچہ اس نے دوسرا طریقہ اختیار کیا۔ جب ڈیوڈ اور ٹائیگر ایک دوسرے سے الجھے

ہوئے تھے تو اس نے تیزی سے اپنا ہاتھ پیر کی طرف بڑھایا اور ایک جھٹکے سے اس نے پیر میں موجود جوتا اتار لیا۔ یہ عین وہی وقت تھا جب ڈیوڈ گھوم کر اٹھ رہا تھا اور اس نے اٹھتے ہوئے جیب سے مشین پسٹل بھی نکال لیا تھا اور پھر جیسے ہی ڈیوڈ نے ٹریگر پر انگلی رکھی اسی لمحے پرنسز سدرہ نے پوری قوت سے جوتا اس کے ہاتھ پر دے مارا۔ فائرنگ ہوئی لیکن گولیاں ٹائیگر کو لگنے کی بجائے جوتے کی ضرب کھا کر ہاتھ جھٹکا کھا کر دوسرے رخ پر چلا گیا۔ اس طرح نہ صرف ٹائیگر یقینی موت سے بچ گیا بلکہ اچانک ضرب لگنے کی وجہ سے ڈیوڈ کے ہاتھ سے مشین پسٹل بھی نکل کر چند فٹ دور جا گرا اور اچانک جوتے کی ضرب لگنے سے ڈیوڈ کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔

ادھر ٹائیگر کے لئے اتنا ہی وقفہ کافی تھا۔ گو وہ رسیوں سے تو پوری طرح آزاد نہ ہو سکا تھا لیکن گولیوں سے بچنے کے لئے وہ تیزی سے گھوما اور بجلی کی سی تیزی سے فرش پر گھسٹتا ہوا اس طرف کو بڑھا جہاں مشین پسٹل گرا تھا۔ یہ وہ چند لمحے تھے جب ضرب کی وجہ سے ڈیوڈ کے ہاتھ سے مشین پسٹل نکلا تھا اور وہ ضرب کی وجہ سے ہلکی سی چیخ مار کر لاشعوری طور پر ہاتھ جھٹک رہا تھا کہ ٹائیگر کے ہاتھ میں مشین پسٹل آ گیا اور اس کے ساتھ ہی ایک بار پھر تڑتڑاہٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی کمرہ ڈیوڈ کے حلق سے نکلنے والی چیخوں سے گونج اٹھا اور وہ ایک دھماکے سے فرش پر جا گرا۔ گولیاں

اس کے سینے پر بوچھاڑ کی صورت میں پڑی تھیں۔ یہ سب کچھ پلک جھپکنے میں ہو گیا تھا۔

ڈیوڈ کے نیچے گرتے ہی ٹائیگر بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا۔ ادھر ڈیوڈ کے مرتے ہی پرنسز سدرہ نے بھی تیزی سے اپنے آپ کو رسیوں سے آزاد کرانا شروع کر دیا اور پھر وہ دونوں تقریباً ایک ہی وقت میں رسیوں سے آزاد ہو کر اٹھ کر کھڑے ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ اسی لمحے ٹائیگر کو باہر سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں تو وہ تیزی سے بیرونی دروازے کی سائیڈ میں دیوار سے پشت لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحے کمرے کا دروازہ تیزی سے کھلا اور ایک مسلح آدمی جیسے ہی اندر داخل ہوا ٹائیگر کسی بھوکے عقاب کی طرح اس پر جھپٹ پڑا اور چند لمحوں بعد آنے والے کا جسم ڈھیلا ہو کر ریت کے خالی ہوتے ہوئے بورے کی طرح فرش پر گرتا چلا گیا۔ ٹائیگر نے اس کی گردن کے گرد دباؤ ڈال کر اسے مخصوص انداز میں جھٹکا دے کر بے ہوش کر دیا تھا۔ باہر سے اسے انسانی آوازیں سنائی دیں تو وہ سمجھ گیا کہ باہر ڈیوڈ کے اور ساتھی بھی موجود ہیں۔ اس نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا تو سامنے ایک راہداری تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ وہ اس کمرے کے سائیڈ والے کمرے میں جہاں پہلے وہ بیٹھا عمران سے باتیں کر رہا تھا اور اسے سائیڈ دروازے کے پاس فرش پر جوزف بے ہوش پڑا ہوا نظر آیا تھا لیکن اس کی توجہ اس طرف تھی جہاں سے اسے بولنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ آگے بڑھ کر برآمدے کی طرف گیا تو اس نے برآمدے کے کونے میں صحن کی طرف دو آدمیوں کو کھڑے دیکھا۔ وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے اور وہ خاصے چوکنا نظر آ رہے تھے اور اس طرح ادھر ادھر دیکھ رہے تھے جیسے انہیں کسی طرف سے خطرہ محسوس ہو رہا ہو۔

''روکس گیا ہے پھر واپس ہی نہیں آیا''...... ایک ہلکی سی آواز ٹائیگر کو سنائی دی۔

''مجھے خطرہ محسوس ہو رہا روڈی۔ آؤ ہم اس کمرے میں چلیں۔ کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے''...... دوسری آواز سنائی دی تو ٹائیگر تیزی سے مڑا اور پھر گھوم کر راہداری میں آ گیا۔

''یہ کون تھا۔ یہاں کون تھا''...... اسی لمحے چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ لامحالہ ٹائیگر کو مڑتے ہوئے دیکھ لیا گیا تھا اور پھر وہ دونوں بھاگتے ہوئے راہداری کی طرف آنے لگے تو ٹائیگر واپس کمرے میں داخل ہو گیا۔ وہ دراصل کھلی جگہ پر فائرنگ نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ گنجان آبادی کی وجہ سے لامحالہ فائرنگ کی آوازیں دور دور تک سنی جاتیں اور پولیس فوراً یہاں پہنچ جاتی جبکہ بند کمرے میں فائرنگ سے زیادہ فرق نہیں پڑ سکتا تھا اس لئے وہ انہیں کمرے میں ہی کور کرنا چاہتا تھا۔ جب ٹائیگر دروازے پر پہنچا تو پرنسز سدرہ دروازہ کھول کر باہر آ رہی تھی لیکن ٹائیگر اسے دھکیلتا ہوا واپس اندر لے گیا اور پھر اس نے آہستہ سے دروازہ بند کر دیا۔

''سائیڈ پر رہنا۔ دو آدمی آ رہے ہیں۔ ہم نے انہیں کور کرنا ہے''...... ٹائیگر نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا تو پرنسسز سدرہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور دونوں آدمی تیزی سے اندر داخل ہوئے۔ ان دونوں نے ہاتھوں میں مشین پسٹلز پکڑے ہوئے تھے۔

''ارے۔ یہ کیا''...... دونوں ہی سامنے ہلاک ہوئے پڑے ڈیوڈ اور بے ہوش پڑے روکس کو دیکھ کر بے اختیار اچھلے ہی تھے کہ ٹائیگر اور پرنسسز سدرہ دونوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ چونکہ ان دونوں پر اچانک حملہ کیا گیا تھا اس لئے وہ دونوں چند لمحوں میں ہی ڈھیر کر لئے گئے۔

''تم یہیں رکو۔ میں باہر چیک کر کے آتا ہوں''...... ٹائیگر نے کہا اور تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ پھر اس نے پوری کوٹھی چیک کر لی لیکن ایک کمرے میں عمران، ایک اور کمرے میں جوانا اور عمران کے کمرے کے باہر راہداری میں پڑے ہوئے جوزف کے علاوہ وہاں اور کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ ٹائیگر نے واپس آ کر پرنسسز سدرہ کو بتایا کہ اور کوئی آدمی نہیں ہے۔ پھر اس نے ڈیوڈ کی تلاشی لینا شروع کر دی کیونکہ وہی ان کا باس لگ رہا تھا اس لئے ٹائیگر کو یقین تھا کہ ڈیوڈ کی جیب میں اینٹی گیس بوتل ہو گی۔ تب ہی اسے ہوش میں لایا گیا ہو گا اور اس کا اندازہ درست ثابت ہوا۔

''میں عمران صاحب، جوزف اور جوانا کو ہوش میں لا کر آ رہا ہوں''...... تم ان بے ہوش افراد کا خیال رکھنا۔ یہ کسی بھی لمحے ہوش میں آ سکتے ہیں''...... ٹائیگر نے پرنسسز سدرہ سے کہا اور پھر پرنسسز سدرہ کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمران اپنی رہائش گاہ کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے میز پر دس بارہ فوٹوگرافس پڑے ہوئے تھے جن پر بظاہر تو مختلف شکلوں کے دھبے ہی دھبے نظر آ رہے تھے لیکن غور سے دیکھنے پر ان دھبوں کے اندر مختلف رنگ بھی موجود تھے۔ عمران ان فوٹوگرافس پر جھکا ہوا انہیں بغور دیکھ رہا تھا۔ یہ وہ فوٹوگرافس تھے جو پروفیسر اسمٹ کی کیمرہ نما مشین کے ذریعے آرمس پروہت کے مدفون مقبرے سے لئے گئے تھے۔ ڈیوڈ اور اس کے ساتھیوں کو یہ مشین اس لئے نہ مل سکی تھی کہ ان کے آنے سے پہلے ٹائیگر یہ مشین قاہرہ کی ایک جدید لیب میں دے آیا تھا تاکہ اس کی میموری میں موجود تمام فوٹوگرافس کو پیپرز پر لے آیا جا سکے۔

ٹائیگر مشین وہاں چھوڑ کر واپس آیا ہی تھا کہ کچھ دیر بعد ڈیوڈ اور اس کے ساتھیوں نے باہر سے گیس فائر کر کے انہیں بے ہوش کر دیا تھا اس لئے باوجود سخت تلاش کے مشین ڈیوڈ اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھ نہ لگ سکی تھی اور اس بہانے سے اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگیاں بھی بچائی تھیں ورنہ اگر مشین ان کو دستیاب ہو جاتی تو وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو بے ہوشی کے عالم میں ہی گولیاں مار کر ہلاک کر دیتے۔ مشین کی عدم دستیابی کی وجہ سے مجبوراً انہیں ٹائیگر کو ہوش میں لانا پڑا تھا۔ ٹائیگر اور پرنسز سدرہ نے ڈیوڈ اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ انتہائی ہولناک فائٹ کے بعد ڈیوڈ کو ہلاک کر دیا جبکہ اس کے ایک ساتھی کو ہوش میں لا کر اس سے ٹائیگر نے ان کے چیف باس کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور پھر ڈیوڈ کے تینوں ساتھیوں کو بھی ہلاک کر دیا گیا۔

عمران، جوزف اور جوانا کو ہوش میں لانے کے بعد ٹائیگر اور پرنسز سدرہ نے ڈیوڈ اور اس کے ساتھیوں کی لاشوں کو کاروں میں ڈالا اور لے جا کر ویرانے میں پھینک دیا۔ اس کے بعد ٹائیگر نے لیب سے مشین اور فوٹوگرافس لئے اور انہیں عمران کے حوالے کر کے وہ اب پرنسز سدرہ کے ساتھ رچرڈ کی سرکوبی کے لئے گیا ہوا تھا۔ اس کا حکم عمران نے انہیں دیا تھا کیونکہ عمران کو معلوم تھا کہ اگر یہاں موجود کراؤن گروپ کا مکمل صفایا نہ کیا گیا تو یہ لوگ مشین کے پیچھے پڑے رہیں گے اور اسے معلوم تھا کہ مصری سیکرٹ سروس ابھی اس قابل نہیں ہے کہ ان گروپس کا پوری طرح مقابلہ کر سکے۔ عمران اس وقت فوٹوگرافس سامنے رکھے انہیں اس لئے غور سے

دیکھ رہا تھا کہ یہ معلوم کر سکے کہ آرمس پروہت کے مقبرے میں ایسی کون سی چیز موجود ہے جس سے شیطنیت پھیل رہی ہے اور جس کے بارے میں سید چراغ شاہ صاحب نے اسے اس کے خاتمے کا حکم دیا تھا۔ ان فوٹوگرافس میں سونا اور جواہرات کے ڈھیروں کے ساتھ ایک ممی بھی نظر آ رہی تھی۔ اس طرح اور بھی بہت سی ایسی چیزیں موجود تھیں جن کے بارے میں عمران نہیں جانتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ آرمس پروہت کے اس مدفون مقبرے کو اوپن کرنے میں چھ ماہ سے ایک سال تک لگ سکتا ہے اور تب تک عمران یہاں بیٹھا نہ رہ سکتا تھا اس لئے وہ چاہتا تھا کہ کوئی ایسی تدبیر ہو کہ وہ اس مدفون مقبرے میں ہی اس شیطنیت پھیلانے والی چیز کا خاتمہ کر دے لیکن کوئی ایسی چیز اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ اس نے آخرکار ایک طویل سانس لیا اور پھر پاس پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔

‘‘یہاں سے پاکیشیا کا رابطہ نمبر اور پاکیشیا کے دارالحکومت کا رابطہ نمبر دیں’’...... عمران نے کہا۔

‘‘ہولڈ کریں’’...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

‘‘ہیلو۔ کیا آپ لائن پر ہیں’’...... کچھ دیر کی خاموشی کے بعد ایک بار پھر وہی نسوانی آواز سنائی دی۔

‘‘یس’’...... عمران نے جواب دیا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیئے گئے۔ عمران نے کریڈل دبایا اور ٹون آنے پر رابطہ نمبر پریس

کرنے کے بعد اس نے سید چراغ شاہ صاحب کا نمبر پریس کر دیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور پھر رسیور اٹھا لیا گیا۔

‘‘السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ۔ عاجز چراغ شاہ عرض کر رہا ہوں’’...... دوسری طرف سے سید چراغ شاہ صاحب کی شفقت بھری آواز سنائی دی۔

‘‘وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ۔ میں علی عمران بول رہا ہوں شاہ صاحب۔ مصر کے دارالحکومت قاہرہ سے’’...... عمران نے انکسارانہ لہجے میں کہا۔ شاہ صاحب شاید دنیا کے واحد آدمی تھے جن کے سامنے عمران اپنا تعارف اکثر ڈگریوں کے بغیر کرایا کرتا تھا۔

‘‘جیتے رہو۔ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا کرم کرے۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں’’...... سید چراغ شاہ صاحب نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

‘‘شاہ صاحب۔ آپ نے حکم فرمایا تھا کہ آرمس پروہت کے مقبرے کو ٹریس کر کے اس میں اس چیز کا خاتمہ کر دیا جائے جس سے دنیا میں شیطنیت پھیل رہی ہے’’...... عمران نے کہا۔

‘‘ہاں۔ مجھے یاد ہے۔ میں نے ایسا کہا تھا لیکن اب مسئلہ کیا ہے’’...... شاہ صاحب نے کہا تو عمران نے انہیں اس مقبرے کو ٹریس کرنے کی نوعیت اور فوٹوگرافس کے بارے میں تفصیل سے بتا دیا۔

‘‘شاہ صاحب۔ یہ مقبرہ اوپن کرنے میں تو چھ ماہ سے ایک سال کا عرصہ درکار ہے اور تب تک میں یہاں فارغ بیٹھا نہیں رہ سکتا اس لئے یہی صورت ہو سکتی ہے کہ فی الحال میں واپس پاکیشیا آ جاؤں اور جب مقبرہ اوپن ہو جائے تو دوبارہ یہاں آ کر اس چیز کو ٹریس کر کے اس کا خاتمہ کر دوں لیکن اس کے لئے آپ کی اجازت کی ضرورت ہے ورنہ آپ ناراض ہو سکتے تھے کہ میں آپ کے حکم کی تعمیل کئے بغیر واپس آ گیا ہوں اس لئے میں نے فون کیا ہے۔ اب جیسے آپ حکم دیں‘‘...... عمران نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

‘‘اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ تمہاری نیک ماں کی دعاؤں کو تمہارے حق میں اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور ہم بھی اپنی معمولی استطاعت کے مطابق تمہارے حق میں دعائے خیر کرتے رہتے ہیں۔ آرمس پروہت اپنے دور کا بہت بڑا شیطان تھا اور اس نے یہ مقبرہ اپنے لئے بنوایا ہی اس انداز میں تھا کہ اسے کسی صورت ٹریس نہ کیا جا سکے اور خفیہ رہنے کی وجہ سے اس کے اندر موجود ایک باکس شیطان کی طاقتوں کو قوت فراہم کرتا ہے۔ اس کی شیطانی طاقت اس وجہ سے موجود ہے کہ وہ مقبرے میں بند ہے اور اسے بیرونی ہوا نہیں لگ رہی۔ جیسے ہی مقبرہ اوپن ہوگا یہ باکس اپنی قوت کھو دے گا اور اس طرح صدیوں سے آرمس پروہت کی شیطانی قوت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس کا اصل مسئلہ اس کو تلاش کرنا تھا۔ بے شمار لوگوں نے اس کے لئے کوششیں کیں لیکن اللہ تعالیٰ کی

مشیت کو پہلے ایسا منظور نہ تھا اور جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا تو پروفیسر اسمٹ نے مشین ایجاد کر دی۔ گو اس نے مشین دنیاوی مقصد کے لئے ایجاد کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور منظور تھا اور آخرکار مشین تم تک پہنچ گئی اور جوزف کی مدد سے تم نے یہ مقبرہ تلاش کر ہی ڈالا۔ اب مزید فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اطمینان سے واپس آ جاؤ۔ جب یہ مقبرہ باہر آ جائے گا تو پھر جا کر وہ باکس جس پر شیطان کی تصویر بنی ہوئی ہے لے کر اسے کھلی فضا میں کھول دینا۔ اس طرح ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ اللہ حافظ‘‘...... سید چراغ شاہ صاحب نے مسلسل بولتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے تھے کیونکہ شاہ صاحب نے اس کی ایک بڑی الجھن ختم کر دی تھی۔ تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

‘‘یس۔ علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں‘‘...... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

‘‘اعظم سالار بول رہا ہوں۔ چیف آف مصر سیکرٹ سروس‘‘۔ دوسری طرف سے مہربان سی آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار مسکرا دیا کیونکہ بطور چیف وہ جس انداز میں بولتا تھا اس وقت عمران سے سراسر مختلف لہجے میں بول رہا تھا۔

‘‘سالار۔ پھر اعظم اور چیف آف سیکرٹ سروس۔ اس کے بعد

تو صرف حکم کی تعمیل ہی کی جا سکتی ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو دوسری طرف سے اعظم سالار کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔

''عمران صاحب۔ مجھے چیف بنایا ہی اس لئے گیا ہے کہ مجھے آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع مل چکا ہے''...... دوسری طرف سے ہنستے ہوئے کہا۔

''مجھے یاد ہے اعظم سالار صاحب''...... عمران نے جواب دیا۔

''شکریہ۔ میں نے فون اس لئے کیا ہے کہ آپ کو نئی زندگی پر مبارک باد دوں اور دوسری ایک ایسی بات ہے جس کے لئے آپ سے بات کرنا ضروری تھا''...... اعظم سالار نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ کیا ہوا۔ کوئی خاص بات''...... عمران نے چونک کر کہا۔

''میری سروس کی اہم رکن پرنسز سدرہ بضد ہے کہ وہ آپ کے ساتھ پاکیشیا جائے گی۔ اس نے مجھے فون کیا ہے کہ میں آپ سے بات کروں۔ پرنسز سدرہ کو میں اپنی بیٹی کی طرح سمجھتا ہوں۔ وہ میری سروس کی اہم رکن ہے لیکن وہ اس وقت بضد ہے کہ وہ پاکیشیا جائے گی لیکن ٹائیگر نے اسے ساتھ لے جانے سے صاف انکار کر دیا ہے اور وہ اب آپ کی اجازت سے وہاں جانا چاہتی ہے''۔ اعظم سالار نے گول مول سے انداز میں بات کرتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

''آپ پرنسز سدرہ کو میری رہائش گاہ پر بھیج دیں۔ میں خود اس سے بات کر لوں گا۔ پھر وہ جیسے کہے گی ویسے ہی کر لیں گے''...... عمران نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ بہت شکریہ عمران صاحب۔ اللہ حافظ''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ دراصل کیا ہوا ہو گا۔ پرنسز سدرہ کی آنکھوں میں ٹائیگر کے لئے مخصوص چمک وہ دیکھ چکا تھا اور اسے معلوم تھا کہ ٹائیگر نے اسے بڑے سرد مہرانہ انداز میں جھٹک دیا ہو گا اس لئے وہ عورت ہونے کے ناطے ضد پر اتر آئی ہے۔ اسے یقین تھا کہ وہ اس سے بات کرے گا تو اسے حقائق سمجھ میں آ جائیں گے۔

کار تیزی سے قاہرہ کی ایک سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر پرنسز سدرہ اور سائیڈ سیٹ پر ٹائیگر موجود تھا۔ وہ کراؤن گروپ کے مقامی چیف رچرڈ کا خاتمہ کر کے واپس آ رہے تھے اس لئے انہوں نے جو طریقہ استعمال کیا تھا اس کی وجہ سے انہیں کسی ردعمل کا سامنا نہ کرنا پڑا تھا۔ ڈیوڈ کے بے ہوش ساتھی روکس کو جب ہوش میں لا کر اس سے رچرڈ کے بارے میں معلومات حاصل کی گئیں تو اس نے رچرڈ کی رہائش گاہ کے بارے میں نہ صرف بلکہ رہائش گاہ کے اندر موجود افراد اور اس کے حفاظتی انتظامات کے بارے میں تفصیل بتا دی تھی حتیٰ کہ ٹائیگر نے اس سے رچرڈ کا حلیہ بھی معلوم کر لیا تھا اس لئے انہیں رچرڈ کی رہائش گاہ تک پہنچنے میں کوئی پریشانی نہ اٹھانی پڑی تھی اور وہاں پہنچ کر انہوں نے وہی طریقہ اختیار کیا جو ڈیوڈ نے ان کے خلاف کیا تھا۔ ٹائیگر نے باہر سے بے ہوش کر دینے والی گیس اندر فائر کر دی اور پھر عقبی دیوار پھاند کر وہ اندر کود گیا اور اس نے پھاٹک کو کھول دیا تو پرنسز سدرہ کار سمیت اندر آ گئی۔ اس کے بعد انہوں نے رچرڈ سمیت اندر موجود تمام افراد کو بے ہوشی کے عالم میں ہی ہلاک کر دیا۔ البتہ ٹائیگر نے وہاں سے ایک فائل اٹھا کر جیب میں ڈال دی تھی جس میں کراؤن گروپ کے ہیڈکوارٹر اور ہیڈکوارٹر چیف کے بارے میں معلومات موجود تھیں اور اب ان کی واپسی ہو رہی تھی۔

”کیا تمہارا اور تمہارے استاد کا مشن پورا ہو گیا ہے“۔ اچانک پرنسز سدرہ نے سائیڈ پر بیٹھے ہوئے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں۔ قدیم تختیاں اور ہیرا بھی مصر میں واپس آ گیا ہے اور آرمس پروہت کا مقبرہ بھی ٹریس ہو گیا ہے۔ اب اسے اوپن کرنا مصری حکومت کا کام ہے ہمارا نہیں“...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں اکثر سوچتی ہوں کہ تم اور تمہارا استاد پاکیشیا میں رہتے ہیں جبکہ ہم یہاں مصر میں رہتے ہیں اور ہمارا تعلق سیکرٹ سروس سے بھی ہے لیکن اس کے باوجود تم یہاں مختصر وقت کے لئے آتے ہو اور پھر سب کچھ تیزی سے سامنے آ جاتا ہے۔ یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ تختیاں کہاں ہیں۔ یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ نیو لینڈ، ہانگری اور نیدر لینڈ کی ایجنسیاں یہاں ہمارے [redacted] یہ پروفیسر اسمٹ کی مشین سامنے آ جاتی ہے اور آرمس پروہت کا

مقبرہ جو صدیوں سے ٹریس نہ ہو پا رہا تھا ٹریس ہو جاتا ہے اور غیر ملکی ایجنسیوں کا بھی یہاں خاتمہ کر دیا جاتا ہے۔ یہ سب آخر تم کیسے کر لیتے ہو‘‘...... پرنسز سدرہ نے مرعوبانہ لہجے میں کہا تو ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

‘‘اس کے لئے تمہیں باس کا شاگرد بننا پڑے گا’’...... ٹائیگر نے ہنستے ہوئے کہا۔

‘‘ٹھیک ہے۔ بنوا دو۔ میں تیار ہوں’’...... پرنسز سدرہ نے فوراً کہا تو ٹائیگر بے اختیار چونک پڑا۔

‘‘ارے۔ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ تم سنجیدہ ہو گئیں’’...... ٹائیگر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

‘‘سنو۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں تمہارے ساتھ پاکیشیا جاؤں گی اور تمہارے ساتھ کام کروں گی۔ اس طرح مجھے بہترین ٹریننگ ملے گی اور پھر اس ٹریننگ کے ساتھ واپس آ کر میں یہاں بالکل اسی طرح کام کروں گی جس طرح تم لوگ کرتے ہو’’۔ پرنسز سدرہ نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

‘‘کیا تم مذاق کر رہی ہو’’...... ٹائیگر نے کہا۔

‘‘نہیں۔ میں سنجیدہ ہوں اور یہ بھی سن لو کہ میں جو فیصلہ کر لوں اسے ہر صورت پورا کرتی ہوں اس لئے اگر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں گی تو ضرور جاؤں گی اور تمہارے ساتھ کام کروں گی تو ضرور ایسا کروں گی۔ میرا فیصلہ اٹل ہوتا ہے’’...... پرنسز سدرہ نے کہا۔

‘‘تم مجھے یہیں ڈراپ کر دو۔ میں ٹیکسی میں چلا جاؤں گا۔ تم اپنے چیف سے بات کرو۔ وہی تمہیں سمجھائے گا۔ البتہ یہ بتا دوں کہ تم جو مرضی آئے فیصلہ کرتی رہو میں تمہارے کسی فیصلے کا پابند نہیں ہوں اور نہ ہی مجھے تم سے کوئی دلچسپی ہے’’...... ٹائیگر نے بڑے سرد اور جھٹکے دار لہجے میں کہا تو پرنسز سدرہ نے اس طرح بریک لگائے کہ ٹائروں کی چیخوں سے فضا گونج اٹھی۔

‘‘اترو اور جاؤ۔ میں خود بھی وہاں پاکیشیا پہنچ سکتی ہوں۔ پھر میں دیکھوں گی کہ تم مجھے کیسے اپنے سے علیحدہ کرتے ہو۔ میں دیکھوں گی۔ میں پرنسز سدرہ ہوں کوئی عام لڑکی نہیں ہوں۔ سنا تم نے۔ اترو نیچے’’...... پرنسز سدرہ نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے دروازہ کھولا اور اچھل کر نیچے اترا اور پھر اس نے دھماکے سے دروازہ بند کر دیا۔

‘‘تم عام نہیں بہت ہی عام لڑکی ہو نانسنس۔ احمق لڑکی’’۔ ٹائیگر نے کھلی ہوئی کھڑکی سے کہا اور تیزی سے مڑ کر دوڑتا ہوا عقبی طرف ایک ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھ گیا جبکہ پرنسز سدرہ جس کا چہرہ غصے اور غیظ و غضب سے بری طرح بگڑ گیا تھا، نے ایک جھٹکے سے کار آگے بڑھا دی۔

‘‘تم خود نانسنس ہو۔ تم خود احمق ہو۔ مجھے نانسنس کہتے ہو۔ مجھے احمق کہتے ہو۔ مجھے۔ پرنسز کو۔ تم خود نانسنس ہو۔ خود نانسنس

ہو"...... پرنسز سدرہ نے مسلسل بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کی کار سیکرٹ سروس کے ہیڈکوارٹر پہنچ گئی۔ وہ اب چیف سے کہنا چاہتی تھی کہ وہ اس عمران کو کہہ کر اسے پاکیشیا بھجوائے تاکہ اس ٹائیگر کو پتہ چل جائے کہ پرنسز سدرہ جو فیصلہ کرتی ہے اسے پورا بھی کرتی ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اعظم سالار کے آفس میں داخل ہوئی تو میز کے پیچھے بیٹھا اعظم سالار بے اختیار چونک پڑا۔

"کیا ہوا ہے۔ تمہارے چہرے پر اس قدر غصہ کیوں ہے"۔ اعظم سالار نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"چیف۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں مزید ٹریننگ کے لئے پاکیشیا جاؤں گی اور آپ کو معلوم ہے کہ جب میں کوئی فیصلہ کر لوں تو پھر ہر صورت میں اس فیصلے پر عمل بھی کرتی ہوں۔ میں نے یہ بات ٹائیگر سے کہی تو اس نے میرا ساتھ دینے کی بجائے صاف انکار کر دیا۔ مجھے نانسنس اور احمق کہا۔ میں اب لازماً پاکیشیا جاؤں گی۔ ہر صورت میں جاؤں گی"...... پرنسز سدرہ نے میز پر مکا مارتے ہوئے کہا۔

"تو اس میں اتنے غصے کی کیا بات ہے۔ تم نے خواہ مخواہ ٹائیگر سے بات کی۔ اس کی کیا اہمیت ہے۔ وہ تو عمران کا صرف شاگرد ہے۔ اصل آدمی تو عمران ہے اور یہ بھی بتا دوں کہ عمران نے اگر ٹائیگر کو حکم دے دیا تو پھر ٹائیگر تمہارے سامنے جھکنے پر بھی تیار ہو

جائے گا"...... اعظم سالار نے اس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"وہ بھی تو اس احمق اور نانسنس ٹائیگر کا استاد ہے"...... پرنسز سدرہ نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں۔ وہ بہت اچھے دل کا مالک ہے۔ پھر ہم اکٹھے کام کر چکے ہیں۔ وہ میری بات نہیں ٹالے گا"...... اعظم سالار نے کہا۔

"ہاں۔ آپ تو میرے پاکیشیا جانے سے ناراض نہیں ہیں"۔ پرنسز سدرہ نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میں تو خود چاہتا ہوں کہ تم ان لوگوں کے ساتھ رہ کر ٹریننگ لو تاکہ ہماری سروس کا بھی پوری دنیا میں نام ہو جائے لیکن تم کتنا عرصہ وہاں رہنا چاہتی ہو"...... اعظم سالار نے کہا۔

"اس کا انحصار تو ٹائیگر پر ہے کہ وہ کتنا عرصہ مزید مجھے ٹریننگ دیتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پانچ چھ ماہ بعد میں ٹائیگر کو لے کر واپس مصر آ جاؤں"...... پرنسز سدرہ نے کہا تو اعظم سالار نے مسکراتے ہوئے ایک طویل سانس لیا اور پھر پاس پڑے ہوئے فون کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

عمران اپنی رہائش گاہ کے ایک کمرے میں موجود تھا کہ دروازہ کھلا اور ٹائیگر اندر داخل ہوا۔

''کیا ہوا ہے تمہیں۔ تمہارا چہرہ بگڑا ہوا ہے۔ کیا پرنسز سدرہ سے لڑائی ہو گئی ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''باس۔ وہ احمق ہے۔ اسے چھوڑیں۔ میں نے رچرڈ کا خاتمہ کر دیا ہے۔ کراؤن کلب کے بارے میں ایک فائل وہاں سے ملی ہے۔ وہ میں ساتھ لے آیا ہوں''...... ٹائیگر نے کہا اور کوٹ کی اندرونی جیب سے فائل نکال کر عمران کی طرف بڑھا دی۔

''تم نے مشین کے فارمولے کے بارے میں کیا کام کیا ہے۔ وہ مشین ہم نے واپس بھی کرنی ہے''...... عمران نے فائل اٹھاتے ہوئے کہا۔

''آپ حکومت سے کہہ کر مجھے کسی ایسی لیبارٹری تک پہنچا دیں

جہاں ریز پر کام کرنے کی خصوصی مشینری موجود ہو ورنہ دوسری صورت میں مشین کو پاکیشیا لے جانا پڑے گا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ہم وعدہ کر چکے ہیں کہ ہم دو روز بعد مشین واپس کر دیں گے اس لئے وعدہ پورا کرنا ضروری ہے۔ رہی بات لیبارٹری کی تو اس کے لئے مصری سیکرٹ سروس کے چیف سے بات کرنا پڑے گی۔ اب یہ اس کی مرضی ہے کہ وہ ہماری بات مانے یا نہ مانے۔ آخر وہ سیکرٹ سروس کا چیف ہے''...... عمران نے فائل کو کھول کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''تو آپ ان سے بات کریں۔ وہ آپ کو انکار نہیں کریں گے اور مان جائیں گے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''مجھے یقین ہے کہ وہ انکار نہیں کریں گے لیکن اگر وہ ہم سے کچھ کہیں تو کیا ہم انکار کر سکتے ہیں۔ بتاؤ''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر بے اختیار چونک پڑا۔

''آپ کا اشارہ کس طرف ہے باس''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تم نے پرنسز سدرہ کو صاف انکار کیا ہے۔ کیا ضرورت تھی سخت اور سرد لہجے میں صاف جواب دینے کی۔ وہ خاتون ہے اور خواتین سے بات چیت اس طرح نہیں کی جاتی جس طرح دشمنوں سے کی جاتی ہے۔ اخلاقیات میں بھی کچھ آداب ہوتے ہیں خواتین سے بات کرنے کے''...... عمران نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

''باس۔ وہ مجھ سے زبردستی اپنی بات منوانا چاہتی تھی۔ میں نے

منع کیا تو اس نے مجھے راستے میں ہی اتار دیا‘‘...... ٹائیگر نے کہا۔

’’تم مجھ سے بات کرا دیتے۔ میں سنبھال لیتا‘‘...... عمران نے کہا۔

’’آئی ایم سوری باس۔ واقعی مجھ سے غلطی ہوگئی ہے‘‘...... ٹائیگر نے کہا۔

’’ابھی پرنسز سدرہ آ رہی ہے۔ چیف آف مصر سیکرٹ سروس نے مجھے فون کیا تھا۔ وہ پرنسز سدرہ کو اپنی بیٹی سمجھتا ہے۔ میں نے اسے کہہ دیا ہے کہ وہ اسے میرے پاس بھیج دے‘‘...... عمران نے کہا۔

’’یس باس۔ میں اس سے بھی سوری کرنے کے لئے تیار ہوں‘‘۔ ٹائیگر نے کہا۔

’’ویسے بھی ٹائیگر کو سدھانے کا کام ہنٹر والی کرتی ہے۔ وہ تمہاری روزی راسکل تو خود شیرنی ہے۔ وہ ہنٹر والی نہیں بن سکتی۔ البتہ پرنسز سدرہ شاید یہ کردار نبھا جائے‘‘...... عمران نے فائل بند کرتے ہوئے کہا۔

’’باس پلیز۔ میں اپنے ساتھ کسی کو نتھی نہیں کرسکتا‘‘...... ٹائیگر نے قدرے دبے لہجے میں احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

’’میں بھی نہیں کرنا چاہتا لیکن کسی کو انکار کرنے کے بھی طریقے ہوتے ہیں۔ وہ کیا محاورہ ہے کہ لاٹھی بھی نہ ٹوٹے اور سانپ بھی مر جائے اگر ہم سانپ مارنے کے چکر میں لاٹھی بھی توڑ بیٹھیں تو پھر یہی ہوگا جو اب تمہارے ساتھ ہو رہا ہے‘‘...... عمران نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ ٹائیگر کوئی جواب دیتا دروازہ کھلا اور پرنسز سدرہ اندر داخل ہوئی۔ جوزف اس کے ساتھ تھا۔ عمران اس کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑا ہوا تو ٹائیگر کو بھی اٹھنا پڑا۔

’’ارے۔ ارے۔ آپ مجھ سے بڑے ہیں۔ آپ کیوں ایسا کر رہے ہیں۔ میں تو آپ دونوں سے چھوٹی ہوں‘‘...... پرنسز سدرہ نے قدرے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

’’پھر چھوٹوں کو بھی چاہئے کہ وہ بڑوں کو سلام کریں‘‘...... عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو پرنسز سدرہ نے ہنستے ہوئے باقاعدہ سلام کیا جس کا جواب عمران نے تو دیا لیکن ٹائیگر خاموش بیٹھا رہا۔ عمران نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے اور آخر میں شاید اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا تھا اس لئے دوسری طرف بجنے والی گھنٹی کی آواز سنائی دینے لگی تھی۔ پھر رسیور اٹھائے جانے کی آواز سنائی دی۔

’’یس۔ سیکرٹ سروس ہیڈکوارٹرز‘‘...... ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

’’علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بذات خود بول رہا ہوں۔ چیف آف مصر سیکرٹ سروس جناب اعظم سالار صاحب سے اگر بات ہو سکے تو یہ میرے لئے اعزاز ہوگا‘‘۔ عمران نے کہا تو پرنسز سدرہ کے چہرے پر قدرے حیرت کے تاثرات

ابھر آئے۔ شاید وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ عمران جو کچھ کہہ رہا ہے وہ واقعی سنجیدگی سے کہہ رہا ہے اور چیف آف سیکرٹ سروس سے بے حد مرعوب ہے۔

''ہولڈ کریں جناب''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو۔ اعظم سالار بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد اعظم سالار کی آواز سنائی دی۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''پرنسز سدرہ آپ کے پاس پہنچ گئی ہیں یا نہیں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''وہ میرے سامنے بیٹھی ہیں۔ میں نے سوچا کہ حفظ مراتب کے تحت پہلے آپ سے بات کر لی جائے پھر ان سے بات کریں۔ ویسے کہا تو یہی جاتا ہے کہ لیڈیز فرسٹ لیکن حفظ مراتب کی وہ خود بھی قائل ہیں۔ میں اور ٹائیگر ان کے احترام میں کھڑے ہو گئے تھے مگر انہوں نے کہا کہ وہ چھوٹی ہیں اور ہم بڑے ہیں۔ آپ تو بہرحال ان کے والد کی طرح ہیں اس لئے لیڈیز فرسٹ پر عمل کرنے کی بجائے میں نے حفظ مراتب والے فارمولے پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا ہے''...... عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا تو پرنسز سدرہ، عمران کے اس انداز میں بولنے پر حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی جبکہ ٹائیگر بیٹھا مسکرا رہا تھا۔

''عمران صاحب آپ حکم کیجئے۔ آپ کے ہر حکم کی تعمیل ہو گی کیونکہ میں بھی حفظ مراتب کا قائل ہوں اور جس ٹیم میں آپ کے ساتھ مل کر میں نے کام کیا تھا اس کے لیڈر آپ تھے''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو پرنسز سدرہ کے چہرے پر حیرت کے تاثرات مزید نمایاں ہو گئے۔ شاید یہ بات اس کے سامنے پہلی بار آئی تھی۔

''پروفیسر اسمٹ کی مشین ہم نے حکومت مصر سے دو روز کے لئے اس لئے لی تھی کہ ہم اس کے فارمولے پر کام کر کے اسے سمجھ لیں گے تو اس سے پاکیشیا میں معدنیات کی دریافت میں فائدہ ہو گا۔ انہوں نے مہربانی کی اور دو روز کے لئے یہ مشین ہمیں دے دی۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ مصر میں ایسی لیبارٹری کہاں ہے جس میں ریز پر کام کرنے کے لئے جدید مشینری موجود ہو تاکہ اس پر کام کیا جا سکے۔ ظاہر ہے اس بارے میں نہ ہی جمال پاشا صاحب کو علم ہو گا اور نہ ہی ڈپٹی سیکرٹری یوسف رفاعی صاحب کو کیونکہ وہ قدیم مصریات کے شعبہ کے ڈپٹی سیکرٹری ہیں۔ البتہ آپ بطور چیف آف سیکرٹ سروس وزارت سائنس سے معلومات بھی حاصل کر سکتے ہیں اور وہاں کام کرنے کی اجازت بھی حاصل کر سکتے ہیں''...... عمران نے ایک بار پھر مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''میں وزارت سائنس سے معلوم کر کے آپ کو بتاتا ہوں لیکن کیا وہاں کے سائنس دان اس مشین کے فارمولے کو ایک دو روز میں معلوم کر سکیں گے۔ میرا خیال ہے کہ انہیں کافی عرصہ لگ جائے

گا''...... اعظم سالار نے کہا۔

''اس کی ضرورت نہیں۔ ہمیں صرف مشینری اور لیبارٹری چاہئے اور عملے کا تعاون۔ ٹائیگر یہ کام چند گھنٹوں میں کر لے گا۔ ریز پر وہ اتھارٹی رکھنے والا سائنس دان ہے''...... عمران نے کہا۔

''ٹائیگر سائنس دان ہے۔ کیا واقعی۔ اور وہ بھی ریز جیسے سبجیکٹ پر اتھارٹی۔ حیرت ہے''...... اعظم سالار نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''وہ سائنس میں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے اور ساتھ ہی وہ جدید ترین ریسرچ سے بھی واقف رہتا ہے۔ یہ تو میں ہوں جس نے اسے لیبارٹری سے اٹھا کر انڈر ورلڈ میں ڈال دیا ہے تاکہ پاکیشیا کے مفادات اور سلامتی کا تحفظ کیا جا سکے''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے عمران صاحب۔ میں معلومات حاصل کر کے آپ کو خود ہی فون کرتا ہوں''...... اعظم سالار نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔

''ٹائیگر سے میری بات ہوئی ہے۔ وہ تم سے سوری کہنے کے لئے تیار ہے۔ میں نے اسے سمجھایا ہے کہ خواتین کے ساتھ مہذب انداز اور لہجہ اختیار کرنا چاہئے۔ ہاں ٹائیگر۔ کیا کہتے ہو تم''۔ عمران نے رسیور رکھ کر پہلے پرنسز سدرہ اور پھر ٹائیگر سے کہا۔

''آئی ایم سوری پرنسز سدرہ''...... ٹائیگر نے پرنسز سدرہ سے

مخاطب ہو کر کہا۔

''تھینک یو ٹائیگر۔ میری طرف سے بھی سوری قبول کرو''۔ پرنسز سدرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تھینک یو''...... ٹائیگر نے بھی اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

''اب مسئلہ ہے پرنسز سدرہ کے پاکیشیا جانے کا تو پرنسز سدرہ، اصل بات یہ ہے کہ تم ٹائیگر کے ساتھ پاکیشیا جا کر کچھ حاصل نہ کر سکو گی''...... عمران نے کہا۔

''وہ کیوں۔ آپ لوگ جس انداز میں کام کرتے ہیں میں اس انداز میں کام کر کے کچھ سیکھنا چاہتی ہوں اور ٹائیگر کے ساتھ رہ کر میں سیکھ لوں گی'' پرنسز سدرہ نے کہا۔

''ٹائیگر پاکیشیا سے باہر آ کر تو سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے لیکن وہاں پاکیشیا میں نہیں۔ وہاں اس کی ڈیوٹی انڈر ورلڈ میں ہے۔ یہ وہاں رہ کر ایسی معلومات حاصل کرتا ہے جس سے پتہ چل جائے کہ کوئی غیر ملکی ایجنسی یا کوئی تنظیم پاکیشیا انڈر ورلڈ کے گروپوں کو ساتھ ملا کر پاکیشیا کے خلاف تو کوئی ایکشن نہیں لے رہی۔ پھر یہ معلومات مجھ تک پہنچتی ہیں اور میرے ذریعے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف تک پہنچ جاتی ہیں اور چیف کے حکم پر سیکرٹ سروس اس ایجنسی یا تنظیم کے خلاف کام کرتی ہے۔ ٹائیگر نہیں۔ اگر تم نے کام سیکھنا ہے تو پھر یہ ہو سکتا ہے کہ تمہیں سیکرٹ سروس کی کسی

لیڈی ممبر کے ساتھ اٹیچ کیا جا سکتا ہے لیکن کام اس وقت ہو گا جب کام آئے گا اور بعض اوقات تو کئی کئی ماہ تک کام نہیں ہوتا''۔ عمران نے کہا۔

''میں تو ٹائیگر کے ساتھ کام کرنا چاہتی ہوں۔ کسی اور کے ساتھ نہیں'' ..... پرنسز سدرہ نے کہا تو ٹائیگر نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

''ٹائیگر کے ساتھ تو انڈر ورلڈ میں لڑائی بھڑائی کرنا پڑے گی۔ یہ تو یہی کام کرتا ہے'' ..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آپ ٹائیگر کو یہاں چھوڑ جائیں۔ ہم دونوں مل کر یہاں کام کرتے رہیں گے'' ..... پرنسز سدرہ نے کہا۔

''مجھے تو کوئی اعتراض نہیں لیکن پاکیشیا سے ٹائیگرس یہاں پہنچ جائے گی۔ اس کا نام روزی راسکل ہے اور وہ واقعی راسکل ہے۔ ٹائیگر س اس سے جان جاتی ہے'' ..... عمران نے کہا۔

''ٹائیگرس۔ روزی راسکل۔ اوہ۔ ویری بیڈ۔ میں تو سمجھی تھی کہ اس کا کردار بہت مضبوط ہے لیکن سوری۔ اب مجھے اس کے ساتھ نہیں جانا۔ میں جا رہی ہوں'' ..... پرنسز سدرہ نے ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ارے۔ ارے۔ اس کا کردار واقعی بے حد مضبوط ہے۔ اس کی ضمانت میں دیتا ہوں'' ..... عمران نے کہا۔

''سوری۔ میں اسے کچھ سمجھتی رہی اور یہ نکلا کچھ'' ..... پرنسز

سدرہ نے غصیلے لہجے میں کہا اور تیزی سے چلتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔

''یااللہ تیرا شکر ہے'' ..... ٹائیگر نے بے اختیار ہو کر کہا تو عمران بھی بے اختیار ہنس پڑا۔

ختم شد

عمران سیریز میں ایک دلچسپ اور ہنگامہ خیز ایڈونچر

مکمل ناول

ہارڈ ایجنسی

مصنف

مظہر کلیم ایم اے

یورپی ملک کرانس کی سرکاری ایجنسی۔ جس کے سپیشل ایجنٹس ناقابل تسخیر سمجھے جاتے تھے۔

ہارڈ ایجنسی * جس کے سپیشل ایجنٹس عمران کو تنکے جتنی بھی حیثیت دینے کے لئے بھی تیار نہ تھے۔ پھر ——؟

ہارڈ ایجنسی * جس کے ایجنٹوں نے پاکیشیا کے ایک اہم سائنس دان کو اس انداز میں اغوا کر کے کرانس پہنچا دیا کہ وہ واپس آنے کے لئے تیار ہی نہ تھا۔؟

وہ لمحہ * جب ہارڈ ایجنسی کے سپیشل ایجنٹس عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کا راستہ روکنے کے لئے میدان میں اتر آئے اور پھر ہلاکت خیز ہنگامے کا آغاز ہوگیا۔ ہلاکت آمیز کس کے لئے ——؟

وہ لمحہ * جب عمران نے کرانس کی لیبارٹری کو تباہ کرنے اور سائنس دانوں کو ہلاک کرنے سے انکار کر دیا اور جولیا نے ایکسٹو کو رپورٹ کر دی۔ پھر کیا ہوا؟

* دلچسپ اور ہنگامہ خیز واقعات پر مشتمل ایک منفرد اور یادگار ایڈونچر *

کتب منگوانے کا پتہ
ارسلان پبلی کیشنز
اوقاف بلڈنگ
پاک گیٹ
ملتان
Mob
0333-6106573
0336-3644440
0336-3644441
Ph 061-4018666
E.Mail.Address arsalan.publications@gmail.com